مرتبہ دیا نرائن نگم بی اے

جلد ۳۱	جنوری سنہ ۱۹۱۹ء	نمبر ۱۹۰

فہرست مضامین

تصاویر۔ ڈاکٹر ولسن پریسیڈنٹ امریکہ۔ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم۔ سر ایس پی سنہا۔ مہاراجہ صاحب بیکانیر

قیمت سالانہ للعہ زمانہ پریس کانپور سے شایع ہوا فی پرچہ ۶

کیا آپکو معلوم ہی؟
محب وطن کون ہی
کہ ۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۸ء تک سال "زمانہ" کے
اکثر پرچے فروخت کے لئے موجود ہین جنکے قابل دید
اور دلکش مضامین کا چاردانگ ہند مین آجتک شہرہ ہے
بعض سال کی مکمل جلدین اور بعض کے متفرق پرچے -
مکمل جلدین ۲ سالانہ کے حساب و متفرق ۳ر
فی پرچہ کے حساب سے مل سکتے ہین -
جو اپنے وطن اور ملکی لیڈرون سے محبت ا
اونکی عزت کرے - کارخانہ "زمانہ" مین قومی و ملکی لیڈر
کی عکسی تصاویر برائے فروخت موجود ہین - آپ انکو خ
اور حب الوطنی کا ثبوت دین -
فہرست تصاویر اس پرچہ مین کسی دوسری جگہ
درج ہے ملاحظہ فرمائین -
المشتہر منیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور
ملکی لیڈرون کی قد آدم روغنی تصویرین
قیمت فی تصویر ۵۰ روپیہ
جسٹس راناڈے - مسٹر دادا بھائی نوروجی - مسز بسنٹ - مسٹر تلک - پنڈت مدن موہن مالوی - مہاتما گاندھی - سر سید
احمد خان - (معمولی فوٹو سے قد آدم روغنی تصویر بھی تیار ہو سکتی ہے اور اس طرح آپ اپنے اعزا و احباب کے لیے
ایک مستقل یادگار قایم کر سکتے ہین
اُجرت کا فیصلہ خط و کتابت سے طے کیجیے
ایس - آر - ترویدی - آرٹسٹ - روئی گودام - کانپور
آگرہ
اگر جناب کو عمدہ مضبوط بکفایت ہر قسم کے مثل ولایتی جنٹلمین
بوٹ و شوز یا لیڈیز شوز زنیر بچگانہ وغیرہ درکار ہون تو
اس قدیمی کارخانہ کی پرائس لسٹ طلب کرین -
المشتہر
منیجر دی انگلو انڈین بوٹس ٹریڈنگ کمپنی آگرہ

Dr WOODROW WILSON

President of the United States of America

The Rt. Hon DAVID LLOYD GEORGE

زمانہ

جلد ۳۲ — جنوری ۱۹۱۹ء — نمبر ۱

حکیم کنفوشس
اور
فلسفۂ حکومت

کیا زمانہ کی نیرنگی ہے، کہ جو قومین آج سب سے زیادہ پست و مبتذل نظر آتی ہین وہی ایک زمانہ مین آسمان کمال کے مہر و ماہ کا کام دیکھ چکی ہین۔ ہندوستان آج جہالت کا مسکن ہے۔ حالانکہ صدیون یہی سرزمین علوم و فنون کا گہوارہ رہی ہے۔ یونان آج ترقی تمدن کی دوڑ مین سب سے پیچھے ہے، حالانکہ فیثاغورس سقراط۔ افلاطون و ارسطو کا آغوش مادری یہی ملک ہوا ہے۔ مصر کا شمار آج زندہ اقوام مین نہین، حالانکہ دنیا مین علم و فن کی روح مدتون اسی کے دم سے وابستہ رہی ہے۔ یہی حال بدنصیب چین کا بھی ہے، آج چین کا نام آتے ہی انحطاط و مردہ دلی کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے حالانکہ ایک زمانہ وہ تھا کہ جہالت کی تاریکی سارے عالم پر چھائی ہوئی تھی، اگر کرہ ارض کے اس گوشہ مین علم و حکمت کی شمع روشن تھی، اروے زمین پر وحشت و بہیمیت کی حکومت تھی، اگر چین مین تہذیب و تمدن کی بزم آراستہ تھی، ساری دنیا مین خاک اڑ رہی تھی لیکن چین کے محفوظ حصار کے اندر علوم و معارف کے چشمہ جاری تھے، اور دور سے تشنگان علم آتے،

اور سیراب ہو کر جاتے آج جو ممالک اپنے قدیم تمدن کے لیے مشہور ہین، درحقیقت انھین سے اکثر اسی خرمن کے خوشہ چین، اسی میکدہ کے جرعہ نوش تھے۔

چین کے مشاہیر رجال مین سب سے اونچا نام کنفوشس کا ہے۔ اہل چین عموماً اسکو پیغمبر خیال کرتے ہین، اور موجودہ چینی مذہب ایک بڑی حد تک اسی کی شریعت کا نام سمجھا جاتا ہے، یہ خیال اگرچہ تمامتر غلط ہے، پیغمبری و نبوت کا کیا ذکر ہے کنفوشس کی تصانیف سے اسی کا بمشکل پورا اطمینان ہوتا ہے کہ وہ خدا پرست بھی تھا، تاہم یہ خیال اس لحاظ سے بالکل صحیح ہے کہ کنفوشس نے اپنا جو وسیع و مستقل اثر چین و اہل چین پر چھوڑا، وہ اس اثر سے ایک ذرہ کم نہین جو ایک پیغمبر کا اُسکی اُمت پر ہوتا ہے کنفوشس کی وفات کو ہزارون سال گذر چکے، تاہم اُسکے احکام کا احکام الٰہی کی طرح ایک ایک حرف آج بھی واجب العمل سمجھا جاتا ہے۔

اِس مصلح اعظم کے حالات زندگی اور اُسکے نظام فلسفہ کی تفصیل تو ایک مستقل تالیف کی محتاج ہے سردست ہمین صرف اسکے سیاسی خیالات پر نظر کرنا ہے جو لوگ علم و حکمت کو صرف اپنے آبا و اجداد یا اپنے حکمرانون کے ہمقومون تک محدود سمجھتے ہین، بہتر ہوگا، اگر وہ کبھی کبھی دانایان اقوام غیر سے بھی رُوشناس ہوتے رہین،

آج سے ڈھائی ہزار سال پیشتر کا زمانہ ہے، ولادت مسیح مین ابھی پانچ چھ سو برس کی مدت باقی ہے، دُنیا عجیب و غریب انقلابات کا تختہ مشق بنی ہوئی ہے اور اشخاص بھی اس پایہ کے پیدا ہو رہے ہین کہ اسکے بعد آجتک اُن کا نظیر نہ پیدا ہو سکا، اور نہ شاید آیندہ ہو سکے۔ شام، بابل، نینوا کے زبردست ایوان حکومت زمین بوس ہو رہے ہین، اور اُن کے آثار پر ایران کا سر بفلک قصر تعمیر ہو رہا ہے یہود اپنی ہفتاد سالہ اسیری کی میعاد ختم کر کے اپنے وطن واپس آ رہے ہین، ایتھنز (اتھینیا) مین جمہوریت کو عروج حاصل ہو رہا ہے، روما کے قدیم تاجدارون کے خاندان کا قلع قمع ہو رہا ہے، ہندوستان مین مذہب بدھ کا اُٹھان ہو رہا ہے، ایران اپنی قوت کے زعم مین یونان کو پامال کرنے کے لیے حملہ پر حملے کر رہا ہے، ارض بنی اسرائیل مین حضرت دانیال حضرت ذکریا، حضرت حزقیل فرایض نبوت کی تبلیغ کر رہے ہین، ہندوستان مین مہاتما گوتم بدھ کی شخصیت لاکھون بلکہ کرورون کی

روحانی تسکین کا سامان بہم پہونچا رہی ہے، ایران مین دارا و جم، کسری و کیکاؤس کا دور دورہ ہے، یونان کی سرزمین پر فیثاغورس علم و حکمت کے خزانہ لٹا رہا ہے، غرض کل تماشاگاہ عالم پر ایک ایک بڑھکر حیرت انگیز ایکٹ ہورہے ہین، جن مین سے ہر ایک بجاے خود رفتار کائنات کا رُخ پھیر دینے کے لیے کافی ہے، لیکن چین کا کیا حال ہے؟

چین مین اسوقت بدنظمی کا دور دورہ ہے، طوایف الملوکی کا بازار گرم ہے، حکومت کا رعب رخصت ہوچکا ہے، وزراے سلاطین علانیہ قتل کرڈالے جاتے ہین، خانہ جنگیون کا زور شور ہے، بھائی بھائی، باپ بیٹے، میان بی بی، کسی رشتہ مین بھی اُلفت و محبت کا پتہ نہین، ہر شخص دوسرے کے خون کا پیاسا ہے، اخلاقی فرایض تمامتر ساقط ہوگئے ہین، ہر شخص بدطینی و بدکرداری مین مبتلا نظر آتا ہے شہوت پرستی کا بھوت سارے ملک پر سوار ہے، چھوٹے بڑے سب اسی نشہ مین بدمست ہین۔

تمام فضا پر اسقدر تیرہ و تار ابر محیط تھا، کہ دفعتًا ایک گوشہ سے آفتاب اصلاح کا طلوع ہوتا ہے سنہ ۵۵۱ء مین قبل مسیح کنفوشس کی ولادت ہوتی ہے اور اسکے ظہور کے ساتھ ہی، مطلع خودبخود صاف ہونا، شروع ہوجاتا ہے۔

کنفوشس کی تعلیمات کیا تھین [۱] - کنفوشس نہ پیمبر تھا نہ مجتہد، اسنے نہ پیمبری کا دعوی کیا نہ اجتہاد کا، وہ صرف مجدد تھا اسکا دعوی محض اسقدر تھا، کہ قدما کی تعلیمات کو از سر نو پیش کیا جاے، اور حکمت و دانائی کے جو پھول پژمردہ ہوگئے ہین، انھین پھر تازہ و سرسبز کیا جاے۔

[۱] کنفوشس کی تعلیمات کے ماخذ حسب ذیل پیش نظر ہین۔

(۱) SACRED BOOKS OF THE EAST. سلسلہ کتب مقدسہ مشرقی جلد ۳ جلد ۱۶ و جلد ۲۷، یہ کنفوسشش کی اصلی تصانیف کے ترجمے ہین۔

(۲) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا - آرٹیکل کنفوسشس جلد ۶

(۳) انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس - آرٹیکل کنفوسشس، و مذہب کنفوسشش جلد ۳

(۴) کنفوشس مصلح اعظم، مولفہ میجر الگزنڈر

(۵) کنفوشس ازم، مولفہ مسٹر ڈگلس

(۶) کنفوشس و کنفوشس ازم مولفہ مسٹر ڈگلس

(۷) حیات و تعلیمات کنفوشس، مولفہ ڈاکٹر لیگ

(۸) مذاہب چین، مولفہ ڈی گروٹ،

اسکا اصلی فلسفہ یہہ کہ پہلے نظام خانہ داری کو درست کیا جاے اور جب خانگی حکومت صحیح صول پر قایم ہو جاے تو ملکی حکومت کی بھی اصلاح کی کوشش کرنا چاہیے جو شخص خانگی حکومت صحیح صول پر کر لیتے گتا ہے اسکا لقب اسکی اصطلاح مین "مرد بزرگ" ہو اور جس شخص مین نظام ملکی کو صحیح طریقہ پر چلانے کی صلاحیت آجاتی ہو وہ گویا حکمت کے آخری مدارج طے کر چکا ہوتا ہے، اسکے لیے حکیم کی اصطلاح ہی،

حکومت کا مقصد حقیقی، رعایا کو نفع پہونچانا ہی، بہترین حکومت وہ ہو جسکی نفع رسانی کا دائرہ سب سے زیادہ وسیع ہو۔ ولادت مسیح سے تقریباً ڈہائی ہزار سال پیشتر ایک حکیم مزاج شہنشاہ کوہ گذرا ہے اسکا مقولہ تھا کہ:۔

"محبت خلایق سے بڑہکر کوئی عمل صالح نہین اور نفع رسانی خلایق سے برتر کوئی مقصد حکومت نہین"

یہی اصول کنفوشس کے لیے دستورالعمل کا کام دیتا تھا اور یہی وہ نقطہ ہے، جہان اسلام کے ڈانڈے فلسفہ کنفوشس سے بالکل ملجاتے ہین " اسلام کی تعلیم بھی ابتدا سے یہی ہے کہ خیر الناس من ینفع الناس، بہترین انسان وہ ہے جس کی ذات سے خلقت کو نفع پہونچے

ایک مرتبہ کنفوشس سے سوال کیا گیا کہ راعی کو رعایا کیساتھ کیا سلوک کرنا چاہیے؟ جواب دیا کہ "انھین خوشحال بنانا چاہیے" پھر پوچھا گیا کہ اسکے سوا اور کیا عمل کرنا چاہیے؟ جواب دیا کہ تعلیم کی اشاعت کرنا چاہیے"۔ آجکل حکومت کی خوبی کے بڑے معیار یہی دو سمجھے جاتے ہین، کہ ایک تو رعایا کی مالی حالت بہتر ہو، اُسپر زیادہ بار نہ ہو، دوسرے یہ کہ تعلیم اس مین عام ہو - اور یہ دونون اصول کنفوشس کی تعلیم کا اصلی جزو تھے۔

لوگون نے پوچھا کہ ایک اعلیٰ نظام حکومت کے عناصر حقیقی کیا ہین؟ اس مصلح اعظم نے جواب دیا کہ یہ تین ہین:۔

(۱) رعایا کو رزق کی تنگی نہ ہو۔

(۲) جنگی انتظامات درست ہون

(۳) رعایا کو حکمرانو نپر بھروسا ہو۔

یہ آخری نکتہ خاص طور پر اہم اور ہمارے موجودہ حکمرانوں کے لیے قابل غور و توجہ ہے نظام حکومت اُسکے الفاظ میں صرف اسی حالت مین درست رہ سکتا ہے جب بادشاہ بادشاہ ہے، وزیر وزیر ہے، باپ باپ ہے، اور بیٹا بیٹا ہے، یہ جس متن کی شرح ہے اُسکے الفاظ یہ ہین کہ "نظام حکومت اِس صورت مین درست رہ سکتا ہے جب بادشاہ کو بادشاہی کی دشواریون کا، اور وزیر کو وزارت کی دشواریون کا احساس ہو"

قدمار کا مقولہ یہ تھا کہ قیام سلطنت کی لازمی شرط یہ ہے کہ بادشاہ نہ صرف بذات خود مرد صالح ہو، بلکہ ارکان حکومت اور عہدے دارون کے انتخاب مین بھی سعی و سفارش خوشامد و ذاتیات سے متاثر ہونے کے بجائے محض فراتی اہلیت پر نظر رکھے اِس سے رحمت آلٰہی اُسپر نازل ہوگی اور خدا برکت دیگا، کنفوشس نے اس تعلیم کے جزو اوّل کو برقرار رکھا لیکن یہ رحمت آلٰہی و فیوض ربانی کا ٹکڑا نکال ڈالا، اُس نے یہ کہا کہ اِس مین مذہب کی آمیزش بالکل غیر ضروری ہے، اعمال صالحہ بجائے خود، فرمانروا کیلیے لازمی ہین، فرمانروا اگر محتاط و دانشمند ہے، تو اسکی نظیر و تقلید سے لامحالہ رعایا بھی محتاط دانشمند و صالح ہوگی یہ نتیجہ پیدا ہونا لازمی ہے اور اسکیلیے نزول برکات روحانی کی وساطت فضول ہے یہ ممکن نہین کہ حکمران طبقہ نیک ہو، اور اسکی نیکی رعایا تک متعدی نہ ہو پس اگر حکمران طبقہ رعایا کو با اخلاق و محتاط بنانا چاہتا ہے، تو چاہیے کہ خود بااخلاق و محتاط بنکر اِس کی نظیر قایم کرے "

کنفوشس کہتا ہے :-

اگر بادشاہ نیک کردار ہے تو رعایا بھی نیک کردار ہوگی، اگر بادشاہ دیانتدار ہے تو رعایا بھی دیانتدار ہوگی - خواہ بادشاہ بد دیانتی کے لیے انعام ہی کیون نہ مقرر کرے "

اِس سوال کے جواب مین کہ بادشاہ اپنے کس طرز عمل سے حُسن اسلوب فرمانروائی کر سکتا ہے؟ یہ حکیم کہتا ہے کہ پانچ چیزون کے اختیار، اور چار کے ترک کرنے سے امور واجب الاعتبار یہ ہین :-

(۱) فیاض ہو مگر مسرف نہ ہو -

(۲) خود دار ہو مگر مغرور نہ ہو -

(۳) بارعب ہو مگر دہشت انگیز نہ ہو -

(۴) بلند نظری و ترفع سے کام لے، اگر حق تلفی نہ کرے۔
(۵) رعایا سے کام لے، مگر ان کی طاقت سے زیادہ بار نہ ڈالے۔

امور واجب الترک یہ چار ہین،
(۱) شقاوت و سفاکی (۲) ظلم و ستم (۳) سخت گیری و تشدد (۴) دنارت و کمظرفی،

لیکن حکومت کی فلاح و بہبود کے لیے صرف بادشاہ ہی کا نیک کردار ہونا کافی نہین بلکہ ضروری ہے کہ کل حکمران طبقہ یعنے اعیان سلطنت و عہدیداران عظام بھی نیک کردار ہون کنفوشس سے جب دریافت کیا گیا، کہ اسکی کیا صورت ہے؟ تو اُسنے جواب دیا کہ اسکا ذریعہ بھی یہی ہے، کہ خود بادشاہ اپنی ذات سے نیک کرداری کا نمونہ پیش کرے، اس سے بمقتضای الناس علی دین ملوکھم،، اعیان دولت بھی اِس رنگ مین رنگ جائین گے۔ اور پھر یہان سے سلسلہ بہ سلسلہ ساری رعایا پر یہی رنگ چھا جاے گا،

بادشاہ مین اسقدر مستقل نیک کرداری جو دوسرون کو بھی متاثر کرے، فرض شناسی سے پیدا ہوسکتی ہے اور فرض شناسی پیدا ہوتی ہے فیاضی و نیک نفسی سے

غرض یہ کہ کنفوشس کے نقطہ خیال سے، ملک کے امن و امان فلاح و بہبود کا دار و مدار حکومت کے قوانین و تعزیرات پر نہین، کسی ظالمانہ ایکٹ پر نہین، حکّام کے غیر محدود اقتدار پر نہین، بلکہ حاکم وقت کے اخلاق و نیک کردار ہونے پر ہے، حاکم اگر قانون کے دائرہ سے قدم نہین نکالتا تو رعایا کو بھی قانون شکنی کی ہمّت نہین ہوسکتی، لیکن اس تمامتر اخلاقی فلسفہ کا یہ منشا نہین کہ اسکے نزدیک قوانین وضوابط سرے سے فضول ہین، وہ اِس حقیقت سے ناواقف نہ تھا کہ ہر ملک مین ایک جماعت ہمیشہ ایسی موجود رہتی ہے جس کے لیے تمام اخلاقی تعلیمات بیکار ہین، اور جسے راہ راست پر قایم رکھنے کی قوت صرف قانون کے زبردست ہاتھ مین ہے، خود کہتا ہے۔

،، مرد بزرگ سکون و اطمینان سے رہتا ہی، تاہم شرط احتیاط سے غافل نہین رہتا، اپنے موجود مقبوضات پر وہ متصرف رہتا ہے، اگر ساتھ ہی وہ اس امکان سے بیخبر نہین ہوجاتا کہ وہ ضایع ہوسکتے ہین وہ امن و امان کے ساتھ فرمانروائی کرتا ہے، تاہم شورش و بغاوت کا اندیشہ اسکے ذہن سے مٹ نہین سکتا، یہ تمام احتیاط ملحوظ رکھنے ہی سے یہ ممکن ہے کہ وہ خود بھی محفوظ و سلامت

رہے" اور رعایا کو بھی امن و سلامتی سے رکھے"

حکیم کا کام یہ ہو کہ بہ نظر احتیاط قانون و سیاست کے اسلحہ سے بھی مسلح رہے لیکن لوئیر حکومت ہمیشہ اسکے اخلاقی طرز عمل کی قایم رہنا چاہیے ۔ ملک مین امن و امان و مسرت اُسیوقت پھیل سکتی ہو جب بادشاہ ضعیفون کی ان کے مرتبے کے مطابق تعظیم کرے، جس سے رعایا مین بزرگون کی عظمت کا خیال قایم ہوگا، جب وہ اپنے ہمسنون سے مساویانہ برتاو کرے جس سے رعایا کو مساوات و برادرانہ خلوص کی تعلیم حاصل ہوگی اور جب وہ بچون اور کمزورون پر رحم کھاے جس سے رعایا مین رحم ترس و ہمدردی کے جذبات پیدا ہون گے ۔

قدما کا خیال یہ تھا کہ مرتبہ شاہی ایک نعمت الٰہی ہے، بادشاہ کو ہمیشہ ہدایات الٰہی پر کاربند رہنا چاہیے، اِس کی اطاعت رعایا پر اُسی وقت تک واجب ہے جب تک اس امانت ایزدی کا امین ہے، اور اگر اسکے قدم اس شاہراہ سے ہٹ گئے تو رعایا سے اُس کی اطاعت کا فرض فوراً ساقط ہوجاتا ہو، کنفوشس نے اس خیال کو قایم رکھا اور اس کے جانشین منیشیس نے اسے بہت تقویت دیدی ۔ یہانتک کہ اسکے نقطہ خیال سے ایک گمراہ و بدکردار فرمانروا کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا بالکل جائز ہے یہ عقیدہ صرف کتابون تک محدود نہین رہا، بلکہ اسکا عملی اثر یہ ہوا کہ چین مین کنفوشس کے بعد بیسیون مرتبہ انقلاب حکومت ہوا اور جب انقلاب ہوا، ہمیشہ انقلابیون نے اپنے طرز عمل کے جواز کے لیے، کنفوشس ہی کی تعلیمات سے استناد کیا ۔

فرمانروا کو چاہیے تو یہ کہ خود ہی حکیم ہو، لیکن حکیم کے مرتبہ پر پہونچنا ہر شخص کے بس کی بات نہین، یہ مرتبہ نہ حاصل ہوسکے تو کم از کم یہ کرے کہ اپنے تئین کسی حکیم کے ہاتھ مین دیدے، حکیم کی زندگی اعتدال کی تصویر ہوتی ہے، متانت و سنجیدگی، حلم و انکسار، شفقت و محبت، خلوص و صداقت فیاضی و عالی ہمتی، یہ سب ایک اعتدال کے ساتھ اسکے ذات مین جمع ہوتی ہین ۔ اعتدال اصلی جوہر لطیف ہو جس شے مین اس جوہر کی آمیزش نہین وہ بجاے مفید ہونے کے مضر ہے، ادب و تعلیم مین اگر اعتدال نہین، تو نرا تکلف ہوجاتا ہو، احتیاط مین بے اعتدالی ہوگئی تو بزدلی ہے ۔ جرات مین اعتدال ملحوظ نہ رہا تو اسکے ڈانڈے گستاخی سے مل گئے، راست گوئی حدود اعتدال سے متجاوز نہ ہوگئی تو دریدہ دہنی کہی جاے گی حکیم جس کی زندگی اعتدال و عدل حقیقی کا نمونہ ہوتی ہو، فرمانروا کو بھی

پابند اخلاق رکھیگا،

کنفوشس کے نظام فلسفہ مین بادشاہ کے لیے جو اوصاف خمسہ لازمی ہین اُن کا ذکر ہو چکا۔ اِن کے علاوہ وہ پانچ چیزون کو بطور راس الفضائل یا تمام نیکیون کے جڑ کے رکھتا ہے، جن کی پابندی راعی و رعایا دونون پر یکسان واجب ہے اور جن کے ملحوظ رکھنے سے ملک مین کسی قسم کے شور و شر کا اندیشہ نہین ہو سکتا۔ یہ فضائل پنجگانہ حسب ذیل ہین :۔

(۱) انسانیت یعنے، ہر انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ ہمدردی ہونا بلا تفریق ملت و قوم۔

(۲) عدل۔ یعنے بلا رو رعایت ہر شخص کو اُسکے حق کے مطابق دینا :۔

(۳) پابندی رسوم۔ جو شخص جس جماعت کے درمیان پیدا ہوتا ہے، اسکی جانب سے اسپر رسم و رواج کی بعض پابندیان ضرور عاید رہتی ہین، انھین ملحوظ رکھنا ہیئت اجتماعیہ کی قیام و بقا کے لیے لازمی ہے

(۴) راست بازی، یعنی قولی و عملی دیانتداری :۔

(۵) خلوص،

راعی و رعایا کو ایک دوسرے سے وہ رشتہ رکھنا چاہیے جو والدین اور اُن کی اولاد مین ہوتا ہے، فرمانروا اگر رعایا پرور ہے، تو یہ تعلق لازمی طور پر قایم ہو جائے گا، موجودہ دور کے حکمران کنفوشس کے ان اقوال و نصایح سے کافی سبق لے سکتے ہین۔

آخر مین اِس حکیم کے چند مقولہ درج کیے جاتے ہین، جن سے معلوم ہو گا کہ اسکا معیار اخلاق کسقدر بلند تھا اور وہ معاشرت و سیاسیات کو کس زاویہ نگاہ سے دیکھنا چاہتا تھا،

،، عام اِنسان اُن چیزون کی سیر مین رہتے ہین جو خارج مین ہین، مرد بزرگ صرف اُنھین چیزون کی جستجو کرتا ہے، جو اسکے نفس مین موجود ہین ،،

،، مرد بزرگ خود دار ہوتا ہے لیکن زود رنج نہین ہوتا، لوگون سے میل جول کرتا ہے۔ مگر کسی ایک فریق کا ہو کر رہ نہین جاتا، وہ انسان کے مرتبہ کا اندازہ اسکے الفاظ سے نہین، اعمال سے کرتا ہے، اور کسی دانائی کی بات سے اسلیے بے التفاتی نہین کرتا، کہ وہ نادان کی زبان سے نکلی ہے،،

،، مفلس جو خوشامد پر آمادہ نہین ہوتا۔ اور امیر جو مغرور نہین ہوتا، یہ دونون ہی غنیمت

ہین، اگرچہ دونون بہت خرد تر ہین، اُس مفلس کے مقابلہ مین جو خندہ پیشانی رہتا ہی، اور اُس امیر کے مقابلہ مین جو آداب معاشرت ملحوظ رکھتا ہی"

"علم بغیر عقل کے لاحاصل ہے، عقل بغیر علم کے خطرناک ہی"

"ادب و انشا کی غایت صرف اسقدر ہے کہ جو ہمارا مفہوم ہے اُسے ادا کر سکین"

"اسراف سے تمرد و طغیان پیدا ہوتا ہی، اور بخل سے دنارت، تمرد و طغیان کے مقابلہ مین دنارت یقیناً بہتر ہے"

"انسان اصول کو وسعت دے سکتا ہی، اصول انسان کو وسعت نہین دے سکتے"

"شیر سے بڑھکر ظالم و جابر حکومت کی ہیبت دلون پر طاری رہتی ہی"

عبد الماجد

اچھے آدمیون کا حال کپاس اور صنوبر کے درخت کا سا ہوتا ہی کہ وہ پرائے واسطے سینکڑون مصیبتین اپنے سر پر لیتے ہین اور آخر کو اُسی مین ہلاک ہو جاتے ہین - بُرے آدمیون کا حال سن کے درخت کے مانند ہی کہ وہ رسّی بنکر اورون کے باندھنے کے واسطے کھال کھنچواتا ہی وہ چوہون اور سانپ کی طرح پرایا نقصان ہی کیا کرتا ہی گو اس سے اسکا کوئی مطلب نہ نکلے اور اورون کی بربادی کے خیال مین خود بھی برباد ہو جائے، جیسے پالا اور اولا کھیت کو مٹا کر خود مٹجاتے ہین - بدکار دمدار ستارہ کی طرح طلوع ہونے سے نحس ہوتے ہین - نیکوکار چاند سورج کی طرح طلوع ہو کر سکھ اور آرام پہنچاتے ہین، دُنیا مین کوئی ثواب اِس سے زیادہ نہین کہ آدمی اورون کو سکھ دے کوئی گناہ و عذاب اسکے برابر نہین کہ اورون کو دکھ پہنچائے، نیک آدمی پرائے دُکھ سے ایسے ہی گُھلتے ہین، جیسے کہ مکھن اپنی گرمی سے آپ گُھلتا ہے، جو سب کا بھلا کرتا ہی - وہ دکھ کیسے پا سکتا ہی،

جدید صنعتی دور کے پیشرو

پروفیسر جوینس اقتصادیات کے یونیورسٹی پروفیسر الہ آباد پروفیسر بالکرشن دگورکل کانگڑی، کی کتاب "ہندوستان کا صنعتی زوال" پر ریویو کرتے ہوئے لکھتے ہین کہ ہندوستان کبھی بھی صنعتی معاملات مین عروج پر نہ تھا - موجودہ حالات کو دیکھکر اکثر غیر ملکی جن کو ہندوستان کی تاریخ اور تہذیب کا علم نہین ہے، یہی راے قایم کر لیتے ہین مگر صنعتی کمیشن کی رپورٹ پر پنڈت مدن موہن صاحب مالوی نے جو نوٹ لکھا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ابھی زیادہ عرصہ نہین ہوا جب ہندوستان صنعتی معاملات مین سب سے بڑھا چڑھا تھا - اور یہان کی مصنوعات کل یورپ (جس مین انگلستان بھی شامل ہے) برابر جاتے تھے - مگر جب سے یورپ مین نیا صنعتی دور شروع ہوا اور بھاپ کی طاقت اور مشینون سے کام ہونے لگا، یورپ مین صنعتی طریقون کی کایا پلٹ ہوگئی، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یورپ مین صنعتی انقلاب انگلستان سے شروع ہوا تھا اور اس کی تاریخ سنہ ۱۷۶۰ء ہے - اس انقلاب نے تجارت صنعت وحرفت اور زراعت سب پر اثر ڈالا اور رفتہ رفتہ وہ تبدیلیان ہونے لگین جنھون نے انگلستان کو ایک صنعتی ملک بنا دیا اور مقابلہ مین اُسکا سربلند رکھا - ہندوستان کے صنعتی زوال کی یہ پہلی وجہ ہے کہ ہمارے یہان اس انقلاب کا کوئی اثر نہین ہوا اور ہم وہی پرانے طریقے برتا کیے جو مدتون سے چلے آتے تھے - دوسری وجہ جس نے صنعتی زوال کی رفتار کو اور تیز کر دیا یہ ہے کہ ملک پولیٹیکل حیثیت سے برٹش اقتدار مین آگیا - ایسٹ انڈیا کمپنی نے جو کارروائیان کین اور برٹش گورنمنٹ نے اپنے ملک مین ہندوستانی مال پر جو بندشین عاید کین اُن کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستان خام پیداوار پیدا کرنے اور اُس کو برآمد کرکے اپنی ضروریات درآمد کی ہوئی اشیا سے پوری کرنے کا عادی ہوگیا - سال بسال صنعتون کو زوال ہوتا گیا اور باشندگان کھیتی باڑی پر ڈھلنے لگے، مردم شماری کی رپورٹ یہ ظاہر کرتی ہے، کہ گذشتہ مردم ثماری سے ہندوستان کی زراعت پیشہ آبادی کا تناسب بڑھگیا ہے - سنہ ۱۸۹۱ء مین زراعت پیشہ آبادی ۶۲ فیصدی تھی سنہ ۱۹۰۱ء مین ۶۸ فیصدی ہوگئی اور سنہ ۱۹۱۱ء مین

۳۷½ فیصدی یہ حال تو برٹش ہندوستان کا ہوا - دیسی ریاستوں کے آنکھیں تین - سالون کے اعداد ۲۹ء۰۶۶ [illegible] اور ۸ء۶ فیصدی ہین ، بہرحال ملک کا صنعتی زوال اعداد ذیل سے بخوبی ثابت ہوتا ہے ،

سنہ ۱۹۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق دس برس مین شہری آبادی صرف ۱۰۷ فیصدی بڑھی - کل آبادی ۶۲،۶ فیصدی اور دیہی آبادی ۱۶،۷ فیصدی مگر زراعتی آبادی مین ۱۴۲،۸ فیصدی کا اضافہ ہوا الغرض ہماری صنعتون کو زوال ہوا اور ہم نے صنعتی انقلاب سے کوئی مدد نہ لی - نہ مشین کے کام کو سیکھا - نہ بھاپ کے استعمال کو جانا - بلکہ اپنے پرانے ڈھرے پر چلے گئے - مگر صنعتی انقلاب باوجود اسکے کہ ہم نے اسکا خیر مقدم نہین کیا - بے بلائے مہمان کی طرح ہمارے درمیان آموجود ہوا - اور ملک مین یورپ کے نمونے پر کارخانے فیکٹریان قائم ہونے لگین اور بھاپ اور مشین کے ذریعہ کام ہونے لگا - بنگال مین جوٹ کی صنعت قایم ہوگئی - پارچہ بافی کی صنعت کو بمبئی پریسیڈنسی مین فروغ حاصل ہوا ، بنگال و بہار مین کانکنی جاری ہوگئی اور کوئلہ اور دیگر معدنیات نکل نکل کر یورپ کے کارخانون کو جانے اور وہان کے مالکان صنعت کو مالا مال کرنے لگین اسی طرح اور چھوٹی بڑی صنعتین قایم ہوئین - مگر سوائے پارچہ بافی کے اور سب غیر ملک والون کے ہاتھ مین رہین - اور ان سب مین ہمارے لئے صرف مزدوری پڑی جس سے چند لاکھ نفوس اپنا پیٹ بھر سکنے لگے - سودیشی کا نیا دور شروع ہوا - مگر اسکو بھی کامیابی نہ ہوئی - گو اس سے اہل ملک کو اچھا سبق ضرور ملا ، بنیادی کام ہی ہوا تھا کہ لڑائی چھڑ گئی اس سے بڑی امیدین بندھین ، مگر جہان گورنمنٹ کی مدد تھی اور چند ایسی مثالون مین جن مین سرکاری مدد تھی کامیابی ہوئی - اور باقی کے لیے ”نہ ساون ہرے نہ بھادون“ ، کی مثل صادق آئی -

اس نئے صنعتی دور مین پارسیون نے کسی حد تک پیشقدمی کی اور پارچہ بافی کی بنیاد سنہ ۱۸۶۰ء کے پیشتر رکھی گئی - مگر در اصل یہ کوئی پیش روی نہ تھی - کیونکہ بغیر سائنس و علم کیمیا کی تعلیم - دھاتون کے گلانے ، ڈھالنے اور مشین کے پرزے بنانے کے فن کے جدید نمونے پر صنعتین قایم ہو کر ترقی نہین کر سکتی ہین -

اس دور جدید مین صنعتون کو چلانے کیلیے حسب ذیل باتون کی ضرورت ہے :-

۱- خام پیداوار
۲- کام کرنے والے آدمی
۳- سرمایہ-
۴- انتظام کرنے والے آدمی-
۵- طاقت جس سے کام ہو سکے،

ہمارے یہان خام پیداوار بہت اور مختلف قسم کی ہو- مگر اُسکی ماہیت سے لوگ واقف نہین ہین- اِن چیزون کو معلومات جدید کی روشنی مین کسی نے جانچا نہین اور نہ ریسرچ کرنے والے ہندستانی بھی ایسے پیدا نہین ہوے جو یہ بتلا سکتے کہ فلان چیز بنانے کے لیے فلان فلان خام پیداوار موزون ہے اور یہ کام بغیر سائنس کی تعلیم اور تجربہ کے نہین ہو سکتا- گو اسکا آغاز گورنمنٹ کی طرف سے ہوا ہے مگر ابھی تک اصلی معنون مین ہندوستانی کام کرنے والے نہین ہین- مزدور پیشہ بہت ہین- مگر انکو تربیت حاصل نہین ہوئی اسوجہ سے ان کا کام بمقابلہ دوسرے ممالک کے بہت کم ہوتا ہے- تیسرے سرمایہ کی بھی کمی ہے- تو ابھی کے جلد رفع ہونے کی اُمید ہوتی ہے چوتھے انتظام کرنے والون کی بھی از حد کمی ہے- انتظام کرنے والون کے لیے محض معمولی تعلیم کافی نہین ہے- ان کو چیزون کی ماہیت اور انسانی نیچر کا علم ہونا چاہیے- تاکہ مزدورون سے اچھی طرح کام لے سکین- اِن مین اعتماد پیدا کر سکین- ان کا کیرکٹر بنا سکین اُن کو تجارت اور اسکے راستون کا علم ہونا چاہیے اور بیرونی اور بین الاقوامی تجارت کے اصولون سے واقفیت ہونا چاہیے- ان کو مالی انتظامات کے اصولون کی ماہیت بھی ضروری ہے غرض اِن کو علوم اقتصادیات کے ہر شعبہ اور شاخ کا ماہر ہونا چاہیے- پانچوین طاقت کی ضرورت ہو- یہ طاقت آجکل بھاپ پانی- یا بجلی یا تیل سے پیدا کی جاتی ہے- ان کے متعلق سائنسیون کا علم اہل ملک کے لیے بہت ضروری ہے ہم کو آلات اور مشینین بنانا بھی معلوم ہونا چاہیے جنکی ذریعے نیچر کی قوتون سے مذکورہ صنعتین چلائی جا سکین بہرنوع جدید معنون مین صنعتی ترقی کے لیے ہر قسم کے علم و فن کی ضرورت ہے- اگر ہمنے تھوڑا بہت سیکھ کر اور باہر سے مشینین منگوا کر اور باہر کے تجربہ سے مدد لے کر کچھ کام جاری بھی کیا- تو کچھ زیادہ فائدہ نہین ہو سکتا ہو- بلکہ ہر وقت ناموافق حالات ہونے پر کل کام کے

یکدم رک جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ مثلاً ممکن ہو کہ دیگر ممالک سے مشینین نہ ملین جیسا کہ جنگ
لڑائی مین ہوا ہے۔ اس وجہ سے ہماری صنعتی ترقی بہت کچھ رک بھی گئی۔ اگر مال اور مشینین
ہوتین تو ہندوستان مین جہاز سازی کی صنعت قایم ہو جاتی اور دیگر قائم شدہ صنعتون مین
بھی ترقی ہوتی۔ پھر صنعتی معاملات مین ہر ملک کے حالات جداگانہ ہین۔ اور ایک ملک کا
تجربہ دوسرے کے لیے بہت کار آمد نہین ہوتا۔ اسکا سبق ہم کو سودیشی تحریک کی ناکامیابی
سے مل چکا ہے۔ جاپان اور دیگر ممالک سے صنعتین سیکھکر طالبعلم آئے مگر مختلف حالات کی وجہ سے پورے
طور پر اپنے علم کا فائدہ نہ اٹھا سکے اور بہت سی نئی صنعتین جن کی بنیاد رکھی گئی ناکام رہین
غرض تکمیل علم و فن کے بغیر صنعتی ترقی نہین ہو سکتی اصلی ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ
وقت پر ایجاد و اختراع کا مادہ بھی ہونا چاہیے اور مشکلات کو حل کرنے کے لیے خواہ ذرائع
ہون یا نہ ہون قابلیت ضروری ہے

درحقیقت صنعتی ترقی کے لیے سب سے زیادہ ضروری قوت کا پیدا کر سکنا اور اسکے استعمال
کے مختلف ذرایع دریافت کرنا ہے۔ اسمین مشینون کے بنانے کا سوال بھی ہے مشینین بنانے
اور چلانے مین دو چیزون کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ ایک لوہا اسپات اور دوسرے کوئلہ
ہندوستان مین کچا لوہا بہت ہے اور کوئلہ کی بھی کمی نہین مگر ضرورت یہ ہے کہ لوہے کو پگھلا کے اسپات
بنایا جاے اور پھر اس کی مشینین ڈھالی جائین اور اُن سے ملکی پیداوار سے فائدہ اٹھایا جاے
درحقیقت ملک کے بیش بہا ذرایع سے جو کوڑیون کے مول دیگر ممالک کو چلے جاتے ہین کل قوم دولتمند
بن سکتی ہے۔

اس مسئلہ کو ٹاٹا کمپنی نے حل کیا ہے جن کا لوہے اور اسپات کا مشہور کارخانہ مقام ساکچی
صوبہ بہار مین ہے اس کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹاٹا کا خاندان نئے صنعتی دور کے زبردست
پیشرو ہین۔ جہان یہ کارخانہ قایم ہے وہان پہلے جنگل تھا۔ مگر یہ مقام اس کارخانے کے لیے
نہایت موزون ہے ٹاٹا کمپنی کو سرمایہ کی کمی تو کبھی محسوس ہی نہین ہوئی مگر سب سے بڑی بات یہ ہوئی
کہ اسکے مالکان اور منیجران اور ڈائرکٹران کبھی گھبرائے نہین اور ان کا پاے استقلال کبھی ڈگمگانے
نہین پایا۔ جو جو مشکلات پیش آئے اُنھون نے پامردی سے اُن کا مقابلہ کیا۔ اور ہمت و

و استقلال سے انھین حل کیا پیشرو مین اِن خصوصیات کا ہونا ضروری ہی، یہی باتین درصل کامیابی کی کنجیان ہین۔

تاتا کمپنی کا اب ارادہ ہی کہ سات کروڑ کے زائد سرمایہ سے کارخانہ کو ترقی دیجاے۔ اسکے متعلق کام بھی شروع کر دیا گیا ہے گورنمنٹ نے سات کروڑ روپیہ کے غیر حصص جاری کرنے کی اجازت دیدی ہی اس اضافہ اور ترقی سے لوہے اور اسپات کی پیداوار مین پانچ گنی ترقی ہوجاے گی تاہم کل پیداوار کی مقدار پندرہ لاکھ ٹن ہی ہوگی۔ انگلستان مین لوہے کی پیداوار نوے لاکھ ٹن ہے جرمنی مین ایک کروڑ اسی لاکھ ٹن ہے اور امریکہ مین ۱۹۱۴ء مین تین کروڑ ٹن تھی ہندوستان مین دھات کی چیزین ۳۵ کروڑ روپیہ کی آتی ہین پچھلے سال تاتا کمپنی نے صرف ڈھائی کروڑ کا مال بنایا تھا مجوزہ ترقی ہوجانے پر کم سے کم ایک تہائی قیمت کا مال ہندوستان ہی مین بننے لگا۔

صنعتی پیشروی مین پیش بینی کی سخت ضرورت رہتی ہی اور مندرجہ ذیل بیان سے اسکا حال کھلتا ہی

تاتا کے کارخانے کو ترقی دینے کے لیے ساکچی کے ارد گرد گیارہ مربع میل زمین لی گئی تھی تاکہ یہان دوسری صنعتین بھی قایم ہوسکین جن کے لیے لوہا اور اسپات کی ضرورت ہوتی ہے ان صنعتون کے کچھ انگریزی اور کچھ ہندوستانی کارخانے قایم ہون گے۔ خط و کتابت اور شرائط مکمل ہوچکے ہین اب ٹاٹا کے کارخانہ مین نئی بھٹیان اور نئی نئی مشینین لگین گی جنسے لوہے کے تار چادرین اور دیگر قسم کا مال تیار ہوسکیگا جن کی دوسری صنعتون کو جو قایم ہونے جارہی ہین ضرورت ہوگی۔ یہ نئی صنعتین قلعیدار تار اور لوہے کی چادرین۔ گندھک کا تیزاب جستہ چاے اور جوٹ کے کارخانون کے لیے مشینری۔ زرعتی اوزار۔ اسپات کے نل۔ کیمیائی اور عمارتی چیزین بنائین گی۔ بجلی کے لیے مشینری ریل گاڑیان۔ مشینون کے آلات اور پرزے اور انجنیری کے متعلق تمام قسم کی چیزین بنانے کے لیے صنعتون کے قایم کرنے کا بندوبست ہورہا ہے یہ سب صنعتین جو قایم ہون گی محض ٹاٹا کے کارخانے کے لوہے اور اسپات کو کام مین لائین گی۔ اس کارخانہ مین جب

جب چادرین ڈھلنے لگین گی تو ریل گاڑیون اور جہاز سازی کی صنعت کی بنیاد مضبوط ہو جائے گی۔

صنعتی پیشقدمی کی یہ ایک سچی داستان ہی جس مین مالکان کا استقلال۔ مشکلات پر جرأت کے ساتھ عبور۔ عمدہ انتظام۔ کافی سرمایہ۔ تربیت یافتہ کارکن۔ پیش بینی۔ اور سرکاری مدد سب ہی شامل ہین۔ اب ایک دوسری داستان پر غور کیجیے۔ اور بنگالی دماغ کی داد دیجیے۔

بنگال کیمیکل اور فارماسیوٹیکل ورکس نے ہندوستانی ذہانت اور علمی تربیت کی قابلیت کا اظہار کیا ہے جس سے ہندوستان کی صنعتی ترقی ہوسکتی ہو اس عظیم الشان کارخانہ مین گورنمنٹ کی مدد بالکل نہین شامل ہے اور نہ اُس مین ان پرشوق بے عمل انسانون کی مدد ہے جن کے پاس صنعت و تجارت کی ترقی کے متعلق خیالات کی نسبت دیے زیادہ ہر بانیان کارخانہ نے جو کارنمایان کیے ہین اُس مین محض اُن کی ذاتی کوشش فطرتی جدت اور مشکلات پر فتح پانے کی قابلیت شامل ہے۔ اس کے مفصل حالات کلکتہ کے رسالہ بزنس مین شایع ہوے ہین جو نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہین،

منیجر کے سر پر جو غیر معمولی طور پر خوبصورت پنکھا چل رہا تھا اسکی بابت سوال کے جواب مین منیجر نے کہا کہ الکٹرک کمپنی نے ہم کو بجلی کی قوت دینے سے انکار کیا اور ہم کو پنکھے کی سخت ضرورت تھی اس لیے ہم نے یہ خود بنالیا یہ پنکھا دھیل کا ہی اور ایک چرخی اور ڈورے کی مدد سے چلتا ہی اور خوب ہوا دیتا ہے یہ پنکھا ورکس کا ایک نمونہ ہے ان کاریگرون کو کوئی چیز بے دل نہین کرتی اُن کو معلوم ہے کہ اُن کی ضرورتین کیا ہین اور کسی نہ کسی طرح وہ ان کو پورا کرلیتے ہین رکاوٹون پر عبور پانے کی ان مین خاص قابلیت ہے بنگال کیمیکل اور فارماسیوٹیکل ورکس چند آدمیون کی ذہانت اور خداداد قابلیت اور حوصلہ مندی کی یادگار ہین جنھون نے ان باتون کو عمل مین لانے کا تہیہ کرلیا ہے جس کی بابت دوسرے خواب دیکھتے ہین یا محض بات چیت کرتے ہین اس کارخانہ کے روح رواں عالی دماغ ڈاکٹر پی۔ سی۔ رے ہین جنھون نے خواب دیکھے اور اب اُن کو عملی طور پر سچ کرکے

دکھا رہے ہین

سب سے پہلی بات جو کسی کی توجہ اپنی طرف کھینچتی ہے عمارتون کی صفائی ہے قطار در قطار صاف ستھری عمارتون کے اوپر دو دلکش مینار ہین جن سے اندر کی مصروفیت کا پتہ چلتا ہے ارد گرد کی ہر چیز اتنی صاف اور ستھری ہے کہ کہین گرد اور دھبہ کا نام تک نہین۔ اسکو دیکھکر یہ نہین معلوم ہوتا کہ ان عمارتون کے اندر لگاتار کام ہو رہا ہے کیونکہ فیکٹریاں اور کارخانون کی بابت خیال یہ ہوتا ہے کہ کالک دھوان اور تارکول ہر طرف چھایا ہوا ہے اور میلے کچیلے آدمی میلے کپڑے پہنے میلے ہاتھون سے کام کرتے ہین جن کے چہرے تک گرد اور دھوین سے سیاہ ہو گئے ہین۔

بنگال کیمکل اور فارماسیوٹیکل ورکس کی فیکٹری اور فیکٹریون کی طرح نہین ہے مشینری یہان بھی ہے اور بہت مگر ویسی مشینین نہین ہین جیسی کہ سب جگہ دیکھ پڑتی ہین، بہت سی مخصوص مشینری یہین ایجاد ہوئی ہے اور یہین بنائی گئی ہے تاکہ کمپنی کی ضرورتون اور مقاصد کے عین مناسب ہو مثلاً لیڈ چیمبر یعنے سیسہ جڑا ہوا کمرہ - یہ نہ ملک مین خریدا گیا ہے اور نہ باہر سے منگوا گیا ہے بلکہ کارخانہ ہی کے کام کرنے والون نے اسکا نقشہ بنایا ہے اور اسے تیار کیا ہے گو کام کرنے والے انجنیر نہین ہین مگر انھون نے اسکو اتنی عمدگی اور کامیابی سے بنایا ہے کہ آج وہ ملک مین سب سے بڑی گندھک کا تیزاب بنانے والے ہین اِس مین محض انجنیری کا مسئلہ حائل نہ تھا۔ بلکہ مشکل یہ تھی کہ سیسہ چڑھی ہوئی لوہے کی چادرین ملک مین کہین نہین ملتی تھین لڑائی کی وجہ سے ممالک غیر سے اِسکا آنا ناممکن تھا اور ان کا بنانا بھی کسی کو معلوم نہ تھا، مگر اس کارخانے کے کارپردازون نے کوشش کی تجربے پر تجربے کیے ناکامیون پر ناکامیان اُٹھائین مگر ہمت نہ ہاری اور آخر کار ان کے استقلال اور ذکاوت اور حکمت نے کامیابی کا منہ دکھلایا۔ انھون نے سیسہ چڑھی ہوئی لوہے کی چادرین بنائین اور یہ اچھی بنین۔ تب دقت یہ درپیش ہوئی کہ اُن کا چیمبر کیونکر بنایا جائے۔ اور ان کو رانجنا اور جھالنا ناممکن سا معلوم ہوا کیونکہ گندھک کا تیزاب جوڑون کو کھا جاتا تھا تب اُنھون نے ایک خاص طریقہ دریافت کیا جس سے

وہ چادرون کو گرم کرکے جوڑ ملاتے ہین - آج وہ لوہے کی چادرون پر سیسہ چڑھانے مین ماہر کامل ہین - اور خوب جوڑ ملاتے ہین اسی کی بدولت وہ فائر ننگ اور آگ بجھانے والے سامان بنانے کے قابل ہوے ہین اور گورنمنٹ کو ان کی سپلائی بہم پہونچا رہے ہین وہ ایسے طریقہ سوچ رہے ہین جن سے اُن چیزون کی مانگ پوری ہو سکے - اسوقت بھی گورنمنٹ فی ہفتہ پانچسو دستی آگ بجھانے والے خرید کر رہی ہے -

مشینون کے معاملہ مین سب سے زبردست کام جو اس کارخانہ نے اس لڑائی مین کیا ہے وہ گورنمنٹ کو پٹیان اور دواجذب کی ہوئی روئی کا بہم پہونچانا ہے یہ چیزین مشینون کے ذریعہ دبا کر پیک کی جاتی ہین اُنھون نے کم سے کم چار نئی مشینین اس کام کے لیے ایجاد کی ہین اور ایک انگلستان کی مشین کو اور ترقی دی ہے - ڈھائی گز لمبا اور چھتیس انچ چوڑا کپڑا ایک پیکٹ مین اسطرح دبایا جاتا ہے کہ اسکا سائز ۲ ۵/۸ × ۱ ۵/۸ × ۱ ۱/۲ انچ ہو جاتا ہے اور یہ اتنا سخت ہوتا ہے کہ صلیب سُرخ کے آدمی اسکو دشمن کے خلاف بطور گولی استعمال کر سکتے ہین پٹیان بنانا اور روئی کو دواون مین تر کرنا آسان کام ہے مگر ان کو دبانا اور پیک کرنا مشکل کام تھا، بنگال کیمیکل اور فارماسیوٹیکل ورکس ضروری مشینین خرید کرنے کے واسطے تیار تھے لیکن بازار مین ان کا ملنا ناممکن تھا پیکنگ مشین اُنھون نے نہین دیکھی تھی اور نہ اُن کو معلوم تھا کہ یہ کیسی ہوتی ہے اُن کو گورنمنٹ آرڈر سپلائی کرنا تھا اور یہ ضروری تھا کہ کام عمدہ ہو پس اُنھون نے اپنی جدت کو زور دیا اور پیکنگ مشین معہ کل لوازمات اور طریقہ پیکنگ کے اپنے کارخانے مین بنا لی لڑائی مین جو مرہم پٹی کے کام کیلیے چیزین جاتی ہین اُن کے پیک کرنے کا طریقہ معمولی طریقہ سے مختلف ہوتا ہے یہ خاص طریقہ بظاہر آسان ہے مگر خیالات کو ایک خاص قسم کے لوہے اور اسپات کی شکل مین قایم کرنا اور پھر کل کام کرنے کے لیے مشین بنانا آسان نہین اُنھون نے مناسب لمبائی کی پٹیان کاٹنے کے لیے ایک دھات کے ٹکڑے کاٹنے والی مشین لی اور اسکو خود بخود چلنے والی پٹیان کاٹنے والی مشین مین تبدیل کر دیا اُنھون نے معمولی تیل کے پیپون سے اُن چیزون کا کام لیا جن مین روئی دواؤن سے تر کی جاتی ہے اور معمولی اسپات کے ٹکڑون اور پیچون سے دبانیوالی

مشین بنالی اسیطرح کل فیکٹری ایسی مشینون سے پُر ہے جو عملی طور پر یہان ایجاد ہوئی ہین - ہم کہہ چکے ہین کہ بنگال کیمیکل اور فارماسیوٹیکل ورکس کو گورنمنٹ سے مدد نہین ملی بلکہ کل کام اس مثل پر چلا ہے کہ ضرورت ایجاد کی مان ہو ایسے ہی اشخاص صنعتی ترقی کے بانی مبانی کہے جاسکتے ہین بغیر ایسے دُھن کے پکے - دماغ کے ذکی اور مشکلات کو حل کرنے والے کام کرنے والون کے ہندوستان کی صنعتی ترقی ہونا ناممکن ہے ہندوستان کا کیا کسی ملک مین ان کے بغیر صنعتی ترقی نہین ہوسکتی - انگلستان امریکہ جاپان جرمنی اور دیگر صنعتی ممالک مین اسیطرح کام ہوا ہے اور ہو رہا ہے یہان پر اسکی دو ایک مثالین بموقع نہ ہون گی

لڑائی کے آغاز مین انگلستان اور فرانس کے پاس آلات حرب و ضرب بہت کم ترقی شدہ تھے ہوائی جہازون مین اور تحت البحرون مین بھی ترقی نہ ہوئی تھی انگلستان مین ان کے کارخانے ایک ہی دو ہون گے مگر لڑائی کے شروع ہوتے ہی کل قوم کی توجہ اسطرف راغب ہوگئی اور ہر شعبہ جنگ مین اتنی ترقی ہوئی جو صلح کے زمانہ مین ایک عرصہ دراز مین بھی نہ ہوتی خصوصاً ہوائی جہازون مین جن سے اب زمانہ امن مین رسل و رسائل کا کام لیا جائیگا انگلستان کی صرف ایک ایجاد ٹینک نے بہت کچھ کام دیا یہ وہ جنگی موٹر ہے جسپر گولہ اثر نہین کرتا - اسیطرح لڑائی کی وجہ سے جرمنی سے رنگ کا باہر جانا موقوف ہوگیا انگلستان کے ماہران سائنس نے اس کی طرف توجہ مبذول کی اور اب وہ جرمنی کا محتاج نہین رہیگا - اسیطرح اور بہت سی چیزون کا حال ہے امریکہ مین تیل کے تالابون مین آگ لگجاتی ہے ایک ماہر سائنس نے ایسی ایجاد کی اور تالاب مین ایک ایسا آلہ لگا دیا کہ وہ آلہ خود بخود کام کرنے لگتا ہو اور ایسی گیس چھوڑتا ہے کہ دم کے دم مین آگ بجھ جاتی ہو اور ہزار مین ایک سن کا بھی نقصان نہین ہونے پاتا جسوقت امریکہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کیا تھا - جرمنی نے دعویٰ سے کہا تھا کہ امریکہ کی فوجین جرمن آبدوزون کی بدولت میدان جنگ تک پہنچنے ہی نہ پائین گی مگر امریکہ نے اسکا ایسا انتظام کیا کہ ایک جہاز بھی ڈوبنے نہ پایا اور امریکہ کی فوجون نے میدان فرانس مین قدم رکھتے ہی پانسہ پلٹ دیا یہ انتظام بہت معقول ہیکہ فوج کے جہازون کے آگے پیچھے ایک ایک بڑا جنگی جہاز ہوتا تھا اور اسکی ہمراہی مین تیز تعاقب کرنیوالی کشتیان

چیز کہ تحت البحرون کو ڈبو دینے والی توپین چڑھی ہوتی تھین اور جنگی جہاز و نیز ہوائی جہاز ہوتے تھے یہ آگے اور پیچھے اڑتے ہوے کوسون تک سمندر مین دیکھ لیا کرتے تھے اور اگر تحت البحر کہین پر ہوتی تھی تو جنگی جہاز کو خبر کرتے تھے اور جنگی جہاز تعاقب کرنے والی کشتیون کو روانہ کرکے تحت البحر کو ختم کرا دیتے تھے یا ہوائی جہاز اوپر ہی سے بم ٹپکا کر تحت البحر کو ختم کر دیتا تھا اسکے علاوہ جہازون کے ارد گرد مصنوعی دھوین کی چادر رہتی تھی تاکہ اگر تحت البحر بچ بھی جاوے تو اسکو کہرا سا معلوم ہو ان کارروائیون سے تحت البحرونکو غارت کرکے فوجی جہاز بچا لے گئے۔

ہندوستان مین جیسا اوپر کہا گیا ہے نیا صنعتی دور اب شروع ہوا ہے اور ٹاٹا اور بنگال کے کارخانون نے کامیابی کی حیرت انگیز مثالین قایم کی ہین جنکے مطابق عمل کرکے ایک اعلیٰ پیمانہ پر ملک کی صنعتی ترقی پھر ہو سکتی ہے۔ جو شخص کہ اس صنعتی ترقی مین حصہ لینا چاہتا ہو اسکو ان دو بڑے پیشرون سے سبق لینا چاہیے اور انکا معیار سامنے رکھکر کام کرنا چاہیے

اقبال بہادر سکسینہ

"محبت بے اثر نہین رہتی۔ آجکل یا سینکڑون برس کے بعد غرض ایک دن سچائی ضرور کامیاب ہوگی اور محبت کو فتح ضرور حاصل ہوگی۔ کیا تم اپنے ابنائے جنس سے محبت رکھتے ہو؟ خدا کی تلاش مین کہان جاؤ گے؟ کیا مصیبت زدہ غریب اور محتاج خدا کے بندے نہین ہین۔ انھین کیون نہین پوچھتے ہو۔ محبت کی عالمگیر قدرت مین یقین رکھو نام و نمود کی پروا نہ کرو اگر تم مین محبت ہو تو تمھارا اثر عالمگیر ہوگا۔ اگر تم بالکل بے غرض ہو۔ تو تمھین دنیا کی کوئی طاقت نہین روک سکتی۔ اپنا طرز عمل ہی ہر جگہ کام آتا ہے۔ سمندر کی تہ مین بھی خداوند عالم اپنے بندون کا محافظ ہے۔

(سوامی ویکانند)

مسٹر حامد علیخان مرحوم

کرتا ہون آج دل سی امانت سپرد خاک
سینہ مین اب یہ رہنے کے قابل نہین رہا

مسٹر حامد علیخان حامد بیرسٹرایٹ لا اپنی علمی فضیلت۔ اخلاق تہذیب۔ سچی دوستی غمگساری اور بیشمار اوصاف انسانی کی بدولت ہندوستان سے ولایت تک ایک خاص شہرت رکھتے تھے۔ لندن مین اُن کے انگریز احباب کا حلقہ اتنا ہی وسیع تھا۔ جسقدر ہندوستان مین اُن کے ہندوستانی احباب کا۔ ہندوستان کی ہر سوسائٹی مین وہ یکسان ہردلعزیز تھے۔ ہر طبقہ کے احباب اُن کی صحبت مین عموماً دیکھے جاتے تھے۔ خصوصاً اہل کمال و اہل ہنر کے وہ عاشق زار تھے اور وہ خواہ غریب ہون یا امیر خان صاحب اُن کی خدمت کرنیسے کبھی نہین تھکتے تھے۔ چینی بازار لکھنؤ مین مرحوم کی کوٹھی مرجع خاص و عام تھی یہان ہر فن کے اہل کمال کا مجمع رہتا تھا اور یہ دیکھکر حیرت ہوتی تھی کہ ایک طرف چند شاعر بیٹھے ہین تو دوسری طرف چند ثقات اور مذہبی مجتہد بھی اور ساتھ ہی کوئی ڈاکٹر کوئی بیرسٹر کوئی جج اور کوئی کسی خاص فن مین کمال رکھنے والا شخص بھی۔ غرضکہ مرحوم کی سوسائٹی مشرقی و مغربی تہذیب کا ایک خوش آیند مجموعہ تھی اور خود ان کی طبیعت مین مشرقی و مغربی مذاق کا ایسا سمویا ہوا رنگ موجود تھا کہ دونون طبقہ کے لوگ ان کی صحبت سے محظوظ ہوتے تھے۔ اور خود بخود ان کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔ اس مین مرحوم کی خوش اخلاقی اور خالص دوستی و غمگساری کو سب سے بڑا دخل تھا۔ غمگساری کا لفظ مین نے اسلیے استعمال کیا ہے کہ خان صاحب کی طبیعت قدرتاً ہمدرد واقع ہوئی تھی اور دوسرون کی تکلیف و مصیبت رفع کرنے کا جو زبردست رجحان اُن مین پایا گیا وہ دُنیا مین معدودے چند اصحاب کے سوا عام طور پر نہین پایا جاتا۔ ان اجمالات کی تفصیل آگے آئے گی۔

مسٹر حامد علیخان مرحوم خیر قصبہ امروہہ کے ایک نامور خاندان حکما کی یادگار تھے - عہد شاہی مین اس خاندان کو بڑا عروج حاصل تھا شمس التواریخ مین اس خاندان کے حالات با تفصیل درج ہین - عہد انگریزی مین بھی آپکے بزرگونکو اچھا عروج حاصل رہا - آپکے والد ماجد حکیم محمد امجد علیخان مرحوم ان صوبجات کے نامور ڈپٹی کلکٹر تھے - حامد علیخان صاحب کی تعلیم و تربیت لکھنؤ مین ہوئی تھی جسے آپنے اپنا وطن بنا لیا تھا - اور بالآخر یہین پیوند خاک ہوئے - آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت ہندوستان کے قدیم شرفا کے اصول پر ہوئی تھی جس مین اخلاق و آداب راستی و صداقت ہمدردی و مروت کو بہت بڑا دخل تھا -

عربی و فارسی زبانون کی تحصیل کے بعد آپنے انگریزی زبان کی تعلیم حاصل کی اور کیننگ کالج لکھنؤ کے نہایت ممتاز طلبا مین شمار کیے جاتے تھے - مسٹر وہائٹ پرنسپل کیننگ کالج پہلے شخص تھے جنھون نے مسٹر حامد علیخان کی نسبت یہ پیشین گوئی کی تھی کہ یہ شخص ملک کے نامور لوگون مین ہوگا - بعد کو انپر ڈاکٹر سید احمد خان جیسے مردم شناس کی نظر انتخاب پڑی اور اُنھون نے صلاح دی کہ اِن کو علوم مغربیہ کی تکمیل کے لیے ولایت بھیجا جاے -

بہرنوع حامد علیخان انگلستان بھیجے گئے اور قیام ولایت کے دوران مین اُنھون نے نہ صرف امتحان بیرسٹری پاس کیا اور مڈل ٹیمپل سے سند قانونی حاصل کی بلکہ انگریزی زبان اور اُس کے علم ادب پر بھی اتنا عبور حاصل کر لیا کہ لندن کے مشہور ترین اخبارات "ڈیلی نیوز" "کرانیکل" "ڈیلی ٹیلیگراف" اور "گلوب" وغیرہ مین مضامین لکھتے رہے جنھین انگلستان کے مشاہیر اہل قلم نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے - مشہور انشا پرداز مسٹر گب اور دیگر ادبا ے انگلستان سے مرحوم نے انگریزی انشا پردازی کی تعلیم لی تھی - مسٹر گلیڈ اسٹن کی کی تقریرین سننے کے لیے پارلیمنٹ کی گیلریون مین بیٹھے رہتے تھے اور انسے پولٹیکل نکات اخذ کرتے تھے مشہور ملک الشعراے انگلستان لارڈ ٹینی سن سے انگریزی نظم کی اصلاح لیتے تھے - اور انگریزی نثر کی طرح انگریزی نظم پر بھی خان صاحب کو خاص قدرت حاصل تھی لندن سے روانہ ہونے پر آپنے "اے فیر ویل ٹو لنڈن" کے عنوان سے جو رخصتی نظم کہی تھی اُس سے آپ کے اس کمال پر صاف روشنی پڑتی ہے جو آپنے انگریزی شاعری مین حاصل کیا

تھا " دی اسٹوری آف دی سیلو۔ اینڈ دی نورتھ نگ "۔ ایک دوسری انگریزی نظم کی تصنیف سے یادگار ہے انگریزی نثر میں بھی آپنے چند مستقل کتابیں لکھی تھیں جس سے آپ کی انگریزی انشاپردازی کا اندازہ ہوتا ہے علاوہ بریں بہت سے علمی و ادبی مضامین انگریزی کے مشہور ترین اخبارات و رسائل میں لکھتے رہے اور اس زبان کے ممتاز ترین اہل قلم ملنے جاتے تھے۔

جب مسٹر حامد علیخان ولایت میں تھے تو تھوڑے عرصہ کے بعد پنڈت بشن نرائن در بھی وہاں پہونچے۔ اسی زمانہ سے اِن دونوں اصحاب میں دوستانہ مراسم اور دلی محبت کا سلسلہ جاری ہوا جو تمام عمر قایم رہا۔ خان صاحب فرطِ اُلفت سے پنڈت صاحب کو صرف "بشن" کہکر پکارتے تھے جس سے اُس دلی محبت کا پتہ لگتا تھا جو اُن دونوں مایہ ناز فرزندان ہند میں قائم تھی۔ اب ہندو مسلمانوں میں یہ سچی محبت اور خالص دوستی کبریت احمر کا حکم رکھتی ہے۔ ولایت سے واپسی پر حامد علیخان ایک عرصہ تک ہندوستان کی پولٹیکل جدوجہد میں شریک رہے اور ایک پکے کانگریس مین خیال کیے جاتے تھے۔ اُسوقت تک لکھنؤ میں پولیٹکل لائف کا ذکر تک نہ تھا۔

لیکن اِن کی اور پنڈت بشن نرائن در کی کوششوں سے بہت جلد چند ہمخیال اصحاب پیدا ہوگئے اور بابو گنگا پرشاد ورما نے اخبار ایڈوکیٹ نکالنا شروع کیا جسمیں زیادہ تر مسٹر حامد علیخان اور پنڈت بشن نرائن در ہی لکھا کرتے تھے اخبار "ہندوستانی" میں بھی خان صاحب اور پنڈت صاحب کافی مدد دیتے رہے۔ لیکن جوں جوں ہندو مسلمانوں میں پولٹیکل بیچیدگیاں بڑھتی گئیں خان صاحب پولٹیکل میدان سے کنارہ کشی کرتے گئے اور بالآخر انھوں نے اپنی تمام کوشش سوشل صلاح اور نفع رسانی خلائق تک محدود کردی۔

مسٹر حامد علیخان اپنے عہد کے نہایت ممتاز بیرسٹر تھے۔ اور تمام اعلی و ادنی جوڈیشل حکام اِن کی بدرجہ اتم عزت کرتے تھے۔ طبقہ عدالت و وکلا میں شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس سے حامد علیخان سے دوستانہ مراسم اور ربط ضبط نہ ہو۔ ان کی خوش اخلاقی، ملنساری اور راستبازی نے سب کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا اور رفتہ رفتہ اِن کے احباب کا دایرہ

ہر طبقہ مین وسیع ہوگیا یہانتک کہ بہت سے ارکان گورنمنٹ اور بعض لفٹنٹ گورنران جو بجائے خود ابھی خالص احباب کے طور پر اُن سے ملتے تھے اور اگزکیٹو حکام بھی ان کو خاص عزت کی نظر سے دیکھتے تھے جسٹس محمود اور جسٹس بدرالدین طیب جی سے لیکر زمانہ حال تک کے بڑے بڑے جوڈیشل حکام اُن کے حلقہ احباب مین شامل تھے۔ جسٹس سید کرامت حسین مرحوم اور خان صاحب مین وہ محبت تھی جو عشق کے درجہ تک پہونچی ہوئی تھی۔

جسٹس رفیق جو فی الحال الہ آباد ہائی کورٹ کے جج ہین مرحوم کے ہم سبق اور دلی دوستون مین تھے۔

جسٹس شرف الدین۔ سید حسن امام اور سر علی امام صوبہ بہار سے آپ کی ملاقات کو لکھنو آیا کرتے تھے۔ مولانا سید امداد امام صاحب جو آخر الذکر دونون نامور اصحاب کے پدر بزرگوار اور اپنے فضل وکمال کے لحاظ سے ہندوستان کے فرد کامل ہین خاص صاحب سے دلی اُنس ویگانگت رکھتے تھے اور لکھنؤ مین عموماً آپ ہی کے مہمان ہوتے تھے۔ خان صاحب کی کوٹھی مین یہ اس بے تکلفی سے رہتے تھے گویا اپنے دولت خانے پر تشریف رکھتے ہین۔ خان صاحب کو ان کی موجودگی سے وہ مسرت ہوتی تھی جسکی تشریح الفاظ کے ذریعہ سے نہین ہوسکتی۔ وہ اِن کی تشریف آوری کی اطلاع اپنے دوستون کو نہایت شوق کے ساتھ دیتے تھے اور اُن کو فخر محسوس ہوتا تھا کہ ایسا باکمال شخص اُن کے یہان مقیم ہے۔ مرزا اوج مرحوم (خلف مرزا دبیر مغفور) خان صاحب کی ملاقات کو عموماً تشریف لاتے تھے اور باوجود اپنی طبعی خودداری اور مشہور فضل وکمال کے بے تکلفی سے ملتے تھے۔ میر خورشید علی نفیس مرحوم (خلف حضرت انیس مغفور) حامد علیخان کی سخن شناسی کے اسقدر معترف تھے کہ اکثر مجلسون مین بر سر منبر کہدیتے تھے کہ مین آپکی موجودگی کو ہزارون آدمیون کے برابر سمجھتا ہون۔ میر نفیس مرحوم ایک عرصہ تک نواب قفا علی خان صاحب ساکن حسین گنج لکھنؤ کے یہان عشرہ محرم مین مرثیہ پڑھتے رہے۔ نیز ایک سالانہ مجلس دلارام کی بارہ دری مین پڑھتے تھے ان مجلسون مین ہزارہا آدمیون کا مجمع ہوتا تھا مجلس مین تل دھرنے کو کہین جگہ نہ ہوتی تھی لیکن مسٹر حامد علیخان کی آمد پر خود میر صاحب

نہایت اہتمام سے منبر کے قریب ان کو بٹھاتے تھے خاندان انیس کے دوسرے نامور اصحاب مثلاً میر علی محمد صاحب عارف اور سید پیارے صاحب رشید جن کو اب مرحوم کہتے ہوے دل مین درد ہوتا ہے خان صاحب کی اتنی ہی عزت کرتے اور محبت و تپاک سے ملتے تھے۔ اسی طرح لکھنؤ کے تمام اہل کمال آپکے گردیدہ اور آپ کی محبت و اخلاق کے معترف تھے۔ آپکے گرد اردو زبان کے شعرا کا ایک مجمع رہتا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ ان کا قدردان خان صاحب سے بڑھکر کوئی نہ تھا۔

خان صاحب کو اردو علم ادب پر کامل عبور حاصل تھا اور اردو کے سرمایۂ ناز شاعر و انشا پرداز تھے۔ آخر عمر مین مرحوم کو اردو شاعری سے بہت زیادہ دلبستگی پیدا ہوگئی تھی اور اردو زبان کی ترقی کو اپنی زندگی کا ایک مستقل مقصد قرار دیا تھا۔ اردو شعرا اور مصنفین کی دامے درمے ہر طرح مدد کرنے کو آمادہ اور ترقی اردو کی ہر کوشش مین شریک ہونے کو تیار رہتے تھے کیننگ کالج کے مشاعرون کی بنیاد زیادہ تر مرحوم ہی کی کوشش کا نتیجہ تھی اور اس کالج کے سینئر اولڈ بواے کی حیثیت سے آپ ان مشاعرون کے صدر نشین قرار دیے جاتے تھے رسالہ معیار کی خراب حالت دیکھکر آپ نے اُسکے لیے صدہا روپیہ کی کلین اور پتھر وغیرہ خرید کر دیے تھے اور ہمیشہ اُسکی مالی امداد کرتے رہے۔ معیار کے مشاعرون کو ترقی دینے کے لیے آپنے ایک بہار یہ مشاعرہ کی بنیاد ڈالی تھی جو ہر سال برسات کی فصل مین کسی پرفضا باغ مین ہوتا تھا۔ اس مشاعرہ مین نزدیک و دور کے شعرا شریک ہوتے تھے اور سب کو پرتکلف دعوت دیجاتی تھی۔ ان دعوتون کی ممتاز خصوصیت یہ تھی کہ بالتزام ہرن کے کباب مہیا کیے جاتے تھے۔ اس غرض سے ایک دو ہرن مشاعرہ سے ایک آدھ روز پہلے شکار کرکے لائے جاتے اور مشاعرہ کے روز باغ ہی مین اُن کے کباب لگائے جاتے تھے۔ علاوہ برین دوسری پرتکلف غذائین بھی ہوتی تھین اور برفاب وغیرہ کا خاص انتظام ہوتا تھا۔ ان مشاعرون کے لیے جو طرح دیجاتی تھی اسکی ردیف التزاماً "بہار" ہوتی تھی صرف قافیہ اور تقطیع بدلدیجاتی تھی شعرا خصوصیت کے ساتھ اپنی غزلون مین بہاریہ مضمون نظم کرتے تھے۔ اس قسم کا پہلا مشاعرہ منشی منظور علیخان صاحب سیر مرحوم کے باغ مین اور دوسرا

محسن باغ مین ہوا یہ دونون باغ دریاے گومتی کے اُس پار واقع ہین - افسوس کہ یہ سلسلہ جاری نہ رہا اور دو ہی سال بعد ختم ہو گیا - لیکن اسکے دو سال بعد اپریل ۱۹۱۵ء مین مرحوم نے پھر ایک دھوم دھامی مشاعرہ کیا جس کا سلسلہ تین روز تک جاری رہا - یہ مشاعرہ مرحوم نے اپنی نو تعمیر کوٹھی واقع محمین گنج کے وسیع احاطہ مین منعقد کیا تھا - اسکے لیے دو نہایت وسیع شامیانے استادہ کیے گئے تھے - اور چارون طرف قناتین لگا کر محدود کر دیا گیا تھا - اِس مشاعرے مین ہز آنر سر جیمس مسٹن سابق لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ بھی تشریف لانے والے تھے - مگر مین وقت پر ناسازی مزاج کی وجہ سے خود تشریف نہ لا سکے اور آپ کے بجاے مسٹر آر برن چیف سکرٹری گورنمنٹ صوبجات ہذا شریک مشاعرہ ہوئے تھے - آپ کے علاوہ دیگر ممتاز انگریز اور مقامی روسا بھی تشریف لائے تھے، خان صاحب نے تمام نامور شعرا کو چیف سکرٹری صاحب سے فرداً فرداً انٹروڈیوس کرایا تھا - یہ مرحوم کا ایک طبعی خاصہ تھا کہ وہ اپنے احباب و ملاقاتیون کو ہمیشہ ایک دوسرے سے متعارف کراتے رہتے تھے - پنڈت بشن نراین صاحب در بھی اس مشاعرہ مین شریک تھے - اور مرحوم نے اِس موقعہ پر ایک نہایت زوردار غزل پڑھی تھی - خود خان صاحب نے چیف سکرٹری صاحب کے سامنے ایک خیر مقدمی نظم پڑھ کے اظہار شکر گذاری کیا تھا - اِس مشاعرہ کا فوٹو بھی نہایت اہتمام سے لیا گیا تھا - شعرا کی اسقدر کثرت تھی کہ مشاعرہ دوسرے روز پھر ہوا اور اسکا سلسلہ تیسرے روز دوپہر کو ختم ہوا - افسوس کہ اب ایسی پُرلطف صحبتین لکھنو مین کبھی نہ ہون گی - اگر ہمت کر کے کوئی فیاض رئیس اس پیمانہ کے مشاعرے کرنا بھی چاہے، تو اب وہ لوگ کہان جن کی موجودگی مشاعرون کو چار چاند لگا دیتی تھی - سب سے بڑی بات یہ کہ حامد علیخان کی بے وقت موت نے شعراے لکھنؤ کے دلون کو ایسا مردہ کر دیا ہے اور اب وہ اپنی ہستی ایک بجھے ہوے چراغ سے زیادہ نہین سمجھتے - اچھے شعر کی ان سے زیادہ اچھی داد دینے والا نہ کبھی موجود تھا نہ آیندہ ہو گا -

اِن کا مذاق سخن سنجی بہت ہی ارفع تھا - عربی - فارسی - انگریزی - اور اردو کے بہترین شعرا کے کلام پر جو عبور ان کو حاصل تھا - وہ ہر ایک کا حصہ نہین - اور اِس وسیع نظر کے ساتھ اِن مین شاعرانہ بے تعصبی بھی انتہائی حد تک موجود تھی - اسکے علاوہ خود بھی نہایت

خوش فکر اور پاکیزہ خیال شاعر تھے۔ اِن وجوہ سے اچھے بُرے شعر کو جسقدر جلد یہ پرکھ لیتے تھے
ہر شخص نہین پرکھ سکتا تھا۔

اردو کو ترقی دینے کے لیے آپنے انجمن معین الادب کی بنیاد ڈالی تھی جس کی طرف سے
ایک ماہانہ مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ اسیطرح "انجمن تحفظ اردو" کے لیے بھی کوشش کی تھی جسکی
سرپرستی کے لیے صاحب عالم مرزا محمد باقر علیخان صاحب فلک ناز رئیس اعظم لکھنو کو آمادہ
کیا تھا۔ اِس انجمن کے انعقاد کے لیے ممدوح کے دولتخانہ پر ایک میٹنگ بھی ہوئی تھی جس مین
باتفاق رائے سے اِس انجمن کی صدر نشینی کے لیے حضرت رشید مرحوم کو منتخب کیا گیا تھا۔ جو اِس
جلسہ مین تشریف فرما تھے لیکن بوجوہ یہ بیل منڈھے نہ چڑھ سکی جس کی بڑی وجہ ارکان انجمن
کی سہل انگاری تھی۔ درستی مزار غالب کے لیے جو بااثر کمیٹی دہلی مین قایم ہوئی تھی مسٹر حامد علیخان
اُسکے بھی ممبر تھے۔ اور اِس کام کے لیے بڑی کوشش کرتے رہے۔ مسٹر حامد علیخان اُردو کی بعض
تصنیفات کے لیے بھی اپنی امکانی امداد دیتے رہے۔

حیات انیس اور حیات دبیر کے متعلق مرحوم نے بہت کچھ کوشش اور مدد سے کام
لیا۔ آخر الذکر تالیف کے ساتھ مرحوم کے قلم سے ایک نہایت ہی نادر مضمون "مقابلہ دبیر
و انیس" درج ہے جس سے آپ کی شاعرانہ وسیع النظری کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسیطرح اردو
کی بعض دیگر تصنیفات و تالیفات کی اشاعت کے لیے بھی کوشش و امداد کرتے رہے۔
اُردو کے بہترین اہل قلم سے تصنیف و تالیف کی تحریک کرتے رہنا بھی مرحوم کی علم دوست
طبیعت کا ایک زبردست خاصہ تھا۔ غرضکہ اردو زبان کی ترقی کی ہر ایسی کوشش مین
جو اس کو عملی فائدہ پہونچا سکے۔ مرحوم ہر وقت آمادہ رہتے تھے لیکن اردو کی اس پولیٹیکل
تحریک مین کبھی شامل نہین ہوئے جو ۱۹۰۰ء سے شروع ہوئی ہے اور جو ہندی زبان
کے خلاف ایک سیاسی مہم خیال کی گئی ہے۔ اسیطرح آپ کا دامن ان تمام پولیٹیکل تحریکات
سے پاک رہا جو ہندو مسلمانون کی سیاسی حقوق کی کشمکش پر مبنی تھین۔

حالانکہ آپ ایک پکے سچے مسلمان تھے۔ اور اپنے مذہبی عقائد و ارکان شریعت کے
نہایت سختی کے ساتھ پابند تھے۔ اس بارے مین ان کو کوئی مغربی تعلیمیافتہ ہندوستانی نہین

کہہ سکتا تھا - اُن کی معاشرت بالکل ہندوستانی طریق کی تھی - اور اسقدر روشن خیال
سہا تھا اپنے بزرگون کی پُرانی روش اور اپنے قومی مسلک کے ہزار جان سے دلدادہ
مذہباً آپ اثنا عشری تھے اور عزاداری امام علیہ السلام مین خاص انہاک تھا - آپ
یہان محرم سے چہلم تک تعزیہ داری ہوتی تھی اور یہ اُس کوارٹر مین جہان چار دن ط
ہندوستانی بیرسٹر اور انگریز اصحاب رہتے ہین - لیکن آپکے یہان سے ضریح اُسی ا
سے اٹھائی جاتی تھی جسطرح پرانے خیال کے مومنین اُٹھاتے ہین چینی بازار مین آپ
کوٹھی ایک تاریخی عمارت ہے جس مین ابوالفتح محمد علیشاہ بادشاہ او دھ حصول سلطنت
سکن گزین تھے - اس کوٹھی کے بیرونی دروازون پر بعض کتبے اتبک موجود ہین جو
کی تصدیق کرتے ہین - عہد شاہی مین یہ عمارت در دولت کے نام سے موسوم تھی جو
ایک مختصر حصہ باقی رہ گیا تھا - خانصاحب کو اس پر فخر تھا اور وہ اکثر مزاحاً فرمایا کرتے
کہ ہین " در دولت " مین رہتا ہون -

ایک مصنف کی حیثیت سے بھی حامد علیخان صاحب کا درجہ بہت بلند تھا - مرض
پلیگ پر انگریزی مین کئی رسالے تصنیف کیے تھے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو فن طبابت مین کم
دخل تھا - چونکہ مرحوم کی زندگی کا بہت بڑا حصہ اس مہلک و جانگداز کی نذر رہا لہندا
ان تصنیفات مین اپنے ذاتی تجربون کو درج کرکے اس سے بچنے کی تدبیرین بتائی ہین
خان صاحب کو ہندوستانی ٹمپرنسی تحریک سے بہت بڑی دلچسپی تھی اور آل ا
ٹمپرنس سوسائٹی کے ایک سرگرم ممبر تھے - گذشتہ سال جب اس سوسائٹی کا جلسہ لکھنؤ
تھا - تو مسٹر حامد علیخان اس کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے چیرمین تھے - اس موقع پر جو
بلیغ تقریر آپنے فرمائی تھی اُسمین انگریزی فصاحت و انشا پردازی کے ساتھ نشیات
کو ہر پہلو سے ذہن نشین کیا گیا ہے اور اُسکے متعلق دنیا کے بڑے بڑے ڈاکٹرون کی ر
کے حوالے بھی دیے گئے ہین - ٹمپرنس ایسے خشک مضمون کو ایسا دلچسپ بنانا ان کی انشا
خصوصیات کا ایک شائبہ تھا -

مرحوم کی انگریزی انشا پردازی کی ہمیشہ یہ خصوصیت رہی کہ اسمین سلاست و

کے ساتھ ادبی دلچسپی کو خاص دخل ہوتا تھا - آپ کے قلم سے نکلے ہوئے بہت سے مضامین ہندوستان کے مشہور انگریزی اخبارات و رسائل مین شائع ہوتے رہے ہین اور ہمیشہ خاص دلچسپی کے ساتھ دیکھے گئے - جن لوگون نے رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ مین آپکا مضمون پنڈت بشن نراین در پر پڑھا ہو وہ آپ کی انگریزی انشا پردازی کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہین - اِس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ آپ کو پنڈت صاحب مرحوم سے کسقدر الفت تھی اور انکی عالمانہ قابلیت کے کیتنے بڑے معترف تھے - خانصاحب کی تحریرات کی ایک خاص صفت یہ تھی کہ اُنمین جستہ جستہ اپنے خاص احباب کا ذکر بھی کرتے رہتے تھے اور اس طرح اپنے دوستون کے متعلق جو اُنکی راے ہوتی تھی اُسکے اظہار مین کبھی تامل نہ کرتے تھے - مسٹر حامد علی خان کی سب سے آخری تصنیف "حیات مولانا سید کرامت حسین" ہے جو اُردو زبان مین ایک یادگار تصنیف ہے، اور تین سو سے زائد صفحات پر ختم ہوئی ہو - جسٹس سید کرامت حسین اور مسٹر حامد علیخان مین جو قلبی محبت تھی اُسکی مثال اس زمانے مین مشکل سے ملے گی - خانصاحب کی کوٹھی مین مولانا مرحوم یا مولانا کے بنگلے مین خانصاحب بالکل شمع و پروانہ کی صورت نظر آتے تھے اور دونون مین کسی قسم کی غیریت کا شائبہ تک نہین پایا جاتا تھا - اِس حالت مین مولانا کی وفات خانصاحب کے لیئے پیامِ اجل سے کم نہ تھی - خانصاحب اُسوقت دیرہ دون مین تشریف رکھتے تھے - خانصاحب کی صحت بہت عرصے سے خراب تھی اور مرض ذیابیطس نے اُنکی تاب توانائی بالکل سلب کر لی تھی لہذا متعدد امراض مین مبتلا رہتے تھے اور صحت یا زندگی قائم رہنے کی غرض سے سال کا ایک حصہ پہاڑون پر بسر کرتے تھے - بہر نوع مولانا کی وفات نے خانصاحب کو نیم جان کر دیا اور باقی آیام انھون نے مولانا صاحب کی یاد اور اُنکے حالات زندگی کو ایک کتاب کی صورت مین شائع کرنے کی کوشش مین صرف کر دیئے - شبانہ روز اسی تصنیف کو لکھنے اور اُسکی اشاعت مین سرگرم رہنے سے اس سال پہاڑ پر نہ جا سکے اور بالآخر صحت اسقدر خراب ہوگئی کہ جانبر نہو سکے - وفات سے چند ہی روز پہلے یہ تصنیف چھپکر تیار ہوئی تھی اور نزع کی حالت مین بھی اُسکو اپنے احباب مین تقسیم کراتے رہے - اِس مقصد کے لیئے ایک طولانی فہرست پہلے سے تیار کرادی تھی اور ہر بار پوچھتے تھے کہ فہرست کے مطابق کتابین تقسیم کردی گئین - حتی کہ جب بالکل تاب گویائی باقی نہ تھی اُسوقت

بھی نہایت ضعیف آواز مین "فہ - فہ" کہتے رہے - یہ امر قابل الذکر ہی کہ ہندوستان اور ولایت مین اُنکے بیشمار احباب موجود تھے اور اس کتاب کو تقسیم کرنے کے لیئے جو فہرست اُنھون نے مرض الموت کی حالت مین لکھوائی تھی اُسمین کسیکا نام فروگذاشت نہین ہوا - اِس ضخیم کتاب کی اشاعت کے تمام اخراجات ایک ایسے زمانے مین جبکہ مدت سے اپنا پیشہ ترک کیئے ہوئے تھے اور مالی حالت بالکل خراب ہو چلی تھی مرحوم نے خود برداشت کیئے تھے اور جس محنت و جانکاہی سے مولانا مرحوم کے حالات زندگی قلمبند کیئے اور کتاب کی کاپیان اور پروف وغیرہ خود پڑھتے رہے وہ بجاے خود اس امر کی دلیل ہی کہ مولانا سید کرامت حسین کی دوستی کا حق اُنھون نے کس سیر چشمی کے ساتھ ادا کیا یون بھی سیر چشمی مرحوم کی زندگی کی ایک زبردست خصوصیت تھی اور جسقدر بذل و ایثار مرحوم نے تمام عمر کیئے اُنکے قلمبند کرنے کے لیئے ایک دفتر درکار ہی - مرحوم کے احباب مین ہندو - مسلمان - عیسائی پارسی - یوروپین اور اینگلو انڈین سب ہی شامل تھے اور سب سے ایسا برتاؤ تھا کہ ہر شخص یہ یقین رکھتا تھا کہ خانصاحب کو مجھ سے زیادہ کسی سے اُنس نہین - یہ اُنکے اخلاق اور راستبازی کی انتہا تھی - افسوس کہ ایسا مجسم اخلاق اور فرد کامل ۱۱ ستمبر ۱۹۱۸ء کو قبل دوپہر ہمسے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا جسکی جگہ لینے والا ملک مین اسوقت مشکل سے نظر آتا ہی - انکی ذات ایک سرچشمہ فیض تھی جس سے ہر شخص یکسان سیراب ہوتا تھا - قومی تفریق اور اُن تعصبات سے انکی طبیعت بالکل پاک تھی جو زمانۂ حال کی تعلیم کا ایک خاصہ نظر آتا ہی - انکی ذات سے جتنا فائدہ مسلمانون نے اُٹھایا - اُتنا ہی ہندوؤن نے انکے ہندو دوستون کی تعداد انکے مسلمان دوستون سے کسی طرح کم نہ تھی - بہت سے کم استطاعت ہندو مسلمان طلبا کی اپنی جیب سے مدد کرتے تھے - بیواؤن اور یتیمون کی پرورش کا بھی یہی حال تھا اپنے ملازمین کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے اور اُنکے بچون کو اپنے بچون کی طرح چاہتے تھے لاولد ہونے کی وجہ سے نوعمر بچون سے خاص الفت تھی - بات چیت مین وہ شیرینی تھی کہ بچے سے بوڑھے تک سب اِنپر نثار تھے - ہجوم افکار کے ساتھ بھی ہر وقت خندہ پیشانی رہتے تھے - ملنساری کی یہ حالت تھی کہ جس سے ایکمرتبہ ملاقات ہو گئی اُسکو عمر بھر نہ بھولے اور اُس سے ملنے کی کوشش کرتے رہتے تھے - ایک دوست کے خط مین تمام دوستون کو بالتزام سلام لکھدیتے تھے - لکھنؤ سے باہر رہنا انکے لئے سوہان روح تھا اور جب تک باہر رہتے لکھنؤ کے تمام احباب کو متواتر خط بھیجا کرتے

تھے۔ لکھنؤ کے باہر جب کسی مشاعرے مین مدعو کئے جاتے تو اپنے خاص خاص احباب کو ضرور ساتھ لیجاتے۔ سفر و حضر ہر جگہ احباب کی خاطر و مدارات اور تعظیم و تکریم کا یکسان خیال رہتا تھا اور یہ سررشتۂ ادب کسیوقت ہاتھ سے چھوٹنے نہین پاتا تھا۔ اکثر بے تکلف احباب کہہ اُٹھتے تھے کہ بار بار تعظیم کی کیا ضرورت ہو لیکن آپ فرماتے تھے کہ میری طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کو ہر مرتبہ استادہ ہوکر تعظیم دینا انکی طبیعت ثانی کا حکم رکھتا تھا۔ استغنار کی یہ انتہا تھی کہ کئی مرتبہ آپکو معزز سرکاری عہدے پیش کئے گئے لیکن آپ نے اُنھین قبول نہین کیا۔ بعض لفٹنٹ گورنران صوبہ آپ پر اسقدر مہربان تھے کہ آپ کو اپنی کونسل کا ممبر نامزد کرنے کیلئے مصر ہوتے رہے لیکن آپ نے شکریہ کے ساتھ اس عزت کو بھی قبول کرنے سے معذرت کی۔ اسی استغنا کی بدولت سرکاری و غیر سرکاری حلقون مین انکی یکسان عزت ہوتی تھی۔ جاہ طلبی اور شہرت پسندی سے انکو قطعی نفرت تھی۔ انکی زندگی ایک حکیمانہ زندگی تھی اور ایک بڑے فلاسفر کی طرح دُنیا مین رہکر تارک الدنیا تھے۔ اپنے اوقات کے سخت پابند تھے۔ روزمرّہ کچھ دماغی کام ضرور کرتے تھے۔ احباب کے خطوط کا جواب فوراً دیا کرتے تھے۔ مطالعہ کا بھی ایک وقت مقرر تھا۔ آپ کے کتب خانہ مین انگریزی۔ فارسی۔ عربی اور اُردو کی بیش بہا تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ قانونی کتابین بھی کثرت سے موجود تھین قومی کامون سے آپکو بے انتہا دلچسپی تھی۔ شیعہ کالج کی تحریک مین آپ نے بہت بڑا حصہ لیا تھا اور ہر قسم کی کوشش کے علاوہ سات ہزار روپیہ بھی اسکے چندے مین دیا تھا۔ اِسوقت مرحوم کی مالی حالت بہت کمزور ہو چکی تھی لہذا بجاے نقد کے اسی رقم کی ایک جائداد مجوزہ کالج کے نام وقف کردی۔ جائداد کے علاوہ دوسو روپیہ نقد بھی دیا تھا اسی طرح اور کتنے ہی قومی کامون مین سرگرمی دکھلاتے رہے۔ علماے دین اور پیشوایان مذہب سے خاص عقیدت تھی۔ غرضکہ ہر طبقے مین یکسان ہردلعزیز تھے اور حق یہ ہو کہ ایسی جامع طبیعت اور مضبوط کیرکٹر کے لوگ دُنیا مین خال خال نظر آتے ہین۔ ایسی بڑی ہستی کا دُنیا سے اُٹھ جانا ایک سخت ماتم ہو۔ مسٹر حامد علیخان دُنیا سے اُٹھ گئے لیکن اُنکا نام ہمیشہ زندہ رہیگا۔ یہ اُن زندہ جاوید لوگون مین تھے جنکو حیات دوام حاصل ہے اور جنکا نام جریدۂ عالم پر ثبت ہو۔ میرا قلم انکے بیشبہا اوصاف پر احاطہ نہین کرسکتا اور انکی وفات کے غم نے دل و دماغ کو اس قابل نہین رکھا کہ انکے سوانحی حالات قلمبند کرسکون۔ اسکے لئے جب قلم اُٹھایا

اِن کی نورانی صورت سامنے آکر کھڑی ہوگئی اور فرطِ رقت سے قلم ہاتھ سے گرادیا۔ بہر نوع مرحوم کا ذکرِ خیر ختم کرنے سے پہلے مین اُنکے چند اردو اشعار بھی پیش کرنا ضروری سمجھتا ہون جن سے اُنکی پاکیزہ خیالی اور حکیمانہ تخیل کا اندازہ ہوگا۔ اگرچہ یہ اشعار مشتے نمونہ از خروارے ہین اور نہایت عجلت مین نقل کیے گئے ہین وہو ہذا۔

مجموعہ حواس کا شیرازہ ہے یہی
ہستی ہے بے نظام اگر دل نہین رہا

سارا جہان پھر تو قفس ہے زمانہ مین
آزاد اگر خیال نہین آشیانہ مین

تم پر مصیبتین کوئی حادثنی نہین
ایسے بہت سے واقعہ گذرے زمانہ مین

خزان مین تھی یہ تمنا کہ جلد آئے بہار
بہار آئی تو وحشت یہ ہو کہ جائے بہار

چمن مین دہر کی پستی کے بعد پھر ہو عروج
ہے انتہائے خزان ہی سے ابتدائے بہار

یہ داغ دلین جتنے کسی خستہ جان کے ہین
کچھ آپکے دیئے ہوئے کچھ آسمان کے ہین

کسب معاش و فکر احبّا و ملک و قوم
بیماریون مین ہم پہ یہ صدمے جہان کے ہین

خوب ڈھونڈھا اپنا زیر آسمان کوئی نہین
آشنا یون سب ہین وقت امتحان کوئی نہین

کی مری آہون نے قائم یہ مری حد نظر
فلسفی کہنے لگے اب آسمان کوئی نہین

دشمنون کے بھی شریک غم رہے
اسطرح دُنیا مین مانند ہم رہے

غم کی ہر ساعت تھی گویا روز حشر
یون یہان دو دن رہے کیا کم رہے

خاک سے میری چمن کو رنگ یہ حاصل ہو
غنچہ چٹکے ہی نہ تھے بوئے وفا دینے لگے

پیری ہے ۔ قرب گور ہے ۔ محشر قریب ہی
رہنا جہان سدا ہے وہ اب گھر قریب ہے

اُڑین جو خاک کے ذرے تو پیدا فرد کا ان سے
بجا ہو اسلیے مٹی مری برباد کرتے ہین

جب کشش تیری ہوائی سب فاصلہ جاتا رہا
بے چلے منزل پہ پہنچے دوری منزل کہان

کوہ بھی ہو تو ٹلے اپنی جگہ سے مشکل کا ہ
ہمت مردانہ کے آگے کوئی مشکل کہان

کام جو آنکھ سے نہین لیتے
اُن کو سادہ ورق زمانہ ہو

کوئی بھی دوا موت سے بہتر نہین اے دل
او دشمن جان روئین کہان تک کہ مرے

۷۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء
نوبت رائے نظر

رات کا سکوت، وہ گہرا سکوت جب دنیا کی ہر چیز۔ کائنات کا ہر ہر ذرہ اُس سے چھو جانے کے بعد۔ اِک خاموشی۔ اک سکتہ مین تبدیل ہو جاتا ہے۔ دنیا کی نشیب و فراز پر اس طرح طاری تھا جس طرح دریا اور دریا کی ہر ہر موج پر۔ معلوم ہوتا تھا کہ دنیا کسی کا انتظار کر رہی ہے اور یہ انتظار اک مجسّم صورت اختیار کرتا جاتا ہے اس سکون مطلق کی تاریکی مین ایسی ہیبت پنہان تھی کہ ہر چیز اپنی جگہ سہمی ہوئی نظر آ رہی تھی اور نہین کہا جا سکتا تھا کہ رات کا دیوتا کب اپنی اِن پھیلی ہوئی کالی کالی لٹون کو سمیٹ کر دُنیا سے اس خوف و ہراس کو دُور کریگا۔ تاریکی ابھی انتہائے عمق اور سنّاٹا اپنے انتہائے وسعت تک پہونچا ہی تھا کہ دفعۃً افق سے نمودار ہونے والے طبق زرفشان نے اپنے تبسّم کی ہلکی ہلکی روشنی سے عالم مین اک بیداری پیدا کرنی چاہی اور رفتہ رفتہ ایسا محسوس ہونے لگا کہ کائنات شاید اک انگڑائی لیکر اُٹھ بیٹھنے والی ہے۔ لیکن نہ دنیا بیدار اور نہ کائنات مین کوئی علامت حیات پیدا ہوئی۔ اگر بیداری تھی بھی تو ساکت اور کوئی علامت حیات تھی بھی تو گنگ و خموش۔

چاند بلند ہوکر تمام سطح آب مین اک روشن تھرتھری۔ اک منور جھلمل پیدا کر چکا تھا۔ لیکن لہرون کا خرام ناز۔ اک ایسا خرامِ خاموش تھا جسکو ہماری نگاہین تو دیکھ سکتی تھین۔ لیکن ذوق سامعہ کے لیئے اُس مین کوئی آواز ایسی نہ تھی جسکو ہلکی سی ہلکی موسیقی سے بھی تعبیر کر سکین۔ چاند کی کرنین جو نہایت آزادی کے ساتھ پانی سے کھیل رہی تھین۔ تمام سطح آب بھری ہوئی نظر آ رہی تھین اور کوئی دامن اس طلائے منتشر کو جمع کر لینے والا نہ تھا۔ چاند آہستہ آہستہ بلند ہوتا گیا اور اپنی متین و سنجیدہ رفتار کے ساتھ ساتھ نصف آسمان تک پہونچکر معلق نظر آنے لگا۔ ہوا چل رہی تھی۔ لیکن [illegible] و نزاکت کے ساتھ کہ درختون کی پتّیان بھی باہمدگر ہل سکتی تھین اور چھوٹا سے چھوٹا

ذرہ بھی اپنی آسودگی خواب کو بیقرار و مضطرب نہ دیکھتا تھا۔
ٹھیک یہی وقت تھا اور یہی عالم کہ سطح آب میں دفعۃً تموّج پیدا ہوا اور موجوں کے تصادم سے سپید کف نمودار ہونے لگا۔ تموج بڑھتا جاتا تھا اور اسی کے ساتھ اس سپید و شفاف کف کی مقدار بھی بڑھتی جاتی تھی۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کیوں سمندر کی سطح پر صرف اک مخصوص جگہ یہ طغیانی پیدا تھی اور کیوں وہیں کف آ آ کر جمع ہو رہا تھا۔ لیکن یہ معلوم ہو کہ جب وہ سطح آب سے ایک بالشت بلند ہوگیا اور چاند کی شعاعوں سے اُس میں قوس قزح کی سی کیفیت پیدا ہونے لگی تو موجوں کی حرکت بند ہوگئی اور وہ کف اک حسین و عُریاں جسم انسانی میں تبدیل ہو کر نگاہوں سے غایب ہوگیا ——————
تمام سطح آب پر چھوٹی چھوٹی پریاں اپنے زمرّدین پروں کو پھیلائے ہوئے بیتابانہ دوڑ رہی تھیں کہ اِس کف سے پیدا ہونے والی دیوی کو دیکھیں اور اپنی موسیقی سے کائنات کا اوّلین خیر مقدم اُس کے سامنے گائیں۔ مگر وہ دیوی غائب ہوگئی تھی اور کہیں تلاش سے بھی نہ مِل سکتی تھی۔ اِن پریوں نے پانی کی ایک ایک موج۔ موجوں میں ملی ہوئی ایک ایک کرن کو اُلٹ پلٹ کر دیکھ لیا مگر وہ قوس قزح کے رنگ۔ چاند کی درخشانی اور موجوں کی روانی سے پیدا ہونے والی دیوی کہیں نہ تھی۔

(۲)

خداوند جیوپٹیر اپنے تخت اُلوہیّت پر کمال جبروت و جلال سے جلوہ گر تھا اور تمام دیوتا چاروں طرف سے اُسکو گھیرے ہوئے تھے۔ آج خداوند جیوپٹیر کا چہرہ جو کبھی تبسم آشنا بھی نہ ہوتا تھا مسرور و خنداں نظر آرہا تھا اور دیوتاؤں کو اپنی قدرت کا کچھ کچھ حصہ علی قدر مراتب تقسیم کر رہا تھا۔
"اے مرکری" آ، میں تیرے پاؤں کے چھوٹے چھوٹے پروں میں کرۂ ہوا کی ساری قوت منتقل کردوں کیا تیرے لئے یہ قوت واقتدار کم ہو کہ تو ہواؤں اور بادلوں کی رفتار کا مالک ہو جائے" جا، میں تجھے موسموں کا بادشاہ اور مختار کل بنائے دیتا ہوں"
مرکری بولا "اے خداوند تجھے معلوم ہو کہ تیری خدائی میں سب سے پہلا بربط کس [illegible] بنایا۔ کیا مجھے صاف صاف کہنے کی ضرورت ہو کہ وہ کون تھا جس نے اوّل اوّل ایک سنگ پشت کو پکڑ کر اُس کی پیٹھ کی ہڈی میں سوراخ کیے اور پھر اُن سوراخوں میں تار پرد کر سب سے پہلے موسیقی سے دنیا کو آشنا کیا؟ اس لیے اگر میں یہ التجا کروں کہ موسیقی پر بھی مجھے اختیار د[illegible] تیری یہ خواہش

بے محل ہوگی ؟

جیوپٹیر یہ سُنکر ذرا چین بہ جبین ہوا اور بولا کہ " تو گستاخ ہے اور نافہم بھی ، ذرا صبر کر مین ابھی تجھے اس کا جواب دیتا ہون " یہ کہتے ہوئے جیوپٹر ایک دوسرے دیوتا سے مخاطب ہوا کہ " اے مائنروا مین آج سے تجھے صلح و جنگ کا اختیار عطا کرتا ہون ۔ کیا تو اس پر قانع نہین کہ جس قوم کو چاہے ذلیل و خوار اور جس کو چاہے باعزّت و اقتدار کر دے ؟ "

مائنروا نے کہا کہ " کیا تلوار کی جھنکار دنیا کی بہترین موسیقی نہین ۔ کیا جوش فتحمندی کائنات کا صحیح ترین جذبۂ مسرّت و طرب نہین ؟ جس وقت تو نے ولکن کو حکم دیا کہ وہ تیرے سر پر ہتوڑے کی آہنی ضرب لگا کر تیرے دردِ سر کو دُور کرے تو کیا مین اس وقت سے تیرے سر سے پیدا نہین ہو گیا تھا ؟ ، پھر اگر مین اس لحاظ سے کہ تیرے جزو دماغ ہونے کا فخر رکھتا ہون ۔ یہ خواہش کرون کہ مسرّت و محبت ۔ موسیقی و طرب پر بھی مجھے اختیار دیدے تو کیا بیجا خواہش کرنے والا سمجھا جاؤنگا ؟ "

جیوپٹر نے اس عذر کو بھی سُنا اور بولا کہ " تو بھی ذرا صبر کر " اور یہ کہکر نیپٹیون سے مخاطب ہوا کہ " مین تجھے دریاؤن اور سمندرون پر حکومت کرنے کی اجازت دے چکا ہون اور غالبًا تو اس پر قانع ہوگا ؟ "

نیپٹیون نے کہا " کیا سمندرون کی لہرون سے زیادہ موسیقی و مسرّت کا وجود کہین اور پایا جا سکتا ہے ۔ پھر تو مجھے اُن پر کیون اختیار نہین دیتا ؟ "

جیوپٹر نے اس کی طرف سے بھی مُونھ پھیر لیا اور دوسرے دیوتا سے مخاطب ہوا ۔ لیکن کوئی دیوتا ایسا نہ تھا جس نے موسیقی و محبت ۔ عیش و مسرّت پر حکومت و اقتدار حاصل کرنے کی خواہش نہ کی ہو اور جیوپٹر نے انکار نہ کر دیا ہو ۔ جب سب دیوتا اپنی اپنی التجائین پیش کر کے مایوس ہو چکے تو جیوپٹر بولا کہ " آج مین نے یہ جشن اس لئے نہ کیا تھا کہ تم کوئی التجا کرو اور مین اُسے رد کر دون بلکہ مین نے یہ جشن اس لئے کیا تھا کہ مین مسرور تھا اپنی اُس صنعت پر جو کل رات مین نے صرف کی ہے اور تمکو دکھانا چاہتا تھا کہ میری قوّت و قدرت کا حسین ترین و نازک ترین پہلو کیا ہے ۔ اس لئے تیار ہو جاؤ نہ صرف اُس کے دیکھنے کے لئے بلکہ اپنی اپنی التجاؤن کا جواب بھی سننے کے لئے کہ جس چیز پر تم اقتدار حاصل کرنا چاہتے [illegible] نے کس کے لئے مخصوص کی ہے "

یہ کہکر جیو پٹیر نے اپنی انگلی کو ایک جنبش دی اور سامنے کی سنگین دیوار دھوئین کی طرح غائب ہو گئی۔

(۳)

وینس (زہرہ) بیٹھی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ اس حال مین کہ اسکے ریشم سے زیادہ نرم اور چمکیلے بال صاف و شفاف تخت پر اس طرح لہرین لے رہے تھے جیسے کوئی پانی مین اپنے بال منتشر کر دے اس قسم کے سراپا سے جسکو صرف مجسمہ مسرت و تبسم کہہ سکتے ہین ہلکی ہلکی روشنی نکہت کی طرح چارون طرف پھیل رہی تھی۔ اس کا رنگ جو باوجود اسکے کہ آنکھون کو خیرہ کر دینے والا نہ تھا نگاہون کو اوپر اٹھنے کی اجازت نہ دیتا تھا اور اگر کسی کی نگاہ اٹھ گئی تو وہ ایسا محسوس کرتا تھا کہ بینائی کچھ بڑھ گئی ہے اور بڑھتی جاتی ہو۔ اسکی بڑی بڑی سیاہ آنکھین جن سے نشۂ طرب ایسا ہی ٹپکتا نظر آتا تھا جس طرح اسکے سرخ سرخ ہونٹون سے شراب، کھلی ہوئی مسکرا رہی تھین۔ جنکو دوبارہ دیکھنے کا مفہوم سوا اسکے کچھ تھا ہی نہین کہ جسم مین کپکپی پیدا کر لی جاے اور روح مین جسم کی طرف سے خیالِ بیزاری۔ اسکا بلور سا صاف و شفاف جسم جو اسکے تخت کے رنگ سے الگ نظر نہ آتا تھا ایسا نرم و نازک تھا کہ اسکے دیکھ لینے کے بعد دنیا کے تمام پھولون کو صحیح معنی مین سخت و سنگین سمجھ لینے کو جی چاہتا تھا۔

وینس۔ جیو پٹیر اور سارے دیوتاؤن کو دیوانہ وار اپنی طرف آتے ہوئے دیکھکر مسکراتی ہوئی اٹھی لیکن قبل اسکے کہ وہ جیو پٹر کے قدمون کو چھوتی۔ سارے دیوتا اسکے قدمون پر تھے۔ یہانتک کہ وہ گھبرا کر چیخ اٹھی اور اسکی آواز کی موسیقی تمام فضا مین گونج کر رہگئی۔ یہ حسن و موسیقی عیش و مسرت کی دیوی ایک غرور و پندار کے ساتھ خاموش کھڑی ہوئی تھی۔ اسکے حسن کی شعاعین [illegible] اک غیر مسموع نغمۂ لطیف کے ساتھ ملی ہوئی چارون طرف پھیل رہی تھین اور جیو پٹر ایسی [illegible] سے وینس کی شراب حسن کو دفعتہً پی جانا چاہتا تھا کہ وینس کھِل کھِلا کر ہنس پڑی اور [illegible] ہنستے دیوتاؤن کو اسی طرح بیہوش و مبہوت چھوڑ کر ہوا مین تحلیل ہو کر غائب ہو گئی۔

(۴)

جس دن سے عالمِ ایجاد مین وینس کی آفرینش ہوئی یہ اضافہ [illegible] کیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ

دیوتاؤن اور مخلوقات عالم کے دلون مین کیسا انقلاب عظیم پیدا ہوا۔ لیکن اسقدر ضرور کہا جا سکتا ہے کہ اس آسمان مین رہنے والی دیوی ۔ اس موسیقی نواز مطربۂ فلک نے دیوتاؤن کے مشاغل اور لوگون کی زندگی مین ایک خاص رنگ پیدا کر دیا۔ جسکی تشریح سوائے اسکے اور کچھ نہین ہو سکتی کہ اگر ایک طرف دیوتاؤن نے اپنی معبودیت کو فراموش کر دیا تھا تو دوسری طرف زمین والون نے بھی اپنی عبدیت کا آستان جبین سائی صرف بارگاہ وینس ہی کو قرار دے لیا تھا۔ ہرچند نہ کوئی دیوتا وہان تک پہونچ سکتا تھا اور نہ کوئی انسان۔ لیکن اک جانب دیوتا صرف اسی لذت پر قانع تھے کہ راتون کے سکوت اور چاندکی درخشانی مین وینس کا نغمہ جان نواز سن لیتے ہین اور دوسری جانب انسان اپنے اس جذبۂ فدویت پر مسرور تھا کہ وہ وینس کے معابد بنا بنا کر اُس کے فرضی مجسمون کے سامنے اپنے سر عجز کو جھکا دیتا ہے۔ آسمان کا کوئی دیوتا ایسا نہ تھا جس کے دل مین وینس کی محبت موجزن نہ ہو اور زمین کا کوئی مرد ایسا نہ تھا جو اُسکو اک نگاہ دیکھ لینے کے لئے بیقرار نہ ہو۔ مگر خداوند جیوپیٹر نے ایسا سخت حجاب ڈال رکھا تھا کہ دیوتا بھی اُس تک نہ پہونچ سکتے تھے چہ جائیکہ غریب انسان!

—(۵)—

اک زمانہ گذر گیا اور مطربۂ فلک بدستور اپنی سنے نوازیون کے افسون اور نغمہ پردازیون کے سحر سے اہل فلک کو مبہوت و متحیر بناتی رہی کسکو خبر ہو سکتی تھی کہ خود وینس کے سینہ مین کن خیالات کا ہجوم ہے اور وہ کن جذبات کی پرورش اپنے دل مین کر رہی ہے۔

نظام عالم نہایت حسن و خوبی کے ساتھ جاری تھا۔ وینس کے نغمون سے آسمان کی کھتیان لہلہا رہی تھین اور سوائے عیش و [illegible]ت۔ نغمہ و طرب کے غم و الم کا کہین پتہ نہ تھا۔ لیکن ایک دن وہ آیا کہ آسمان کے موسیقی [illegible]ی کی رونق کچھ افسردہ سی نظر آنے لگی۔ کیونکہ اب وینس کے نغمون مین کبھی کبھی کوئی ایسی لحن بھی ملی ہوئی سُنی جاتی تھی جس سے دیوتاؤن کی آنکھین اشک آلود اور اُن کے دل رقت و گداز سے بھر جانا چاہتے تھے۔ سب متحیر تھے اور رملول۔ لیکن جیوپیٹر کے خلوتکدۂ اُلوہیت مین پہونچکر عرض کرنے کی جرأت کسی کو نہ ہوتی تھی۔ مطربۂ فلک کے یہ جانگداز نغمے روز بروز بڑھتے گئے اور بالآخر کار یہ راز کسی نہ کسی طرح کھل ہی گیا کہ وینس زمین مین کسی سے محبت کرنے لگی ہے۔

(۶)

یہ معلوم کرکے دیوتاؤن کا اضطراب رشک جسقدر بھی سخت ہوتا بجا تھا۔ کیونکہ وینس سے محبّت کرنے کے لیئے تمام آسمانی مخلوق بیتاب و بیقرار تھی اور اس لیئے انھین جب یہ معلوم ہوا کہ وہ تو زمین کے ایک نوجوان اڈونس پر فریفتہ ہوگئی ہی اُنکے غیض و غضب کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ اور آسمان کے مقابلہ مین زمین کی اس فتح کو وہ کسی طرح نہ دیکھ سکتے تھے۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ محبّت کا دیوتا اندھا ہے اور اُسکے ہان حسب و نسب۔ عزّت و اقتدار کا مفہوم سوائے اسکے کچھ نہین کہ جسکو دیکھ کر دل بے قابو ہوجائے وہی سب سے زیادہ شریف اور جس کے خیال سے سینہ جلنے لگے وہی سب سے بڑا بادشاہ اور عزّت والا ہے۔ اِس مین شک نہین کہ وینس اڈونس کی محبّت مین بیقرار تھی اور اب آسمان کی ساری آبادیان اور تمام رونقین اُس کی پُرعشق نگاہون مین اجاڑ نظر آتی تھین۔ لیکن وہ اپنی اِس خواہش کا اظہار بھی نہ کرسکتی تھی۔ کیونکہ وہ ڈرتی تھی کہ اگر جیوپٹر کو علم ہوگیا تو اُسے اور اڈونس دونون کو تباہ و برباد کردیگا۔ مگر باینہمہ اب یہ بھی اُسکے اختیار مین نہ تھا کہ وہ اپنے نغمون مین بے اختیار پیدا ہوجانے والے درد اور اپنے لحن مین مضطربانہ طریقہ سے جگہ لے لینے والے سوز و گداز کو چھپا سکے۔ اب اُسکی موسیقی صرف ایک فریاد تھی اور اُس فریاد کا مرکزِ التجا اڈونس۔ اب اُس کا نغمہ صرف اک شیون تھا اور اُس شیون کا ہدفِ التماس اڈونس کی ذات جس کے لیئے وہ رات رات بھر اپنے بربط کے تارون کو بیقرار اور اپنی آنکھون کو اشکبار رکھتی۔ لیکن وہ اپنی داستانِ عشق کس طرح اڈونس تک پہونچائے۔ کیونکر اپنا حرفِ شوق اُسکے آغوش تک پہونچا سکے۔ یہی ایک فکر تھی جس مین اب وینس رات دن مستغرق رہتی اور یہی ایک خیال تھا جس مین شب و روز وہ منہمک نظر آتی۔

(۷)

یہ ممکن نہین تھا کہ وہ آسمان چھوڑ کر زمین پر جائے اور جیوپٹر کو خبر نہ ہو اور یہ بھی ممکن نہ تھا کہ جیوپٹر اس سے باخبر ہوجائے اور برہم نہ ہو۔ پھر کیا کرتی اڈونس کو اپنے پاس بُلاتی؟ یہ اور زیادہ مشکل تھا۔ قریب قریب محال۔ اک زمانہ گذر گیا اور وینس اپنے جذبات عشق کی پرورش اس طرح خاموشی کے ساتھ کرتی رہتی۔ لیکن آخرکار وہ وقت آیا جب ضبط اُس کے اختیار سے باہر ہوگیا اور صبر اُسکے بس کا نہ رہا۔ ایک دن جبکہ اڈونس اپنے گھوڑے پر سوار شانہ پر تیر و کمان لٹکائے جنگل مین پھر رہا تھا۔ وینس اُس کے

مردانہ حسن کو دیکھ کر بالکل بے اختیار ہوگئی اور دیوانہ وار اپنے مستقر کو چھوڑ کر زمین پر اُتری اور اُس جنگل میں ایک پتھر پر بیٹھکر اڈونس کا انتظار کرنے لگی۔

اڈونس جب اُدھر سے گذرا تو وہ ایک نہایت حسین عورت کو دیکھکر چونک پڑا اور متحیرانہ کھڑا ہوکر دیکھنے لگا۔ وہ دیکھتا تھا اور متعجب تھا کہ زمین میں یہ حسن کہاں۔ یہ عورت ہے یا کوئی آسمان کا تارہ ٹوٹ کر گر پڑا ہے۔ وینس دیکھکر بیتاب ہوگئی اور دوڑکر اُس سے لپٹ گئی۔ اڈونس جس کو سیر و شکار سے زیادہ دنیا میں کوئی چیز محبوب نہ تھی اور جس کو ابھی تک اس کا بھی علم نہ تھا کہ مرد و عورت کے جذبات میں کیا تعلق و ربط ہے۔ وینس کے اس والہانہ انداز کو نہ سمجھ سکا اور ایک جھٹکے سے اُس کو الگ کر کے بولا کہ "تو کون ہے اور مجھ سے کیا چاہتی ہے؟"

وینس بولی کہ "میں کچھ نہیں ہوں مگر تجھ سے محبت کرنے کی اک تمنا سے بیقرار اور تجھ سے کچھ نہیں چاہتی ہوں مگر اپنی اس تمنا کے اعتراف۔ میں کائنات کی ساری دولت صرف اس خواہش پر قربان کرنے کے لیے آمادہ ہوں کہ تو میری آغوش میں ہو اور میں تیری آغوش میں۔ خواہ اس کے بعد میں فنا ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔ میں چاہتی ہوں کہ تو اپنے گرم گرم ہاتھوں میں میرے سرد ہاتھوں کو لے اور میں اپنے ہاتھوں کو گھُل جاتا ہوا دیکھوں" ۔ اڈونس سُن رہا تھا اور حیرت کر رہا تھا۔ وہ عشق اور عشق کی زبان سے بالکل ناواقف تھا اور اُس کے سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وینس کا مقصود کیا ہے۔ اس نے تھوڑی دیر غور کیا اور وینس کو اِسی طرح لجاجت کرتے ہوئے چھوڑ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر ایک طرف کو چلا گیا۔

(۸)

تاریخ بتاتی ہے کہ اُسی دن اڈونس صحرائی جانوروں کا شکار ہوگیا اور اس طرح وینس کی محبت جو آسمان میں شروع ہوئی تھی زمین پر ختم ہوگئی اور ہمیشہ کیلئے [illegible] زمین کے لالہ زار جو اڈونس کے قطرات خون سے پیدا ہوگئے اور گلہائے یاسمن جو وینس کے آنسوؤں کے بدولت ساری زمین میں اب بھی نظر آتے ہیں۔ مٹ جانیوالی چیزیں نہیں ہیں۔ لیکن وہ اثر جو اک محبت ناکام چھوڑ جائے وہ سوگواری جو اک عشق مایوس سے پیدا ہو جائے۔ قیامت ہیں۔ آسمان اُداس ہے اور زمین ماتم زار۔ نہ اب وہ نغمہ زائیاں ہیں نہ وہ بربط آرائیاں۔ زہرہ جو کسی وقت مطربۂ فلک تھی اب بھی ہمیں نظر آتی ہے لیکن بالکل اسی طرح جیسے ڈبڈبائی ہوئی آنکھ یا پلکوں کے اوپر آنسو کا تھرتھرانے والا قطرہ۔

نیاز

قربانی

(١)

انسان کی حیثیت کا سب سے زیادہ اثر غالبًا اسکے نام پر پڑتا ہے، منگرو ٹھاکر جب سے کانسٹبل ہوگئے ہین، ان کا نام منگل سنگھ ہوگیا ہی-اب انھین کوئی منگرو کہنے کی جرات نہین کرسکتا-کلو اہیر نے جب سے تھانہ دار صاحب سے دوستی کی ہی اور گانون کا مکھیا ہوگیا ہی-اسکا نام کالکا دین ہوگیا ہے، اب کوئی کلّو کہے تو وہ آنکھین لال پیلی کرتا ہی اسیطرح ہرکھ چند کورمی اب ہرکھو ہوگیا ہے، آج سے بیس سال پہلے اس کے یہان شکر بنتی تھی، کئی ہل کی کھیتی ہوتی تھی، کاروبار خوب پھیلا ہوا تھا، لیکن بدیسی شکر کی آمد نے اُسے اتنا نقصان پہونچایا کہ رفتہ رفتہ کارخانہ ٹوٹ گیا-ہل ٹوٹ گئے-کاروبار ٹوٹ گیا زمین ٹوٹ گئی اور وہ خود ٹوٹ گیا-ستّر برس کا بوڑھا ایک تکیہ دار ماچے پر بیٹھا ہوا ناریل پیا کرتا تھا-اب سر پر ٹوکرے کے کھاد پھینکنے جاتا ہی-

لیکن اسکے انداز مین اب بھی ایک خودداری، چہرہ پر اب بھی متانت، گفتگو مین اب بھی ایک شان ہے-جسپر گردش ایام کا اثر نہین پڑا-رسی جل گئی پر بل نہین ٹوٹا-ایام نیک انسان کے اطوار پر ہمیشہ کے لیے اپنی مہر چھوڑ جاتے ہین، ہرکھو کے قبضہ مین اب صرف پانچ بگھہ زمین ہے صرف دو بیل ہین، ایک ہل کی کھیتی ہوتی ہے-لیکن پنچایتون مین باہمی نزاع کے فیصلون مین اس کی رائین اب بھی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہین، وہ جو بات کہتا ہے بے لاگ کہتا ہی، اس گانون کے نوبڑھئے اسکے مقابلہ مین زبان نہین کھولتے"

ہرکھو نے اپنی زندگی مین کبھی دوا نہین کھائی، وہ بیمار ضرور پڑتا تھا-کنوار کے مہینہ مین جب ملیریا بخار کا دورہ ہوتا تو سب سے پہلے اسکا اثر ہرکھو ہی پر ہوتا-لیکن ہفتہ عشرہ مین وہ بلا دوا کھائے ہی چنگا ہوجاتا تھا-اب کے بھی وہ حسب معمول بیمار پڑا-اور دوا نہ کھائی-لیکن بخار اب کی موت کا پروانہ لے کر چلا تھا-ہفتہ گذرا-دو ہفتہ گذرے-مہینہ گذر گیا

اور ہرکھو چار پائی سے نہ اُٹھا۔ اَب اُسے دوا کی ضرورت معلوم ہوئی۔ اسکا لڑکا گردھاری
بھی نیم کے سینکے پلاتا کبھی گرچ کا عرق۔ کبھی گت بورنا کی جڑ۔ لیکن اسکو کچھ فائدہ نہ ہوتا تھا۔
ایکدن منگل سنگھ کانسٹبل ہرکھو کے پاس بیمار پرسی کے لیے گئے۔ غریب ٹوٹی کھاٹ پر بیٹھا
رام نام جپ رہا تھا۔ منگل سنگھ نے کہا بابا کوئی دوا کھاے بغیر بیماری نہ جاے گی۔ کونین کیون
نہین کھاتے۔ ہرکھو نے تو کلّا نہ انداز سے کہا تو لیتے آنا۔"

دوسرے دن کالکا دین نے جاکر کہا۔ "بابا دو چار دن کوئی دوا کھالو اَب تمھارے
بدن مین وہ بوتا تھوڑے ہی ہے کہ بنا دوا درین کے اچھے ہوجاؤ۔"
اُن سے بھی ہرکو نے سا ملا نہ انداز سے کہا تو لیتے آنا۔"

لیکن یہ رسمی عیادتین تھین ہمدردی سے خالی، نہ منگل سنگھ نے خبر لی، نہ کالکادین نے۔ نہ
کسی دوسرے نے۔ ہرکھو اپنے برآمدے پر کھاٹ پر پڑا معلوم نہین کس خیال مین غرق رہتا منگل سنگھ
کبھی نظر آجاتے تو کہتا بھیا وہ دوا نہین لائے۔ منگل سنگھ کترا کر نکل جاتے۔ کالکادین دکھائی دیتے
تو اُن سے بھی یہی سوال کرتا۔ لیکن وہ بھی نظر بچا جاتے۔ یا تو اُسے یہ سوجھتا ہی نہین تھا کہ دوا دارو
بغیر پیسون کے نہین آتی۔ یا وہ پیسے کو جان سے بھی سوا عزیز سمجھتا تھا۔ یا اسکا یہ فلسفہ دوا دارو
مین مانع تھا کہ جب بھوگ پورا ہوجاے گا تو بیماری خود بخود چلی جاے گی۔ اس نے کبھی قیمت
کا ذکر نہین کیا اور دوا نہ آئی۔ اُس کی حالت ردی ہوتی گئی۔ یہان تک کہ پانچ مہینے تک
دکھ جھیلنے کے بعد وہ عین ہولی کے دن اس دُنیا سے رخصت ہوگیا۔ گردھاری نے لاش بڑی
دھوم دھام سے نکالی۔ کریاکرم بڑے حوصلہ سے کیا۔ کئی گانون کے برامہنون کو بھوج دیا
سارے گانون نے ماتم منایا۔ ہولی نہ منائی گئی۔ نہ عبیر اور گلال اُڑی، نہ دف کی صدا بلند
ہوئی، نہ بھنگ کے پرنالے چلے، کچھ لوگ دل مین بڈھے کو کوستے ضرور رہتے کہ اسے آج ہی
مرنا تھا، دو ایک دن بعد کو مرتا لیکن اتنا بیغیرت کوئی نہ تھا کہ غم مین جشن کرتا۔ وہ شہر نہین
تھا جہان کوئی کسی کا شریک نہین ہوتا۔ جہان ہمسایہ کے نالۂ وزاری کی صدا ہمارے کانون تک نہین پہنچتی

(۲)

ہرکھو کے کھیت گانون والون کی آنکھون پر چڑھے ہوے تھے۔ پانچون بیگہ زمین کنوئین

قریب، زرخیز، کھاد پانس سے لدی ہوئی، مینڈھ باندھ سے درست تھی۔ اُس مین تین تین فصلین پیدا ہوتی تھین، ہرکھو کے مرنے سے اِن پر چار دن طرف سے یورش ہونے لگی۔ گردھاری کریا کرم مین مصروف تھا، اور گانون کے متمول کاشتکار لالہ اُونکار ناتھ کو چین نہیتے دیتے تھے، نذرانہ کی بڑی بڑی رقمین پیش کی جاتی تھین، کوئی سال بھر کا لگان پیشگی ادا کرنے کو تیار تھا، کوئی نذرانہ کی دوگنی رقم کا دستاویز لکھنے کو آمادہ، لیکن اونکار ناتھ اُن سبھون کو لطائف الحیل سے ٹالتے رہتے تھے اُن کا خیال تھا کہ گردھاری کے باپ نے اِن کھیتون کو بیس سال تک جوتا ہے اور اِنپر گردھاری کا حق سب سے زیادہ ہے وہ اگر دوسرون سے کم نذرانہ بھی دے تو یہ زمین اُسی کے نام رہنی چاہیئے۔ چنانچہ جب گردھاری کریا کرم سے فرصت پا چکا اور چیت کا مہینہ ختم ہونے کو آیا تو اُونکار ناتھ نے گردھاری لال کو بلوایا اور اُس سے پوچھا "کھیتون کے بارے مین کیا کہتے ہو"

"گردھاری نے روکر کہا حضور انھین کھیتون ہی کا تو آسرا ہے، جوتون گا نہ تو کیا کرون گا"

اُونکار ناتھ۔ نہین تو مین تم سے کھیت نکالنے کو تھوڑے ہی کہتا ہون۔ ہرکھو نے بیس سال تک انھین جوتا۔ اور کبھی ایک پیسہ باقی نہین رکھا۔ تم اُن کے لڑکے ہو اور تمھارا اِس زمین پر حق ہے، لیکن تم دیکھتے ہو اب زمین کا در کتنا بڑھگیا ہے، تم آٹھ روپیہ بگیہ پر جوتے تھے۔ مجھے دس روپیہ بگیہ مل رہے ہین، اور نذرانہ کے سو روپیہ الگ مین تمھارے ساتھ رعایت کرکے لگان وہی رکھتا ہون لیکن نذرانہ کے روپیہ تمھین دینے پڑینگے"

گردھاری سرکار میرے گھر مین تو اسوقت روٹیون کا بھی ٹھکانا نہین ہے۔ اتنے روپیہ کہان سے لاؤن گا، جو کچھ جمع جتھا تھی، وہ دادا کے کریا کرم مین خرچ ہوگئی، اناج کھلیان مین ہے، لیکن دادا کے بیمار ہو جانے سے اب کی ربیع بھی اچھی نہین ہوئی۔ مین روپیہ کہان سے لاؤن "

اُونکار ناتھ۔ ہان زیر بار تو تم ہو رہے ہو تم نے کریا کرم خوب دل کھولکر کیا لیکن یہ تو دیکھو کہ مین اِتنا نقصان کیسے برداشت کرسکتا ہون۔ مین تمھارے ساتھ دس روپیہ سال

کی رعایت کر رہا ہون یہ کیا کم ہے "

گردھاری نہین سرکار، آپ ہماری بڑی پرورش کرتے ہین، تم نے سدا اسے ہمارے اوپر دیا کی ہے، لیکن اتنا بجز انہ میرا کیا نہ ہوگا۔ مین آپ کا گریب اسامی ہون، دیس مین رہون گا تو جنم بھر آپ کی گلامی کرتا رہون گا، بیل بدھیا بیچکر بچاس روپیہ حاجر کردون گا اس سے بیشی کی میری ہمت نہین پڑتی، آپ کو نارائن نے بہت کچھ دیا ہی، اتنی پرورش اور کیجیے "

اونکارناتھ کو گردھاری کا یہ انکار ناگوار گذرا، وہ اپنی دانست مین اسکے ساتھ ضرورت سے زیادہ رعایت کر چکے تھے، کوئی دوسرا زمیندار اتنی رعایت بھی نہ کرتا، بولے "تم سمجھتے ہوگے کہ یہ روپیہ لیکر ہم اپنے گھر مین رکھ لیتے ہین اور خوب چین کی بنسی بجاتے ہین لیکن ہمارے اوپر جو کچھ گذرتی ہے وہ ہمین جانتے ہین، کہین چندہ کہین نذرانہ کہین انعام کہین اکرام ان کے مارے ہمارا کچومر نکلا جاتا ہی، پھر ڈالیان علیحدہ دینی پڑتی ہین جسے ڈالی نہ دو وہی منہ پھلاتا ہی، ہفتون اسی فکر مین پریشان رہتا ہون، صبح سے شام تک بنگلون کا چکر لگاؤ خانساماؤن اور اردلیون کی خوشامد کرو، جن چیزون کے لیے لڑکے ترس کر رہجاتے ہین، وہ منگا منگا کے ڈالیون مین لگاتا ہون، اگر نکرون تو مشکل ہوجاے، کبھی قانون گو آگئے کبھی تحصیلدار آگئے، کبھی ڈپٹی صاحب کا لشکر آگیا، ان سب کی مہمانی نہ کرون تو نکو بنون۔ سال مین ہزار بارہ سو روپیہ انھین باتون مین خرچ ہوجاتے ہین، یہ سب کہان سے آئے اوسپر اپنے گھر کا خرچ، بس یہی جی چاہتا ہی کہ گھر چھوڑکے نکل جاؤن، یہ زمین کیا ہی جی کا جنجال ہے، ساری زندگی عملون کی خوشامد اور خاطرداری مین کٹی جاتی ہے۔ یہ نہ ہوتی تو کہین چلا جاتا، چار پیسے کماتا اور بیفکری کی نیند سوتا "

ہم زمیندارون کو غریبون کا گلا دبانے کے لیے ایشور نے اپنا پیادہ بنایا ہے یہی اُن کا کام ہی۔ ادھر گلا دبا کے لینا، اُدھر رو رو کے دینا۔ لیکن تم لوگ یہی سمجھتے ہو کہ سب ہمارے ہی گھر مین آتا ہی۔ تمھارے ساتھ اتنی رعایت کر رہا ہون لیکن تم اتنے پر بھی خوش نہین ہوتے تو تمھین اختیار ہے "

وتذراتہ مین ایک پیسہ کی بھی رعایت نہ ہوگی جیت ختم ہو رہا ہو اگر ایک ہفتے کے
اندر روپیہ داخل کردوگے تو کھیت جوتنے پاؤ گے نہین تو مین کوئی دوسرا بندوبست کرونگا

—— ﴿۳﴾ ——

گردھاری اُداس اور مایوس گھر آیا۔ سو روپیہ کا انتظام اُسکے قابو سے باہر تھا سوچنے لگا۔ کہ اگر دونون بیل بیچ دون تو کھیت ہی لیکر کیا کرون گا۔ گھر بیچون تو یہان لینے والا ہی کون ہے؟ اور پھر باپ دادون کا نام جاتا ہے چار پانچ پیڑ ہین۔ لیکن اُنھین بیچکر یہان بیس تیس روپیہ ملین گے، اس سے زیادہ نہین، قرض مانگون تو دیتا ہی کون ہے، ابھی برہم بھوج کے آنٹے گھی کے پچاس روپیہ بنئے کے آتے ہین وہ اب ایک پیسہ بھی ادھار نہ دے گا، اس کے پاس گہنے بھی تو نہین ہین، نہین وہی بیچکر روپیہ لاتا۔ لے دے کے ایک ہنسلی بنوائی تھی وہ بھی بنئے کے گھر پڑی ہوئی ہے۔ سال بھر بیت گئے چھڑانے کی نوبت نہ آئی۔ گردھاری اور اُس کی بیوی سبھاگی دونون ہی اسی فکر مین رات دن غلطان و پیچان رہتے ہین لیکن کوئی تدبیر نظر نہ آتی تھی۔

گردھاری کو کھانا پینا اچھا نہ لگتا۔ راتون کو نیند نہ آتی۔ ہر دم دل پر ایک بوجھ سا رکھا رہتا کھیتون کے نکلنے کا خیال کرتے ہی اسکے جگر مین ایک آگ سی لگ جاتی تھی۔ ہائے وہ زمین جسے ہم نے بیس برس جوتا۔ جسے کھاد سے پاٹا جس مین میڑین رکھین جس کی میڑین بنا مین اسکا مزہ اب دوسرا اُٹھائیگا۔

کھیت اسکی زندگی کا جزو بن گئے تھے اس کی ایک ایک انگل زمین اسکے خون جگر سے رنگی ہوئی تھی۔ اسکا ایک ایک ذرہ اس کے پسینہ سے تر ہو رہا تھا۔ ان کے نام اُسکی زبان پر اسطرح آتے تھے جیسے اپنے تینون بچونکے۔ کوئی چوبیسو تھا۔ کوئی بائسو تھا۔ کوئی نالے پروالا۔ کوئی تلیا والا۔ اِن نامون کے آتے ہی کھیتون کی تصویر اس کی آنکھون کے سامنے آجاتی تھی وہ اِن کھیتون کا اسطرح ذکر کرتا تھا گویا وہ ذی روح ہین۔ گویا وہ جاندار ہستیان ہین اسکی ہستی کے سارے منصوبے۔ سارے ہوائی قلعہ ساری من کی مٹھائیان ساری آرزوئین سارے حوصلے اِنھین کھیتون سے وابستہ تھے، اِن کھیتون کے بغیر وہ اپنی زندگی کا خیال ہی نہین کرسکتا تھا۔ وہ اب ہاتھ سے نکلے جاتے ہین۔ وہ گھر سے ایک حسرتناک

دکھنت کے عالم مین نکل جاتا - اور گھنٹون کھیتوں کی منڈیر پہ بیٹھا ہوا رویا کرتا - گویا اُن سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو رہا ہے -

اسطرح ایک پورا ہفتہ گذر گیا - اور گردھاری روپیہ کا کوئی انتظام نہ کرسکا آٹھوین دن اُسے معلوم ہوا کہ کالکا دین نے انھین سو روپیہ نذرانہ دیکر دس روپیہ بیگہ پر لے لیا ہے -

گردھاری نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور اسکی آنکھین آب گون ہوگئین ایک لمحہ کے بعد وہ اپنے دادا کا نام لیکر زار زار رونے لگا - گھر مین ایک کہرام مچگیا -

اُس دن گھر مین چولھا نہین جلا - ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ہرکھو آج مرا ہو اسکی موت کا صدمہ آج ہو رہا تھا -

— ۴ —

لیکن سبھاگی یون تقدیر پر شاکر ہونے والی عورت نہ تھی وہ خانہ جنگیون مین اکثر زبان کے تیر و تفنگ سے غالب آجایا کرتی تھی - ان اسلحہ کی تاثیر کی وہ قائل تھی - وہ سمجھتی تھی کہ ہر ایک میدان مین وہ یکسان کاٹ کرتے ہین - اس مین وہ متانت نہین تھی جو خطرہ کو اپنی قوت سے باہر دیکھکر توکل کی پناہ لیتی ہے وہ غصہ مین بھری ہوئی کالکا دین کے گھر گئی اور اس کی بیوی کو خوب صلواتین سنائین - کل کا بانی آج کا سیٹھ - کھیت جوتنے چلے ہین - دیکھون گی کون میرے کھیت مین ہل لے جاتا ہے - اپنا اور اسکا لہو ایک کر دون - روپیہ کا گھمنڈ ہوا ہے تو مین یہ گھمنڈ توڑ دون گی "

پڑوسیون نے اس کی حمایت کی " سچ تو ہے آپس مین یہ چڑھا اوپری نہین چاہیئے - نارائن نے دھن دیا ہے تو کیا غریبون کو کچلتے پھرین گے - سبھاگی نے سمجھا مین نے میدان لے لیا - لیکن وہی ہوا جو پانی مین تلاطم پیدا کرتی ہے - درختون کو جڑ سے اکھاڑ ڈالتی ہے - سبھاگی تو پڑوسیون کے گھر مین بیٹھی ہوئی اپنے دُکھڑے روتی اور کالکا دین کی بیوی سے چھیڑ چھیڑ کر لڑتی اور گردھاری اپنے دروازے پر اُداس بیٹھا ہوا سوچتا کہ اب میرا کیا حال ہوگا - اب یہ زندگی کیسے پار لگے گی - یہ لڑکے کس دروازہ پر جاینگے - مزدوری کے خیال ہی سے

اسکے دل مین ایک درد اُٹھنے لگتا تھا۔ مدتون آزادانہ باعزّت زندگی بسر کرنے کے بعد مزدوری اس کی نگاہ مین موت سے بدتر تھی۔ وہ ابتک گرہست تھا۔ گانون مین اُسکا شمار بھلے آدمیون مین ہوتا تھا اُسے گانون کے معاملات مین بولنے کا حق حاصل تھا۔ اِسکے گھر مین دولت نہ ہو لیکن وقار تھا۔ نائی اور بڑھئی اور کمہار اور پروہت اور چوکیدار سب کے سب اُسکے اُس نگر تھے۔ اب یہ عزت کہان، اب کون اس کی بات پوچھیگا؟ کون اسکے دروازے پر آئے گا۔ اب اسے کسی کے برابر بیٹھنے کا کسی کے بیچ مین بولنے کا حق نہین ہے! اب اسے پیٹ کے لیے دوسرون کی غلامی کرنے والا مزدور بننا پڑے گا۔ اب پھر راتکے کون بیلون کو ناندین لگائیگا۔ کون ان کے لیے چھانٹا کُٹا ئیگا؟ وہ دن کہان جب گیت گا گا کر ہل جوتا تھا۔ چوٹی سے پسینہ ایڑی تک آتا تھا لیکن ذرا بھی تھکن نہ معلوم ہوتی تھی۔ اپنے لہلہاتے ہوے کھیتون کو دیکھکر پھولا نہ سماتا تھا کھلیان مین اناج کے انبار سامنے رکھے ہوئے وہ سنسار کا راجہ معلوم ہوتا تھا۔ اب کھلیان سے اناج کے ٹوکرے بھر بھر کر کون لائے گا۔ اب کھاتے کہان بکھار کہان، اب یہ دروازہ سُونا ہوجائے گا۔ یہان گرد اُڑے گی اور کتّے لوٹین گے دروازے پر بیلونکی بیاری پیاری صورت دیکھنے کو آنکھین ترس جائینگی گوآر دوسنگ کھین کہان جی کھینے کو ملینگی دروازے کی سوبھا نہ رہے گی اس حسرتناک خیال کے آتے ہی گردھاری کی آنکھون سے آنسو بہنے لگتے تھے اُسنے دوسرون کے گھر آنا جانا چھوڑ دیا۔ بس حسرت اور ملال مین محو بیٹھا رہتا۔ گانون کے دو چار آدمی جو کالکا دین سے حسد رکھتے تھے اُس کے ساتھ ہمدردی کرنے آتے پر وہ اُن سے بھی کھلکر نہ بولتا۔ اُسے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا مین سب کی نگاہون مین گر گیا ہون۔ اگر کوئی اُسے سمجھاتا کہ تم نے کریا کرم مین ناحق اتنے روپیہ اڑا دیے تو اُسے بہت ناگوار گذرتا تھا۔ وہ اپنی اس حرکت پر ذرا بھی نہ پچھتاتا تھا۔ کہتا میرے بھاگ مین جو کچھ لکھا ہے وہ ہوگا لیکن دادا کے رِن سے تو اُرِن ہوگیا۔ اُن کی آتما کو تو کوئی دُکھ نہین ہوا۔ اُنھون نے اپنی زندگی مین تو چار کو کھلا کر کھایا۔ کیا مرنے کے بعد مین اُنھین بوند بوند پانی کو ترساتا؟

اسیطرح تین مہینہ گذر گئے اور اساڑھ آپہونچا۔ آسمان مین گھٹائین آئین۔ پانی گرا زمین مین ہریالی آگئی۔ تال اور گڈھے لہرانے لگے۔ بڑھئی سب کسانون کے دروازے پر آ آکر

بلون کی مرمت کرتا تھا۔ جوئے بناتا تھا۔ گردھاری دل میں مسوس کر رہجاتا۔ پاگلوں کیطرح کبھی اندر جاتا۔ کبھی باہر۔ اپنے بلون کو نکال نکال کر دیکھتا اُس کی مٹھیا ٹوٹ گئی ہے اسکی ہہار ڈھیلی ہوگئی ہے۔ جوئے میں سیل نہیں ہے۔ یہ دیکھتے دیکھتے وہ ایک لمحے کیلیے اپنے کو بھولگیا۔ دوڑا ہوا بڑھئی کے پاس گیا اور بولا رجوا میرے ہل بھی بگڑے ہوے ہیں آج انھیں بنا دینا۔ رجو نے اُس کی طرف رحم اور تعجب کی نگاہ سے دیکھا اور اپنا کام کرنے لگا۔ گردھاری کو بھی ہوش ہوگیا۔ نیند سے چونک پڑا شرم سے اُسکا سر جھک گیا آنکھیں بھرآئیں چپ چاپ گھر چلا آیا۔ گانوں میں چار دن طرف ہل چل مچی ہوئی تھی۔ کوئی سن کے بیج ڈھونڈھتا پھرتا تھا کوئی زمیندار کے چوپال سے دھان کے بیج لیے آتا تھا۔ کہیں صلاح ہوتی تھی کہ کھیت میں کیا بونا چاہیئے۔ کہیں چرچے ہوتے تھے کہ پانی بہت برس گیا۔ دو چار دن ٹھیرکے بونا چاہیئے۔ گردھاری سارے تماشے دیکھتا تھا۔ سارے چرچے سنتا تھا۔ اور ماہئی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر رہجاتا تھا۔

(۵)

ایک دن شام کے وقت گردھاری کھڑا اپنے بیلوں کو کھجا رہا تھا۔ آجکل اِس کا بہت سا وقت بیلوں ہی کی داشت میں صرف ہوتا تھا کہ منگل سنگھ آئے اور ادھر اُدھر کی باتیں کرکے بولے "اب گوئیں کو باندھکر کب تک کھلاؤگے۔ نکال کیوں نہیں دیتے۔" گردھاری نے افسردگی کے ساتھ کہا "ہاں کوئی گاہک آ جائے تو نکالدونگا۔"

منگل سنگھ - ہمیں کو دے دو۔

گردھاری نے آسمان کی طرف تاک کر کہا "تمھیں لیجاؤ اب یہ میرے کس کام کے ہیں۔"

اِن الفاظ میں کیتنی مایوسی کتنی حسرت تھی اتبک گردھاری نے ایک موہوم امید پر کسی غیبی امداد کے بھروسے پر انھیں باندھکر کھلایا تھا۔ آج امید کا وہ خیالی تار بھی ٹوٹگیا مول جول ہوا۔ گردھاری نے دونوں بچھڑے چالیس روپیہ میں لیے تھے۔ اب وہ اتنی سے کم کے نہ تھے۔ منگل سنگھ نے صرف پچاس روپیہ لگائے لیکن گردھاری اسی پر راضی ہوگیا۔ اس کے دل نے کہا جب گرہستی ہی لٹ رہی ہے۔ تو کیا دس زیادہ کیا دس کم۔!

منگل سنگھ نے منہ مانگی مراد پائی دوڑ کر گھر سے روپیہ لائے -

وہ گردھاری کے کھاٹ پر بیٹھے ہوئے روپیہ گن رہے تھے اور گردھاری بیلون کے پاس کھڑا دردناک انداز سے اُن کے منہ کی طرف تاکتا تھا - یہ میرے کھیتون کے کمانیوالے میرا مان رکھنے والے - میری ان داتا - میری زندگی کے آدھار جن کے دلنے اور کھلی کی اپنے کھانے سے زیادہ فکر رہتی تھی - جن کے لیے گھڑی رات رہے جاگ کر چارہ کاٹتا تھا جن کے لیے بچے کھیتون کی ہریالی کاٹتے تھے ، یہ میری امیدون کی دو آنکھین ، میری آرزون کے دو تارے ، میرے اچھے دنون کی دو یادگارین ، یہ میرے دو ہاتھ اب مجھ سے رخصت ہو رہے ہین ،، اور مُٹھی بھر روپیون کے لیے !

آخر منگل سنگھ نے روپیہ گنکر رکھدیے اور بیلون کو کھولکر لے چلے تو گردھاری انکے کندھون پر باری باری سر رکھکر خوب پھوٹ پھوٹ کر رو دیا - جیسے میکے سے بدا ہوتے وقت لڑکی مان باپکے پیرون کو نہین چھوڑتی - اسیطرح گردھاری ان بیلون سے چمٹا ہوا تھا جیسے کوئی ڈوبتا ہوا آدمی کسی سہارے کو پاکر اُس سے چمٹ جائے - سبھاگی بھی دالان مین کھڑی روتی تھی - اور چھوٹا لڑکا جس کی عمر پانچسال کی تھی منگل سنگھ کو ایک بانس کی چھڑی سے مار رہا تھا -

رات کو گردھاری نے کچھ نہین کھایا اور چارپائی پر پڑ رہا - لیکن صبحکو اسکا کہین پتہ نہین تھا - ادھر مہینون سے وہ کسی کے گھر نہ جاتا تھا - سبھاگی کو اندیشہ ہوا تاہم وہ امید کے خلاف امید کرتی رہی کہ آتے ہون گے - لیکن جب آٹھ نو بجے اور وہ نہ لوٹا تو اُسنے رونا دھونا شروع کیا - گانون کے بہت سے آدمی جمع ہو گئے - چارون طرف کھوج ہونے لگی - لیکن گردھاری کا پتہ نہ چلا - لیکن ابھی تک آس مین کچھ جان تھی - اسیلیے چوڑیان نہ توڑین ماتم نہ کیا - شام ہو گئی تھی اندھیرا چھا رہا تھا - سبھاگی نے دیا لاکر گردھاری کی چارپائی کے سرہانے رکھدیا تھا اور بیٹھی دروازے کی طرف تاک رہی تھی - گود کی لڑکی سو رہی تھی اور چھوٹا لڑکا ضد کر رہا تھا کہ دادا کو بلا دے وہ کہان گیا ہے کیون نہین آتا ؟ کہ یکایک سبھاگی کو پیرونکی آہٹ معلوم ہوئی - سبھاگی کے کلیجہ مین مسرت کا دھماکا ہوا دروازے کی طرف دوڑی - لیکن

چارپائی خالی تھی۔ اُسنے باہر نکلکر جھانکا۔ اُسکا کلیجہ دھک دھک کرتا تھا۔ اُسنے دیکھا کہ گردھاری بیلون کی ناند کے پاس چپ چاپ سرجھکائے کھڑا ہے۔ سبھاگی بول اُٹھی گھر مین آؤ وہان کھڑے کیا کر رہے ہو۔ سات دن حیران کر ڈالا یہ کہتی ہوئی وہ گردھاری کی طرف تیزی سے چلی۔ گردھاری نے کچھ جواب نہ دیا وہ پیچھے ہٹنے لگا اور تھوڑی دور جاکر غائب ہوگیا۔ سبھاگی نے ایک چیخ ماری اور غش کھاکر گر پڑی۔

اسی دن نور کے تڑکے کالکادین مہتو ہل لیکر اپنے ایک نئے کھیت مین پہونچے۔ ابھی کچھ اندھیرا تھا۔ وہ بیلون کو ہل مین لگا رہے تھے کہ یکایک اُنھون نے دیکھا کہ کھیت کی مینڈ پر گردھاری کھڑا ہے۔ وہی مرزائی۔ وہی پگڑی وہ سر جھکائے ہوئے تھا۔ کالکادین نے کہا ارے گردھاری! مرد آدمی تم یہان کھڑے ہو اور بیچاری سبھاگی حیران ہو رہی ہے کہان سے آ رہے ہو۔ یہ کہتا ہوا وہ بیلون کو چھوڑ کر گردھاری کی طرف چلا، مگر گردھاری پیچھے ہٹنے لگا۔ اور جاتے جاتے پیچھے کی طرف والے کنوئین مین کود پڑا۔ کالکادین نے چیخ ماری۔ ہل وَل وہین چھوڑ کر بےتحاشا گھر کی طرف بھاگے۔

لیکن اُنھون نے اپنے گھر والون سے یہ راز نہ بتلایا۔ دوسرے دن اُنھون نے ایک جھینگر ہلواہے کو اُس کھیت مین بھیجا۔ شام ہوگئی سب کے ہل بیل آگئے لیکن جھینگر کھیت سے نہ لوٹا۔ گھڑی رات ہوئی۔ اسکا کہین پتہ نہین۔ کالکادین گھبرائے گانون کے دو تین آدمیون کے ساتھ کھیت مین آئے۔ دیکھا کہ دونون بیل ایک طرف گرے ہوئے ہین۔ اور جھینگر دوسری طرف بےسُدھ پڑا ہوا ہے اُسے بہت سہلایا بلایا۔ لیکن اُسے ہوش نہ آیا۔ دو تین آدمی اُسے لادکر گھر لائے۔ بیلون کو دیکھا تو ان کے پیرون سے خون نکل رہا تھا لوگ سمجھ گئے کہ جب جھینگر گر پڑا ہوگا تو دونون بیل آپس مین کھینچا تانی کرنے لگے ہونگے ہل مین جتے تھے ہی۔ پھال پیرون مین لگ گئی ہوگی۔ جھینگر رات بھر ہذیان بکتا رہا۔ صبح کو جاکر اُسے ہوش آیا۔ اُسنے کہا مین نے پورب والے کنوئین پاس گردھاری کو کھڑے دیکھا۔ کئی بار بلایا لیکن وہ نہ بولا تب مین اسکی طرف چلا بس وہ اس کنوئین مین کود پڑا پھر مجھے ہوش نہین کہ کیا ہوا۔

سارے گانوں مین مشہور ہوگیا طرح طرح کے چرچے ہونے لگے لیکن اُس دن سے پھر لکادین کو اُن کھیتون کے قریب جانے کی ہمت نہ پڑی - شام ہوتے ہی اُدھر کا راستہ بند ہوجاتا -

(۶)

اِس واقعہ کو آج چھ ماہ ہوگئے ہین - گردھاری کا بڑا لڑکا اب اینٹ کے بھٹے پر کام کرتا ہے - اور روزانہ دس بارہ آنے گھر لاتا ہی - وہ اب قمیص اور انگریزی جوتا پہنتا ہے - گھر مین ترکاری دونون وقت پکتی ہے اور جوار کی جگہ گیہون اور چانول خرچ ہوتا ہی لیکن گانون مین اب اُسکا کچھ وقار نہین ہی وہ مجور ہے -

سبھاگی کی تیزی اور تمکنت رخصت ہوگئی ہی - آگ کی چنگاری راکھ ہوگئی ہی اب وہ کسی کو جلا نہین سکتی - اُسے ہوا کا ایک ہلکا سا جھونکا منتشر کرسکتا ہی - پرلے گانون مین آئے ہوئی وہ کتے کی طرح دبکی پڑی ہے وہ اب پنچایتون مین نظر نہین آتی - اب نہ اسکا در بار لگتا ہی نہ اُسے کسی دربار مین دخل ہی وہ اب مجبوری کی مان ہی لیکن ابھی تک گردھاری کا کریا کرم نہین ہوا - آس مرگئی ہی لیکن اِس کی یاد باقی ہی - کالکادین نے اب گردھاری کے کھیتون سے استعفا دے دیا ہی کیونکہ گردھاری کی روح ابھی تک اپنے کھیتون کے چارون طرف منڈلاتی رہتی ہی - وہ کسی کو نقصان نہین پہونچاتی - اپنے کھیتون کو دیکھکر اُسے تسکین ہوتی ہے - اُنکا زناتھ بہت کوشش کرتے ہین کہ زمین اُٹھ جائے لیکن گانون کے لوگ اب اُسکی طرف تاکتے ہوے ڈرتے ہین -

پریم چند

کلامِ اکبر

مشکلِ اطمینان کم اِس عالمِ فانی مین ہی — کامیابی بھی جہان ہی اک پریشانی مین ہی
دولتِ دنیا کی لذت کیا ہے اہلِ جود کو — ساری قوت صرف ایک اِسکی نگہبانی مین ہی
خاک کے ذرون مین آجاتا ہی نورِ معرفت — اللہ اللہ کیا طلسم اِس شکلِ انسانی مین ہی

حضرتِ اکبر کو مشکل ہی بیانِ حالِ دل
گو یہ سنتا ہون کمال اُن کو زباندانی مین ہے

جو بلبل نے سنایا مجکو گانا اِسکو کہتے ہین — بلا الفاظ بے معنی ترانہ اِسکو کہتے ہین
سمجھ آئی جو مجکو ہو گیا دیوانۂ فطرت !! — جنون انگیزیان ہون ہوش آنا اِسکو کہتے ہین
جہان سوئی گھڑی کی ہوتی تھی وقت اُسکو کہتے تھے — گئی چوری تو ہم سمجھے زمانہ اِسکو کہتے ہین

کوئی سُنتا نہین تیری تو اِس بکنے کا کیا حاصل — کوئی منزل نہین درپیش پھر تھکنے کا کیا حاصل
عنایت ہی تری افسوس کرنا میری خامی پر — مگر یہ تو بتا اے باغبان بکنے کا کیا حاصل
اشارہ چشمِ شوقِ مشرقی سے ہی یہ مغرب کا — جو قوت ہو تو بسم اللہ منہ تکنے کا کیا حاصل

منکر کے خیال مین پریشانی ہی — اُسکا منشا فقط ہوس رانی ہے
دنیا فانی ہے وہ بھی اِسکا ہی مقر — لیکن نہ سمجھ سکا کہ کیون فانی ہے

ہم کو نئی روشنی کے ملتے جگر جلے ہین — باتین تو بن رہی ہین اور گھر بگڑ رہے ہین
ذاتی ترقیان ہین قومی ہے یا تنزل — گرہین یہ کھل رہی ہین یا پیچ پڑ رہے ہین
تلنے کے وہ لگ رہے ہین جو کر دو ٹو نہین ٹوٹین — بخیہ جو نیچر ل تھے وہ اب اُدھڑ رہے ہین

سطحِ زمین سے پوچھو کیا مل رہا ہے اُسکو — نظروں مین پھلجھڑی سے گو پھول جھڑ رہے ہین
یہ زیورِ معانی کس کی کرینگے زینت — لفظون کے یہ نگینے کیون آپ جڑ رہے ہین

مغربی تعلیم ہو اور ہوم رولی بات ہو — لطفِ موسم ہے یہی مینڈھک ہوں اور برسات ہو

در دیر پر مین سنے کی ڈنڈوت — بھری تھی مرے دل مین ٹھاکر کی پیت
کیا شور چیلون نے یہ ہر طرف — مہاراج کی جے گرو جی کی جیت

ممبر علی مراد ہین یا سکھ ندھان ہین — لیکن معانیہ کو وہی نابدان ہین

خدا کی یاد مین جو مست ہین ہم تم ہی اچھے — اُنھین کمتر خیالِ عیش و جاہ و مال آتا ہے
گے گذرے ہین وہ جو بحرِ مستقبل پریشان ہین — زمانہ کے موافق وہ ہین جن کو حال آتا ہے

اب تو یاری کا اسی پر رہگیا ہے انحصار — جس سے تو جلتا ہے اُس سے جو جلے وہ تیرا یار
تم ایک رہ نہ سکے تو خوشی سے یون بنئے — یہان تو کچھ نہ بنے سب بے وقوف کون بنے
مین اپنے دلِ کمُن ہی مین بحث کرلون گا — اُنھین کے واسطے بیرسٹری کا گون بنے
تمھارے فقرون مین ہرگز مین آ نہین سکتا — جو ہوگا ورسٹ یہ ممکن نہین کہ نون بنے
یہ ٹون ہال خیالی تمھین مبارک ہو — میرا خیال تو یہ ہے کہ پہلے تون بنے

خواہشین کھو دیتی ہین صبر و شکیب — خواہشون مین ہوتے ہین اکثر فریب
ہمنشین کے۔ نفس کے شیطان کے — خود غرض احباب کے۔ سلطان کے
پہلے آپ اصلاح خواہش کیجیے — بعد ازان دنیا سے سازش کیجیے

اکبر

نصیب ما ز جہان بقدرِ ہمت ما

پہ ہیچ می دانی کہ صورت بندِ ہستی با فرانس
فکرِ رنگین و دلِ گرم و شرابِ ناب داد

مُلک و تدبیر و تجارت را بانگلستان سپرد
جرمنی را چشمِ حیران و دلِ بیتاب داد

روس را سرمایۂ جمعیتِ ملت ربود
قہرِ او کوہِ گران را لرزۂ سیماب داد

تا برانگیزد نوائے حریت از سازِ دہر
صدرِ جمہوریۂ امریکہ را مضراب داد

ہر کسے در خورِ فطرت از جناب او ببرد
بہرِ ما چیزے نبود و خویش را با ما سپرد

اقبال

کلامِ ابر

(آنریبل پنڈت بشن نراین صاحب ابر مرحوم)

بحرِ سخا نے سب کو تونگر بنا دیا
چشمِ صدف میں اشک کو گوہر بنا دیا

اُس رُخ کو گل سے حُسن میں بہتر بنا دیا
بوٹا سے قد کو رشکِ صنوبر بنا دیا

تھا صانعِ ازل کو یہ عاشق کا پاسِ دل
حور و پری سے بھی تجھے بہتر بنا دیا

سارے بدن کا خون رگِ گردنین آگیا
موے مژہ کو تم نے جو نشتر بنا دیا

دکھلائی شانِ بندہ نوازی اگر کبھی
ذرّے کو اُس نے مہرِ منوّر بنا دیا

چکّر میں گرد باد کے جو ذرّہ آگیا
میرے نصیب کا اُوسے اختر بنا دیا

انگور کو عطا جو ہوا شیشہ شراب
گل کو نسیم باغ نے ساغر بنا دیا

سب بات مین تو ناز و نزاکت کی شان ہے
پتھر کا دِل حسینون کا کیونکر بنا دیا

موجِ کرم کا بحر جہان مین یہ فیض ہے
آب ابر کو تو آب کو گوہر بنا دیا

دل مین ہی جلوہ گر تیری صورت نے نصیب
اِس آئینے نے مجھ کو سکندر بنا دیا

اکسیر کا اثر ہے ترے دستِ فیض مین
مِس کو اگر چھوا تو اسے زر بنا دیا

مہتاب کو سہیل کی قربت بھی داغ ہے
کیسا یہ خال یار نے رُخ پر بنا دیا

نامرد منہ چھپاتے تھے جس زخمِ تیغ سے
مردون کے چہرے کا اُسے زیور بنا دیا

اللہ رے شوق اُڑ کے پہونچتا ہی تیرے پاس
تیری ہوا نے خط کو کبوتر بنا دیا

ترچھی نظر کے ساتھ جو تیوری بھی چڑھ گئی
تیغ اِسکو اُسکو تیغ کا جوہر بنا دیا

لکھوایا کہکشان سے اگر خطِ بندگی
سجدے کا داغ مہ کی جبین پر بنا دیا

لکھا بیاضِ صبح پہ جب وصفِ روے یار
تارِ شعاعِ مہر نے مسطر بنا دیا

حور و پری و جن و بشر سب ہین ملتفت
کب نقشِ حُب یہ دل کے نگین پر بنا دیا

روزِ ازل سے عقل کو جس گھر کی ہے تلاش
وہ گھر حدودِ عقل کے باہر بنا دیا

نشاطِ نوروز

مژدۂ نوروز لیکر صبحِ خندان آگئی — مژدہ ارمانون کی جان مین آج پھر جان آگئی

مطلعِ امید سے نکلی ہی شعاعِ جانفروز — تا سرِ بالینِ غفلت آشنایان آگئی

چونک اُٹھے وارفتگانِ خوابِ غفلت چونک اُٹھے — ہو چکی شب دھوپ سر پر آگئی - ہان آگئی

لذتِ ہستی جسے مدت ہوگئی بھولے ہوئے — یاد ہم کو صورتِ خوابِ پریشان آگئی

بھر کے آہ سرد بولا عاشقِ اندوہگین — مژدہ باد اے دل نسیمِ کوئے جانان آگئی

بن کے ساقی اے پرستو آج صبحِ سالِ نو — لے کے جامِ آفتاب جلوہ افشان آگئی

مطلعِ مستانہ گاتی بلبلِ شیراز کا — عندلیبِ زار تا صحنِ گلستان آگئی

صبح دولت می دمد کو جامِ ہمچون آفتاب
فرصتے زین بہ کجا یابم - بدہ جامِ شراب

بزمِ ساقی مین ہو ایسا اہتمام اکی برس — تا بہ شیخ و شاب پہونچے دورِ جام اکی برس

طالبانِ بادۂ حبِّ وطن سیراب ہون — کوئی بھی رہنے نہ پائے تشنہ کام اکی برس

پختہ کارانِ محبت کی نگاہ مہر سے — ایک ہندی بھی نہ رہنے پائے خام اکی برس

سال کیا اچھا ہو یہ اقوامِ عالم کے لیے — ہوگئے آزاد صدیون کے غلام اکی برس

تا بہ کے بے اعتنائی، خوابِ غفلت تا کجا — ہندیو! لیکر اُٹھو اللہ کا نام اکی برس

منزلِ مقصود خود لینے چلی آئے قدم — تم جو ہو جاؤ ذرا بھی تیز گام اکی برس

پھر وہی تم اور وہی ہو گردشِ لیل و نہار — دوستو! کرتے رہے گر صبح و شام اکی برس

شتے شد کاتشِ سودائے اندر جانِ ماست
این تمنا بین کہ دائم در دلِ ویرانِ ماست

تلوک چند محروم

---

* حافظ:- سودائے او درجانِ ماست

معیار تعلقات

یار بھی دُنیا میں ہیں اغیار بھی — گُل بھی ہیں زیب گلستاں خار بھی
حسن افروز بہار زندگی — رونق لیل و نہار زندگی
کوئی لیکن راز دانِ دل نہیں — شمع روشن ہے، مگر محفل نہیں!
جس کو ہو احساسِ کیفیاتِ دل — جس کا دل ہو مرکز جذباتِ دل
اہلِ دل اِسطرح کا کوئی نہیں — صاحبِ صدق و صفا کوئی نہیں
مدعیِ دوستداری ہیں بہت — پختہ مغزِ رسمِ یاری ہیں بہت
بعض مصروفِ دل آزاری بھی ہیں — خواستگارِ ذلت و خواری بھی ہیں
میری نظروں میں یہ دونوں ایک ہیں — نیک بد ہیں یعنی اور بد نیک ہیں
کیونکہ مقصد کا توافق ان میں ہے — ایک پنہانی تعلق اِن میں ہے
مستتر اغراض ہیں جذبات میں — الفت و نفرت ہیں محسوسات میں
جسقدر یکرنگیِ اغراض ہے — یعنے ہم آہنگیِ اغراض ہے
ہے اُسی نسبت سے باہم ارتباط — کچھ زیادہ ہے نہ ہے کم ارتباط
کیوں نہ پھر سب سے کنارا کیجئے — ترکِ این و آں گوارا کیجیے
یہ خصوصیاتِ فرضی چھوڑ کر — تار و پودِ مکر و فن کو توڑ کر

پیکرِ نا آشنا بن جائیے
ہستیِ بے مدّعا بن جائیے

آرشد تھانوی

رفتار زمانہ

تمام دُنیا مین آجکل اہم تغیرات درپیش ہین۔ یورپ کا نقشہ ازسرنو مرتب ہونے والا ہے صدر جمہوریہ امریکہ صلح کانفرنس کے لیے یورپ آئے ہوئے ہین۔ فرانس اور انگلستان ونون عظیم الشان سلطنتون نے جس جوش وخروش سے ڈاکٹر ولسن کا خیر مقدم کیا ہی اس سے وضح ہوتا ہی کہ امریکہ کے نصب العین نے اتحادیون کے دلونکو کیسا مسخر کرلیا ہی۔ ہرجگہ آیندہ نظام عالم کو پریسیڈنٹ ولسن کے مقررہ اصولون پر قایم کرنیکی پُرزور خواہش ہو رہی ہی۔ برطانیہ کے ذمہ دار وزرار بارہا ان اصولون کا اعادہ کرچکے ہین۔ خوشی کی بات ہی کہ انگلستان مین پریسیڈنٹ ولسن کی جتقریرین ہوئین اُن سے یہی ترشح ہوتا ہی کہ جزئیات کو چھوڑکر اہم مسائل مین صدر امریکہ اور وزیر عظم انگلستان دونون متفق الراے ہین اور ہمارے شہنشاہ معظم کا بھی یہی منشا ہی کہ اُنکی سلطنت کی ترقی حق وانصاف اور آزادی ومساوات کے مقدس اصولون پر قایم رہے۔ یہی وجہ ہی کہ باوجود انقلاب عظیم مین بھی جب تمام دُنیا جمہوری خیالات سے سرشار ہو رہی ہی جب پرانے اصُول زندگی ہرجگہ محو ہو رہے ہین جب اطراف وجوانب مین تخت شاہی اُلٹ رہے ہین ہمارے ملک معظم جارج پنجم کی جگہ دلون مین پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہوگئی ہے۔

ایسے نازک موقع پر جب ہرشے تغیر پذیر ہے۔ تاج انگلستان کا اقتدار قایم رہنا آیندہ کے لیے ایک فال نیک ہے کیونکہ اس سے نئی تہذیب کا موجودہ حالات سے ربط قایم رہ سکیگا اور آئین جہانبانی کے اصولون مین استقلال کی صورت باقی رہے گی۔ بادشاہ کی ذات مستقل اور تمام اختلافات سے بالاتر ہے۔ خاص وعام سب کے حقوق کی نگہداشت اسکا فرض ہے۔ اسی آئین سلطنت پر برطانیہ کی عظمت کا دار ومدار ہی اور اس مین شک نہین قومی بادشاہ سلامت کی ذات مختلف طبقات مین اتحاد ویگانگت قایم رکھنے اور متضاد خیالات مین توازن برقرار رکھنے کا ایک زبردست ذریعہ ثابت ہوئی ہے جس کی بدولت انگلستان لیا تمامی سلطنت برطانیہ بدامنی اور انارکی سے قطعی محفوظ۔ ۔

The Hon Ble Mr S. P. SINHA

Maharaja Bikaner.

ورنہ اس جنگ نے ایک تلاطم عظیم برپا کردیا ہو جس سے موجودہ نظام دنیا کی بنیادین ہل رہی ہین۔
مگر انگلستان قابل قدر خودداری کے ساتھ اپنے نظم و نسق کو جدید ضروریات کے مطابق ترقی دینے
پر کمربستہ ہو رہا ہو۔ اس نے بلا شور و شر ساٹھ لاکھ عورتونکو پارلیمنٹ مین ووٹ دینے کا حق دیدیا
ہے اور عورتین اب پارلیمنٹ کی ممبر ہوسکتی ہین۔ مزدور پیشہ جماعت کو قوم نے اپنا دست و
بازو تسلیم کرلیا ہے۔ ابتک ملک کے لیے محنت کرنا ان کا فرض سمجھا جاتا تھا آیندہ ملک کی نعمتون مین بھی
وہ پورے حصہ دار ہون گے۔ بہرحال صلح کے مسائل کچھ جنگ کے مسائل سے کم اہم نہین ہین لیکن انکے
حل کرنے کے لیے اولوالعزم وزیر اعظم برطانیہ مسٹر لائڈ جارج انگلستان کے تمام پارٹیون کے قایم مقام و نیز موسے
اتحاد و اتفاق کرکے بالکل نئے اصول پر وزارت قایم کر رہے ہین۔ ان کو عظیم الشان کامیابی
بھی نصیب ہو گئی ہے۔ پارلیمنٹ کا جو انتخاب جدید ماہ گذشتہ کے آخری ہفتہ مین ہوا اسمین
لائڈ جارج کے طرفدار ایک کثیر تعداد مین منتخب ہو گئے ہین۔ چنانچہ نئی پارلیمنٹ مین وہی برسر
حکومت رہین گے۔ اسوقت تین سو سے زائد انکی مجارٹی ہو۔ گو یہ ضرور ہے کہ اس مین زیادہ تر
اصحاب کنسرویٹو جماعت کے ممبر ہین اور بجاے خود صاحب وزیر اعظم کے لیے یہ کوئی فخر اور
اطمینان کی بات نہین ہے۔ کیونکہ قدیم فرقہ بندیون کے اعتبار سے ان کی وزارت انکے
پرانے حریفون کے رحم پر رہے گی اور وہ خود جیسا کہ انگلستان کے ایک اخبار نے لکھا ہے
"ٹوری" حضرات کے ہاتھ مین ایک قیدی کی طرح رہین گے لیکن مسٹر لائڈ جارج بڑے دل و جگر
کے مدبر ہین۔ وہ ان مشکلات پر آسانی سے حاوی آسکین گے اور سال دو سال جب تک
اُن کی جدید وزارت قایم رہیگی وہ صلح کے اکثر مسائل حل کر چکین گے۔ ہم بحیثیت ہندوستانی خوش
ہوتے اگر مسٹر لائڈ جارج کے موافقین مین لبرل حضرات کی کثرت ہوتی۔ لیکن یہ بھی کچھ کم اطمینان
بخش نہین ہے کہ جدید پارلیمنٹ مین مسٹر مانٹیگو موجودہ وزیر ہند منتخب ہوگئے ہین اور ریفارم
اسکیم کے متعلق سر ایس پی سنہا کے نام صاحب وزیر اعظم نے جو خط تحریر فرمایا ہو اُس سے معلوم
ہوتا ہو کہ مسٹر لائڈ جارج اس بارے مین اپنی ذمہ داری بخوبی محسوس فرماتے ہین ہم کو اُمید
ہو کہ آیندہ وزیر ہند بھی مسٹر مانٹیگو ہی ہون گے اور صاحب وزیر اعظم کی پوری اعانت و
ہمدردی انھین حاصل رہے گی۔ اور یہ اسوقت ایک بڑی بات ہو۔ قدیم خیرخواہان
ہند مین سے بہت کم اصحاب جدید پارلیمنٹ مین منتخب ہو سکے ہین۔ مسٹر ابرٹس۔ مسٹر کاٹن
وغیرہ ہمارے آزمودہ کار معاونین کو شکست نصیب ہوئی۔ اور گو پارلیمنٹ مین مزدور پیشہ

جماعت کا زور پہلے سے بہت کچھ بڑھگیا ہی۔ لیکن اُسکے مشہور رہنما مثلاً لینسبری۔ اسنوڈن
مسٹر رامزے میکڈانلڈ سب ہی کو شکست فاش ملی۔ انھین پر فرض کیا ہے سابق وزیر اعظم
مسٹر ایسکوتھ اور ان کے دیگر رفیق وزرائے سابق بھی پارلیمنٹ سے بدر ہوگئے۔ ہم ہندوستانیوں
کے لیے ایسے بلند پایہ مدبران کی شکست حیرت انگیز ہے۔ لیکن جدید انتخاب ایسے موقعہ پر ہوا
ہے جب انتخاب کنندگان جذبات سے متاثر ہین اور جن مدبران ملک کے ذریعہ جنگ سر ہوئی
ہے انکو بند کرکے انھین کی آیندہ ہدایت قبول کرنے پر مستعد ہین۔ اسوقت اہل برطانیہ
پر ایک خاص دماغی حالت طاری ہی جو موجودہ وزیر اعظم کے سراسر موافق ہی یہ کیفیت بہت
دیرپا نہ رہے گی تاہم خیالات مین انقلاب آتے آتے ہمارے لیے بہت کچھ ہو جائے گا۔

نئی پارلیمنٹ کی ایک خصوصیت یہ بھی ہی کہ جہان تک آیرلینڈ کا تعلق ہی قوم پرستون
کا نام و نشان تک باقی نہ رہا حتیٰ کہ اُن کے مسلم لیڈر مسٹر ڈلن بھی انتخاب مین کامیاب
نہ ہو سکے۔ اب انہی ممبران مین تہتر اصحاب "سن فن" جماعت سے منتخب ہوئے ہین جو انگلستان
سے آیرلینڈ کے بالکل قطع تعلق کے حامی ہین۔ چھ سو سے زائد ممبرون مین آیرش ہوم رول
پارٹی کے صرف سات اصحاب کا عدم وجود برابر ہے یہ بات غور سے دیکھنے کے لائق رہے گی۔
کہ سن فینرس کی موجودگی کا عام مباحث مین کیا اثر پڑے گا۔ اگر ان حضرات نے مزدور پیشہ جماعت
سے ساز باز کیا اور آزاد خیال لبرل حضرات بھی انہی سے مل گئے تو وزارت کو کسی قدر مشکلات
کا سامنا ہوگا۔ لیکن ہم سمجھتے ہین کہ اس مجموعہ کا مسٹر لائڈ جارج کے کنسرویٹو موافقین پر اچھا اثر
پڑے گا اور یہ لوگ اہم مسائل کے حل مین وزیر اعظم کے سد راہ ہونے کے بجائے ان کی امداد
و اعانت پر کمربستہ ہو جائین گے

ہندوستان بھی دنیا کی موجودہ کیفیت سے بے اثر نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ نئی اسپرٹ کا یہان
بھی ہر طرف اظہار ہو رہا ہے یہی ذاتون کی طرف سے تو کئی سال گذشتہ سے برابر مطالبات
پیش ہو رہے ہین۔ سال بھر سے مستورات کے ملکی حقوق کا ذکر بھی سننے مین آ رہا ہی۔ چنانچہ خاص
اجلاس بمبئی کانگریس مین عورتون کی طرف سے ملک کے نظم و نسق مین رائے دینے کا اختیار طلب
ہوا تھا۔ اور رزولیوشن بھی کسیقدر مخالفت کے ساتھ پاس ہو گیا تھا۔ لیکن دہلی مین اتفاق رائے
سے منظور کیا گیا۔

اس سے بھی زیادہ یہ کہ احاطہ بمبئی کے قانونی کونسل نے بمبئی مینونسپل کارپوریشن

مین عورتون کو ووٹ دینے کا حق منظور کرلیا اور کارپوریشن مین بھی یہ مسئلہ منظور ہوگیا ہے صوبۂ متحدہ مین بھی ڈسٹرکٹ بورڈون کی توسیع و ترقی کے متعلق جو سرکاری کمیٹی قایم ہوئی تھی اُسنے ووٹ کے معاملہ مین عورت و مرد مین کوئی تفریق روا نہین رکھی ہے - غرض ہندوستانی سیاست مین بھی عورتون کا اثر محسوس ہونے لگا ہے - قومی جلسون مین اب مستورات بہت زیادہ دلچسپی لینے لگی ہین - اور پردہ کا رواج بھی بہت کچھ اٹھتا جاتا ہے اس رسم کے مسترد ہونے کی روزمرہ نئی مثالین نظر آرہی ہین - خیر یہ تو ملکی ترقی کا لازمی نتیجہ ہے لیکن اس کے بعض پہلو اطمینان بخش نہین کہے جاسکتے - اس وقت پبلک لائف مین زیادہ تر ایسے واقعات رونما ہورہے ہین جن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ذمہ داری کا احساس کم ہورہا ہے جوش بیشک ایک قابل قدر جذبہ ہو لیکن محض جوش سے ہمارے قومی مقاصد حاصل نہ ہو سکین گے - کہین کہین یہ جوش حد سے گذرا ہوا بھی نظر آرہا ہے یہ بات بہت قابل افسوس ہے کہ اکثر وہ حضرات بھی جو اسوقت رہنمایان ملک مین داخل ہین جوش بیجا مین مبتلا ہوکر افراط و تفریط سے کام لینے لگے ہین - مثلاً ۱۱ دسمبر کو بمبئی مین لارڈ ولینگڈن گورنر بمبئی کی یادگار قایم کرنے کی جو مخالفت ہوئی اُسے ہم حد سے متجاوز کہنے پر مجبور ہین - کوئی نہین کہتا کہ آجکل حکام سے وقتاً فوقتاً شکایت نہین پیدا ہوجاتی - لارڈ موصوف بھی اس سے مستثنیٰ نہین ہین اور پچھلے پانچ سال کے اندر اُن سے کئی موقعون پر اہم غلطیان سرزد ہوئین - لیکن بہ حیثیت مجموعی ان کا عہد حکومت عام طور پر پسند کیا گیا ہے - ہندوستانیون کے ساتھ بھی اِن کا برتاؤ عموماً اچھا رہا - آئینی اصلاحات کے وہ زبردست حامی ہین اور احاطہ بمبئی مین اُن کے وقت مین تعلیم کی بہت بڑی ترقی ہوئی - غرض اُن کے پیشرو دونون لارڈو لنگڈن کا طرز عمل قابل شکریہ رہا - اسلیے اگر بعض حضرات کو اِن کی یادگار قایم کرنے کا خیال ہوا تو بیجا نہ تھا - یہ ضرور ہے کہ اختلاف آرا ہونے پر کسی فریق کو کُل کے نام پر کارروائی کرنے کا حق نہین ہوتا -

تاہم مخالفین کی طرف سے جو حرکات سرزد ہوئین وہ بہت بیجا تھین - ہم دیکھتے ہین کہ نوجوان طبقہ مین اِن پر خوشی کے شادیانے بجائے جارہے ہین - اخبارات مین فریقین مین خوب لے دے ہورہی ہے اور ایک نامناسب مباحثہ جاری ہے جو اکثر مجادلہ کی صورت اختیار کررہا ہے - جمہور کا زور ہو اور آزادی کو ترقی دیجائے - لیکن

کیا اسکے لیے تہذیب و وضعداری کو بالکل ہاتھ سے دیدینا ضروری ہے؟

تینتیس برس سے سال کا آخری ہفتہ قومی جلسون کیلیے وقف رہتاہے۔ امسال انڈین نیشنل کانگریس کا اجلاس دہلی مین نہایت تزک و احتشام سے منعقد ہوا۔ کانگریس کا یہ سب سے بڑا اجلاس تھا۔ جس مین تمام اطراف ملک سے پانچہزار چارسو سے زاید ڈیلیگیٹ شریک تھے۔ کل حاضرین کی تعداد بارہ ہزار کے قریب تھی کانگریس مین اس سے پہلے نہ کبھی ایسا مجمع اور نہ اسقدر جوش و خروش دیکھنے مین آیا دہلی جیسے قدیم تاریخی پایہ تخت مین جدید قومی تحریک کا پُرجوش مظاہرہ ایک معنی خیز نظارہ تھا۔ استقبالیہ کمیٹی کی صدر حاذق الملک حکیم اجمل خان تھے اور کرسی صدارت پر آنریبل پنڈت مدن موہن مالویہ جلوہ افروز تھے۔ قومی جد و جہد مین ہندو مسلمانون کے رہنماؤن کا ایک ہی پلیٹ فارم پر شانہ بشانہ کھڑے ہونا ایک دل خوش کرنے والا مین تھا۔ امسال کانگریس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ سات سو سے زائد کسان ڈیلیگیٹ موجود تھے۔ یہ پہلا موقعہ ہے کہ کسانون کے نمایندے کانگریس مین شریک ہوے ہم اس کو آیندہ کے لیے ایک فال نیک سمجھتے ہین۔ ملک کی اصلی ترقی کے لیے ضروری ہو کہ تعلیم یافتہ جماعت۔ اور عوام ہند مین پورا ارتباط ہے تعلیم یافتہ جماعت کی سچی حب الوطنی کا اس سے بہتر اور کوئی ثبوت نہین ہوسکتا کہ وہ غریب کسانون کی فلاح و بہبود کے لیے پولٹیکل حقوق حاصل کرین۔ پریسیڈنٹ نے صدارتی تقریر پڑھنے سے پیشتر ایک مختصر تقریر ہندوستانی زبان مین بھی کی جو دراصل انگریزی تقریر کا خلاصہ تھی۔ کانگریس کی تاریخ مین یہ بھی ایک پہلا واقعہ ہے۔ پنڈت صاحب نے اپنی تقریر مین زیادہ تر صرف و مباحث کی بحث کی ہے۔ جنگ کے متعلق آپنے جو کچھ فرمایا اس سے شاید کسی ہندوستانی کو اختلاف ہو ہندوستانیون کی جنگی خدمات کی بابت شہنشاہ معظم اور وزرائے سلطنت کی حوصلہ افزا تقریرین کا اقتباس کرکے آپنے ان لوگون کو ہمارے حقوق کی یاد دہانی فرمائی جنھون نے تھوڑے ہی عرصہ مین ہندوستان کے ایثار کو بھلا دیا ہو اسکے بعد آپ نے حکومت خود اختیاری کیلیے اہل ہند کی قابلیت ثابت کی تقریر کا لہجہ نرم ہو لیکن شروع سے آخر تک وہ موجودہ ملکی خیالات کا آئینہ ہے۔

مالوی جی نے ہندوستانیون کے مطالبہ کو نہایت مدلل اور پُرزور پیرایہ مین

پیش کیا ہے۔

اس مرتبہ بھی کانگریس مین بعض نامور لیڈران مثلاً سر نیدرناتھ بنرجی مسٹر ڈنشا واچا شریک نہیں ہوے۔ آنریبل مسٹر شاستری اور دیگر ممبران انجمن خادمان ہند موجود تھے اور بعض نامور ماڈریٹ لیڈرون نے بذریعہ تار اظہار ہمدردی کیا۔ ہماری اب بھی یہی راے ہی کہ اگر یہ اصحاب کانگریس مین شریک ہوتے تو اسکی تجاویز اور کارروائی پر بہت اچھا اثر پڑتا۔ بحالت موجودہ جوش کی تو انتہا نہ تھی۔ مگر دلیل و مباحث مین غور و تامل کی صریح کمی ظاہر ہوتی تھی۔ کانگریس کے گذشتہ مطالبات منظور ہوے ہون یا نہ ہوے ہون لیکن اسکے تدبر کا سکہ مخالفین بھی تسلیم کرتے رہے ہین۔ اور اسکی تجاویز ملک کے بہترین دماغون کی غور و فکر کا نتیجہ ہوتی رہی ہین۔ اس بارے مین گذشتہ اجلاس نے کانگریس کی شہرت مین اضافہ کرنے کے بجاے کچھ کمی کر دی ہے۔ دراصل تمام شرکا کے دلون مین نئی امنگین موجزن تھین۔ مجمع مین قومی ترقی کا ایک نشہ سا طاری تھا جس مین واقعات اور حقیقت حال کو کچھ زیادہ دخل اور واسطہ نہ تھا۔ ۲۹ر دسمبر کو اصلاحی اسکیم کے متعلق بہت ہی اچھا مباحثہ ہوا۔ ملک کے اعلی ترین مدبرون نے گھنٹون اسپر بحث کی۔ لیکن اس تمام کاوش کا جو نتیجہ نکلا وہ کسی طرح قابل اطمینان نہین کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جو رزولیوشن پاس ہوا ہے۔ اس کی بابت ہم کو افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ مشکلات پر آنکھ بند کرکے پاس ہوا ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ مزید حقوق اور اختیارات کے لیے ملک مین سخت بےچینی اور بیقراری ہی۔ لیکن حسن تدبیر کا کہین پتہ نہین ملتا جس کے بغیر کوئی اہم کام کبھی سر نہین ہوا ہے۔ ہم نہین سمجھتے کہ ان چار مہینون مین ایسی کیا بات ہو گئی ہے کہ بمبئی کانگریس کے مطالبات مین اہم اضافہ منظور کر لیا گیا۔ ہمارے ماڈریٹ رہنمایان بمبئی کانگریس کے رزولیوشن ہی سے برافروختہ تھے اب اور بھی برہم ہون گے اگر ان بزرگون کو چڑھانا ہی منظور تھا تو واقعی اس سے بہتر کوئی تدبیر ممکن نہ تھی

اسی طرح سے صلح کانفرنس مین اہل ہند کی براہ راست نیابت کا مطالبہ کیا ہی

دلخوش کن کیون نہ ہو مگر عملی سیاست سے بالکل خارج ہو۔ بعض مدبران نے اسکی بھی مخالفت کی مگر اس کا کوئی اثر نہ ہوا۔

جس حیثیت سے کہ تجویز اصلاحات پاس ہوئی اُسکا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ کانگریس ڈیپوٹیشن جو انگلستان جانے والا ہے بعض آزمودہ کار رہنمایان ملک شریک نہ ہو سکین گے جس سے وفد کی اہمیت مین ضرور کمی آجائے گی۔ ہم کو امید ہو کہ اب بھی ذمہ دار اصحاب ایسی تدابیر اختیار کرین گے جس سے ملک کے سب رہنما متفق و متحد ہو کر برطانیہ عظمیٰ مین قومی حقوق کے لیے جد وجہد کر سکین گے۔ انگلستان مین باہمی اختلاف کا بہت ہی خراب اثر پڑے گا۔ بہرحال اسوقت جو مشکلات حائل ہو گئی ہین اسپر سب کو ٹھنڈے دل سے غور کرنا چاہیے۔

کانگریس کے اختتام پر آنریبل پنڈت صاحب نے ملکی اتفاق کے متعلق بہت کچھ کہا۔ دراصل پوری تقریر نہایت رقت انگیز ہے اور اسکو بیان کرتے وقت مالوی جی کا دل بھر آیا اور آپ نے باچشم پُرنم کہا کہ ملکی ترقی مین نیچے اونچے۔ چھوٹے بڑے امیر و غریب۔ ہندو مسلمان عیسائی۔ کسی مین کوئی تمیز نہ ہونا چاہیے سب کا یکسان خیال ہونا چاہیے کسی قسم کا کوئی فرق نہ رہ جائے۔ آپ نے افسوس کیا کہ اب بھی باہمی تفرقے ہین۔ اور جب تک یہ دور نہ ہون گے ملک کی پولیٹکل ترقی نہ ہو گی ہندو مسلمانون کے مذہبی نزاعات کے بارے مین اپنے آبدیدہ ہو کر کہا کہ کیا ہندو مسلمانون کی مقدس کتابین ان نزاعات کا تدارک نہین کر سکتی ہین۔ ہندوؤن کی طرف سے اگر کہین زیادتی ہوئی ہو تو اُسکے لیے آپ نے مسلمانون سے معافی مانگی۔ گاؤکشی کے مسئلہ پر ہندو جذبات بیان کر کے فرمایا کہ ان کے باوجود بھی مسلمان اہل ملک اس کو اپنے مذہبی فرض کی تکمیل کے لیے لازمی سمجھین تو آپ اتفاق باہمی کی خاطر گاؤکشی کو بھی برداشت کرنے کو تیار ہین"۔

یہ کچھ معمولی بات نہین اور اس سے ثابت ہوتا ہو کہ حب الوطنی ملکی ترقی اور قومی عظمت کی خاطر وہ دنیوی جاہ و حشمت کی طرح اپنی آخرت بھی قربان

کہنے کو تیار ہیں - وہ اپنا جسم - اپنی جان اپنا مذہب اور اپنا ایمان غرض دُنیا و مافیہا میں جو کچھ کہ انھیں عزیز ہے وہ سب ملکی اتفاق کی مورت کنڈ میں بھسم کر دینے کیلیے آمادہ ہیں - یہ انتہائی ایثار اور انتہائی قربانی ہے اور اس سے زیادہ انسان کچھ نہیں کر سکتا ہے ہم کو بھروسہ ہے کہ ملک میں ایک سچے برہمن کی اس کٹھن تپسیا کا بہت بڑا اثر ہوگا -

آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ بھی نہایت جوش و خروش سے ہوا آنریبل فضل حق اسکے صدر تھے آپ کی تقریر اور نیز ڈاکٹر انصاری چیرمین کمیٹی استقبالیہ کی تقریر مسلمانوں کے مذہبی مسائل سے لبریز تھی - جن کا زیادہ تر تعلق دنیا کی اسلامی سلطنتوں سے ہے - دونوں تقریروں نے مسلم جذبات کو بالکل عیان کر دیا ہے اور ہم کو امید ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ صلح کانفرنس میں ان جذبات کا تا حد امکان احترام کرے گی

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا اجلاس امسال صورت میں منعقد ہوا اور سر ابراہیم رحمت اللہ اسکے صدر تھے - ممدوح اگزیکیٹو کونسل کے ممبر ہیں اور اس سرکاری حیثیت سے ان کی تقریر کی اہمیت بہت بڑھجاتی ہے - ایڈریس کے ابتدائی حصہ میں انھوں نے اس خیال کی تردید کی کہ انگریزی تعلیم مذہب اسلام کے لیے مضر ہے - کسی دوسرے جلسہ میں اس قسم کے دلائل کی ضرورت نہ محسوس ہوتی - مگر مسلمانوں کی تعلیمی حالت ابھی تک پست ہے - مذہبی اوقاف کے سرمایہ سے تعلیمی وظائف قائم کرنے کی آپنے بہت زور کے ساتھ راے دی - کانفرنس کے رزولیوشنوں میں ایک تجویز مسلم یونیورسٹی کو جلد قایم کرنے کے متعلق بھی پاس ہوئی ہے - یہ معاملہ کئی سال سے لیت و لعل میں پڑا ہوا ہے کیا اچھا ہو کہ اس سال اس کی تکمیل کی کوشش کی جاے -

تعلیم کی ترقی کے ساتھ ساتھ تعلیمی کانفرنسوں کی بھی ترقی ہو رہی ہے چنانچہ امسال پنجاب ایجوکیشنل کانفرنس کا پہلا جلسہ لاہور میں لالہ ہنسراج صاحب کی زیر صدارت منعقد ہوا آپنے صدارتی تقریر میں زیادہ تر مفت اور جبری ابتدائی تعلیم کے مسئلہ پر بحث کی ہے - ناظرین کو معلوم ہے کہ آجکل اسکے متعلق ایک مسودہ قانون پنجاب کی قانونی کونسل کے روبرو پیش ہے جو بہ تحدید بھی گذشتہ اجلاس میں قانونی کونسل میں آنریبل راے بہادر بابو انند سروپ صاحب نے ابتدائی تعلیم

کو مفت اور جبری کردینے کی تجویز پیش کی ہے پنجاب میں جو اسکیم پیش ہے اس کے رو سے
صرف چار سال تک بچوں کو جبری تعلیم دی جائے گی لالہ ہنسراج صاحب نے بجا طور
پر اس مدت کو ناکافی قرار دیا ہے۔ ان کی رائے میں جبری تعلیم کا سلسلہ کم سے کم چھ برس جاری
رہنا چاہیے۔ بمبئی کے قانون کی رو سے میعاد پانچ سال کی قرار دی گئی ہے اور یہی اقل درجہ ہمارا
مطالبہ ہونا چاہیے۔ لالہ ہنسراج صاحب نے تعلیمی کورس میں روزمرہ نئی تبدیلیوں پر اظہار ناپسندیدگی
کیا ہے۔ درحقیقت دس پندرہ برس سے تو ملک کا سررشتہ تعلیم نئے نئے تجربات کا تختہ مشق بن
رہا ہے۔ پریسیڈنٹ صاحب نے ابتدائی مدارس میں زراعت اور سیاسی امور کی تعلیم بھی داخل
کرنے کا مشورہ دیا ہے لیکن یہ قابل عمل نہیں ہے

قومی جلسوں اور ملی رہنماؤں کا ذکر کرتے ہوئے

ہم کو ان بزرگان ملک کی یاد آتی ہے جو حال میں ہم کو داغ مفارقت دے گئے ہیں پچھلے تین ماہ کے
اندر والیان ریاست میں نوجوان مہاراجہ صاحب جودھپور۔ نواب صاحب ٹونک اور راجہ صاحب
فریدکوٹ انتقال فرما گئے ہیں۔ اردو علم ادب کو جناب رشید لکھنوی۔ حضرت حفیظ جونپوری کی
وفات حسرت آیات سے جو صدمہ پہنچا ہے بیان سے باہر ہے نواب محمد اسحاق خان اور مسٹر حامد علیخان بھی
اس عرصہ میں ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ ہر دو صاحبان نمایاں قوم میں تھے جن کے ادبی احسانات سے ہم
گرانبار ہیں اردو زبان کی ترقی کے لیے ان حضرات نے وہ خدمات کیں جو عرصہ تک یادگار رہیں گی۔
اوائل ہفتہ ستمبر میں بنگال کے مشہور و معروف حامی تعلیم سر گورو داس بنرجی نے بھی انتقال کیا۔
مرحوم نے اپنی ساری زندگی ملک کی تعلیمی ترقی پر وقف کر رکھی تھی۔ سالہا سال تک وہ کلکتہ یونیورسٹی
کے وائس چانسلر رہے لارڈ کرزن کے تعلیمی کمیشن کے ممبر کی حیثیت سے آپ نے جو نوٹ یونیورسٹی تعلیم کے متعلق لکھا
تھا اس نے آپ کی بلند نظری اور آزاد خیالی کا تمام ملک میں سکہ بٹھا دیا تھا وہ قومی تعلیم کے زبردست حامی
تھے حضور وائسرائے نے کلکتہ کنووکیشن میں اُن کی وفات پر اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ گو اس وقت وہ
" ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن اُن کی صورت ہماری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو سکتی اس پیرانہ سالی میں بھی
" اُن کا مزاج شگفتہ ان کا ذہن رسا اور دماغی قابلیت مسلم تھی اُن کی ذات والا صفات سے اس خیال کی تکذیب
" ہوتی تھی کہ مغربی علوم اور مشرقی سادگی کا ساتھ نہیں ہوتا ہے وہ مغربی علوم و سائنس کے ماہر کامل ہونے کے
" ساتھ ہی مشرقی تہذیب کی بہترین روایات پر ہمیشہ عامل رہے۔ اُن کی زندگی حب الوطنی اور جفاکشی کا ایک نمونہ تھی"

آپ کا جسم
ایشور نے روزمرہ ادویات کا امتحان کرنے کے واسطے نہین بنایا ہے
ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپکو ایسا مُہلک مرض ہو جاے جس سے پیچھا چھوڑانا قریب قریب
قطعی ناممکن ہو۔ چنانچہ آپ کو مناسب ہے کہ ناممکنات پر یقین نہ کرکے ہمارے بیان سے
۲۰ سال کی آزمودہ بنا نو پاٹن کی دوا اسُدھا سندھو کو استعمال کیجیے۔ اس سے کف۔ کھانسی
ہیضہ۔ شول۔ سنگرہنی۔ اتیسار۔ پیٹ کا درد۔ قے ہونا۔ جی متلانا۔ اطفال کے ہرے پیلے دست
وغیرہ امراض ایک ہی دن مین رفع ہوجاتے ہین۔ یہ دوا خوش ذائقہ اور خوشبودار ہے۔
قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ایک تا چھ ۳ر پیکنگ مُعاف
بال سُدھا
اگر آپ کو اپنے بچون کو لحیم وشحیم اور تندرست بنانا اور روزمرہ کے مرضون سے پیچھا
چھوڑانا ہو تو اس ذائقہ دار دوا کو منگا کر استعمال کرائیے۔ ایک شیشی ایک ماہ کے واسطے
کافی ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ر محصولڈاک ۶ر
درد گج کیسری۔ یعنی داد کی دوا جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے
والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے۔ قیمت فی شیشی ۴ر۔ محصولڈاک ۶ر
نئے سال کا کلینڈر تیار ہے کارڈ آنے پر مُفت مین ارسال خدمت ہوتا ہے
ملنے کا پتہ۔ سُکھ سنچارک کمپنی متھرا

ڈاکٹر جی۔ بی کی نو ایجاد خوشبودار ناس
جب سے یہ مشہور پراثر ناس ایجاد ہوئی ہے تمام عالم نے
اسکے فوائد کی نسبت بجواب سرٹیفکیٹ عطا کیا ہے۔ اس
مشہور دنیا ناس سے امراض مفصلہ کی تخفیف ہو جاتی ہے یعنی
درد سر۔ نزلہ۔ زکام وغیرہ کے متعلق اور خرابیان پانی کی
بیماریون کو کھو دینے کے علاوہ گلا سے اوپر کے حصہ مین جو
بیماریان قائم ہو جاوین یا قبل از استعمال ناس پیدا شدہ ہون
سب کو استعمال کرنے کے بعد قوت حافظہ بڑھانے مین مشہور
اور مفرح دل ثابت ہوئی ہے۔ الغرض متذکرہ امراض کی لئے
ناس ایسی ارزان تو خیر دنیا بھر مین گران بھی مل سکے لیکن
ہم ضامن۔ یہ ناس کمپنی کی معیدسعی کا نتیجہ ہے جیسا
ذکر بحث مین ہے۔ جناب عالی اس ناس کو معمولی ناس کے دس چٹکی وغیرہ کے بدلے دن بھر مین دو مین
وقت چڑھایئے گا تو پھر طلب ہوتے ہوئے دیکھیئے گا۔ اگر ناس کی ایک چٹکی معمولی ناس کی تین چٹکیون
مین ملایئے گا تو اوسکو اسی سی پایئے گا۔ عمائدین اس ناس کو حافظ صحت پا کر ہمیشہ اس سے اپنے گھر مین کو
خالی رکھنا گوارا نہین فرماتے۔ اسکی عمدہ خوشبو و تیزی کی دیر پائی کے مقابلہ مین معمولی ناس کی عمر پانچ گنی
نہین آسکتی۔ باینہمہ قیمت فی شیشی چار آنے ۴؍۔ وی پی خرچ ۳؍۔ اور بڑی رجن ۲؍ وی پی خرچ ۹
اس کمپنی کی فہرست کلان بصورت طلب مفت مل سکتی ہے
ملنے کا پتہ۔ گربسوا اور کمپنی ساہوکار پیٹھ۔ مدراس
GURU BASAVA & Co. LTD.
SAHUKAR PETH
POSTBOX No. 510
MADRAS.
اسکاٹلینڈ سے ایک تعریفی خط
مسٹر جے ڈبلیو گلسٹن پرتھ اسکاٹلینڈ سے لکھتے ہین۔ مین نے ڈاکٹر جی بی کی خوشبودار ناس اپنے باپ
کو دی جو ناک کی بیماری سے سخت بیمار تھا اور جسکی عمر ۷۰ سال کی ہے۔ دوائی دن مین تین مرتبہ دی گئی
دس یوم مین تمام درد رفع ہو گیا۔ اس لیئے مین دوسرون کے فائدہ کے لیئے یہ بات لکھتا ہون۔

زمانہ پریس کانپور میں منشی دیا نرائن نگم بی۔ اے کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

رجسٹرڈ نمبر الف نمبر ۲۱۱

مرتبہ دیانرائن نگم بی۔ اے

نمبر ۱۹۱	فروری سنہ ۱۹۱۹ء	جلد ۳۲

فہرستِ مضامین

تصاویر۔ رسم سنگ بنیاد ہندو یونیورسٹی مہدلا ... ڈاکٹر سندر لال کا ایڈریس پڑھنا ... وائسرائے کا جواب دینا
مہاراجہ صاحب میسور چانسلر و مہاراجہ صاحب گوالیار پرو چانسلر ہندو یونیورسٹی بنارس

قیمت سالانہ للعہ

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

خمخانۂ سرور ۔ منشی درگا سہاے سرور جہان آبادی کا مجموعۂ کلام قیمت ۱۲ ار منیجر زمانہ پریس کانپور سے طلب فرمایئے
کیا آپکو معلوم ہی؟
محب وطن کون ہی؟
۱۹۰۷ء سے ۱۹۱۸ء تک رسالۂ "زمانہ" کے
اکثر پرچے فروخت کے لئے موجود ہین جنکے قابل قدر
اور دلکش مضامین کا چار دانگ ہند مین آجتک شہرہ ہے
بیعنی سال کی مکمل جلدین اور بعض کے متفرق پرچے
مکمل جلدین ۳ روپے سالانہ کے حساب اور متفرق ۳ ر فی پرچہ
کے حساب سے مل سکتے ہین ۔
جو اپنے وطن اور ملکی لیڈرون سے محبت اور
اونکی عزت کرے ۔ کارخانہ "زمانہ" مین قومی و ملکی
لیڈرون کی عکسی تصاویر برائے فروخت موجود ہین
آپ منگوائین اور حب الوطنی کا ثبوت دین ۔
فہرست تصاویر اس پرچہ مین کسی دوسری جگہ
درج ہے ملاحظہ فرمائین ۔
المشتہر ۔ منیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور
آزاد
ایک بہترین ملکی ہفتہ وار اخبار
جو
ہر جمعرات کو زمانہ پریس کانپور سے زیر ارادت
منشی دیا نراین نگم بی ۔ اے شائع ہوتا ہے ۔
قیمت سالانہ للعہ و ۳ روپے
نمونہ مفت
منیجر "آزاد" کانپور سے طلب فرمایئے
آگرہ
اگر جناب کو عمدہ مضبوط بکفایت جملہ قسم کے مثل ولایتی
جنٹلمین بوٹ و شوز یا لیڈیز شوز و نیز بچگانہ وغیرہ درکار
ہون تو ہمارے کارخانہ کی پرائس لسٹ طلب کرین ۔
المشتہر
منیجر دی انگلو انڈین بوٹس ٹریڈنگ کمپنی آگرہ

زمانہ

جلد ۳۲ فروری سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۱۹۱

دورِ قدیم و جدید

زمانہ قدیم مین تہذیب سے مراد تہذیب نفس و تہذیب اخلاق تھی، عصر جدید مین تہذیب سے مراد خود پروری اور نمود ہے۔ اسکا اخلاقی پہلو نظر انداز ہوگیا۔ اُسکی صورت متغیر ہوکر اب وہ ہوگئی ہے جسے ہمارے اسلاف بدتہذیبی کہتے۔ جسمانی نفاست اور آرایش طرز قدیم کی نگاہون مین کبھی مستحسن نہ تھی۔ عیش و تکلف کے سامان فراہم کرنا تہذیب قدیم کا کبھی معراج نہین رہا۔ پُرانے لوگ سجاوٹ اور بناوٹ کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اُسوقت مہذب کہلانے کے لیے یہ لازمی نہین تھا کہ آپ کا بینک مین اِسقدر حصہ ہو۔ آپ کے بال البرٹ فیشن کی تراش کے ہون۔ آپ کی داڑھی اٹالین یا فرنچ ہو۔ آپ کا کوٹ شکاری ہو۔ ٹینس ہو یا کیمبرج ہو۔ یا چینی یا جاپانی ہو۔ آپ کے جوتے ڈربی یا پمپ ہون۔ آپ کی شیروانی یا سلیم شاہی جوتے پر اُن کی نگاہ نہ جاتی تھی وہ اسے شان کہین۔ نمایش کہین۔ رعونت کہین لیکن تہذیب ہرگز نہ کہتے۔ تہذیب کے نام کو داغ نہ لگاتے۔ تہذیب سے ان کا مفہوم اخلاقی۔ روحانی باطنی تھا۔ اسوقت وہ مہذب تھا جس کا اخلاق پاکیزہ ہو۔ متحمل ہو۔ سلیم ہو۔ شگفتہ پیشانی ہو۔ منکسر ہو۔ بڑے بڑے تاجدار درویشون کو

دیکھکر سروقد کھڑے ہو جاتے تھے ۔ اُن کا ادب کرتے تھے ۔ اور محض رسمی یا نمائشی ادب نہین ۔
دل سے اسکی پاک نفسی اور روحانیت کے قائل ہوتے تھے اُن کی ملاقات کو مایہ برکت سمجھتے
تھے ۔ اِس کا اثر ان کی طبیعت پر ہونا لازمی تھا ۔ سدھارتھ ۔ اشوک ۔ شلادتیہ ۔ جنک کی
عبادت ترک اور ریاضت انھین پاکیزہ صحبتون کا نتیجہ تھی ۔ اُن لوگون کی آزادی کو دیکھیے
کہ وہ اپنے اصولون کے سامنے افسر و دیہیم کی پرواہ نہ کرتے تھے ۔ اور ایک یہ خود پروری
کا دور ہے کہ سلاطین پابند سلاسل ہو کر بھی بادشاہی کے نام پر مرتے ہین ۔ مصر ایران اور
یورپ کی پرانی تاریخون مین جنک اور اشوک کی نظیرین پاتی ہین لیکن آج اگر کوئی اپنا
راج چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کرے تو لوگ اُسے فاتر العقل سمجھین گے ۔

قدیم تہذیب عام ہمہ گیر جمہوری تھی ۔ اسکا جو معیار ثروت اور تمول کی نگاہون
مین تھا وہی معیار دقیع اور رذیل کی نگاہون مین بھی تھا ۔ غربت اور تمول کے درمیان
اُسوقت کوئی دیوار حائل نہ تھی ۔ وہ تہذیب افلاس کو پامال نہ کرتی تھی ۔ اسکا منہ چڑھاتی
تھی اسکا مضحکہ اُڑاتی تھی ۔ علم اور عبادت کی حلم اور متانت کی تعظیم راجہ بھی کرتا تھا
اور کسان بھی کرتا تھا ۔ اُن کے فلسفے جدا جدا ہون لیکن معیار تہذیب ایک تھا لیکن
جدید تہذیب نے خاص و عام مین ۔ حقیر و کبیر مین ۔ ثروت و عسرت مین ایک حد فاصل کھڑی
کر دی ہے ۔ کسی بساطی کی دوکان پر جایئے ۔ کسی دوا فروش یا سوداگر کی دوکان کا ملاحظہ
کیجیے ۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ تہذیب حال کتنی محدود اور مخصوص ہے ۔ آپکے صابون
بسکٹ یا یونمڈ کی شیشیان ۔ کنگھی کو مدی سوبستانے ۔ کمر بند ۔ ٹائی ۔ کالر ۔ بیگ ۔ ٹرنک ۔ اور
خدا جانے تکلف کے کتنے سامان دوکانون مین سجے نظر آئین گے پیٹنٹ ادویات چنی ہوئی ہین
لیکن آپ کے کتنے اہل وطن اُن سے فائدہ اُٹھاتے ہین آپ کا جدید تعلیم سے بے بہرہ بھائی
آپ کو اس ٹھاٹ مین دیکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے یہ ہم مین سے نہین ہین ۔ ہم اِن کے نہین ہین
پھر آپ چاہے کتنی بلند آواز سے قومیت کی بانگ لگائین وہ آپ کی طرف مخاطب نہین
ہوتا ۔ وہ آپ کو غیر سمجھ لیتا ہے ۔ آپکے سرکس اور تھیٹر مین وہ حُسن قبول کہان جو پرانے
زمانہ کے میلون اور تماشون مین ہوتا تھا ۔ آپ کے شعر و سخن مین وہ کشش کہان جو پرانے زمانہ کے

جمہوریت میں ہوتی تھی جنھیں سنکر امیر و غریب راجہ و فقیر سب کے سب سر دُھننے لگتے تھے۔ جدید
روشنی نے عوام کو اپنے دائرہ سے خارج کر دیا ہے اُس نے اپنی دیوار نمائش پر تکلف پیکری
کی بنیاد زر پرستی اور خود پروری اسکی روح ہی باوجود اسکے جمہوریت ہی جدید تہذیب کا نمایان
ترین پہلو کہی جاتی ہے"۔

موجودہ تہذیب کا سب سے روشن پہلو جذبۂ قومیت کا نشو و نما ہے اُسے پیرزمانہ ہوا اور بجا
ہے مگر زمانۂ قدیم میں قومیت کا احساس معدوم نہ تھا۔ یونان اور ایران کے معرکے اسپین
اور عرب کی جنگ آرائیان ہند اور افغانستان کے ہنگامے کسی نہ کسی حد تک قومیت کے
عروج اور وقار پر مبنی تھے۔ مگر تہذیب جدید نے اس جذبہ کو ایک متحد۔ باقاعدہ منضبط اور
منتظم صورت دے دی ہے۔ دور قدیم میں اِسکا احساس خاص خاص موقعوں پر ہوتا تھا کبھی
بے غیرتی کا انتقام کسی طعنہ کی خلش۔ یا محض اظہار شجاعت اور فاتحانہ سرگرمی چند افراد کو متحد
کر دیتی تھی۔ ایک اُبال تھا جو تھوڑی دیر کیلیے ظرف کو ہلا دیتا تھا۔ ایک طوفان تھا کہ جو کچھ
دیر تک سطح ساکت میں ہلچل ڈالدیتا تھا۔ لیکن اُبال کے فرو ہوتے ہی طوفان کا زور ختم ہوتے
ہی عناصر اپنی قدرتی حالت پر آجاتے تھے اور بعد چندے اِن معرکوں کی یادگارین بھی محو
ہو جاتی تھیں۔ یا زندہ رہتی تھیں تو کتبۂ شرفا کے کتبوں میں۔ بسا اوقات تبلیغ مذہب کیلیے
زبان سے خنجر کی مدد لی جاتی تھی۔ پرانی روایتیں آجتک نعرۂ تکبیر و تکفیر سے گونج رہی ہین
مگر وہ عارضی فوری ولولے ہوتے تھے اُنھوں نے سلطنتیں تباہ کر دین قومین غارت کر دین
قیامت کے ہنگامے برپا کر دیے۔ تمدن کے نقوش مٹا دیے مگر اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ
اُن کی حیثیت انفرادی اور عارضی تھی اسکے برعکس موجودہ قوم ایک مستمر مستقل اجتماعی
اور لازمی کیفیت ہے۔ اِس کی بنیاد نہ ذاتی اقتدار پر ہے نہ تبلیغ مذہب پر بلکہ جماعت
کے فلاح و رفاہ امن و استحکام پر۔ وہ نسبی۔ تمدنی یا مذہبی تعلقات سے مستغنی ہے
اسکا مدار خالصتًا جغرافیائی حدود پر قایم ہے۔ اور مقصدًا اغراض محدود ہیں جو سے شہد و شیر
اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتی ہے اور کسی غیر کو اس کا ایک گھونٹ دینا بھی نہیں چاہتی۔ وہ
خود آرام سے شکم سیر ہو گی چاہے دنیا فاقے کرے۔ خود جیئیگی چاہے دنیا خون کے آنسو روئے

اگر اُسے سُرخ پوش بننے کی دُھن ہوجاے اور خون سے سُرخ رنگ نکلتا ہو تو اُسے غیرون کا خون کرنے سے دریغ نہ ہوگا۔ اگر انسان کا پارہ دل تقویت اعصاب کا باعث ہو تو یقیناً ہزارون انسان اسکے خنجر کے نیچے تڑپتے نظر آئین گے۔ اُسے اپنی بقا دُنیا مین ضروری معلوم ہوتی ہے۔ باقی دنیا فنا ہوجاے اُسکو اس کی پرواہ نہین۔ خود پروری اُسکا ایمان۔ اُس کی کتاب اُسکا سالک سب کچھ ہے۔ سارے انسانی جذبات۔ سارے اخلاقی مسائل اس بوالہوس کے آگے سرنگون ہوجاتے ہین۔ یہ دور کل ودشین کا ہے اور "قوم" اس دور کا نمایان ترین انکشاف ہے یہ دیو قامت مشین شب و روز مجنونانہ تیزی مگر سپاہیانہ پابندی کے ساتھ چلتی رہتی ہے کوئی اسکی زد مین آجاے یہ اُسے طرفۃ العین مین نگل جاے گی اُسے پیس ڈالے گی۔ وہ کسی پر رحم نہین کرتی کسی کی رعایت نہین کرتی۔ وہ ایک گران ڈیل رولر ہے جس مین تجارت و اقتدار کی دو سُرخ آنکھین گھور گھور کر بیخبرون کو متنبہ کرتی ہین کہ خبردار سامنے نہ آنا ورنہ چشم زدن مین ہلاک ہوجاؤ گے۔ اس قوم جدید نے دنیا مین ایک خونریز رزم حیات آراستہ کردیا ہے۔ جن انسانی جماعتون نے ابھی تک قوم کی حیثیت اختیار نہین کی وہ اسکی جفا کاریون کا کرشمہ گاہ ہین وہ افریقہ مین جاتی ہے اور وہان کے وادی وصحرا کو سیاہ فام کا فردن سے پاک کردیتی ہے۔ وہ ایشیا مین آتی ہے اور تہذیب و تعلیم کا نعرہ بلند کرتی ہے۔ اُسکے نیک ارادون مین شک نہین۔ وہ کسی کو غلامی کا طوق نہین پہناتی۔ مرد وزن کو غلام نہین بناتی شہرون کو خاک سیاہ نہین کرتی ہو۔ مگر کچھ عجیب اتفاق ہے۔ کہ جو "ناقوم" خطہ اس قوم کا اسیر غم ہو اُسکی زندگی مایوسی اور ذلت کی نذر ہوجاتی ہے۔

عصر قدیم کو دور تاریک کہا جاتا ہے مگر اُس دورِ تاریک مین فوجی خدمت ہر ایک فرد کی مرضی اور خواہش کے تابع تھی۔ بادشاہ کسی کو جبراً لڑنے پر مجبور نہ کرسکتا تھا۔ شجاعت کے متوالے۔ فرض یا حمایت یا خالص طمع کی پکار سنکر شمشیر بکف ہوجاتے تھے۔ لیکن اس نورانی دور نے ہر فرد بشر کو آمادہ خون کردیا ہے۔ نعرہ انفرادی آزادی کا بلند کیا جاتا ہے پر فی الواقع قوم نے فرد کو مٹا دیا ہے۔ فرد کی ذات قوم یا اسٹیٹ مین جذب ہوگئی ہے۔ ہم اب ریاست کے غلام ہین اسکو اختیار ہوجاتا ہے ہم کو قتل و خون پر مجبور کرے۔ خواہ فلسفہ دشر یہ لنکا مین

ببھیکن نے اپنے بھائی راون کے خلاف رامچندر کی مدد کی تھی مگر ببھیکن بہ آزادی تمام لنکا میں رہتا تھا۔ راون کو کبھی اتنی جرأت نہ ہوئی کہ وہ ببھیکن کے ایک بال کو بھی ضرر پہونچا سکتا آج دوران جنگ میں اس قسم کی باغیانہ حرکت کورٹ مارشل کا باعث ہو جاتی۔ بدر کو کوروں کا وظیفہ خوار تھا لیکن پانڈوؤں کی علانیہ حمایت کرتا تھا۔ تاہم کوروؤں نے حالانکہ وہ فرض شناس کہے جاتے ہیں اس بیباکی کے لیے بدر کو قابل گردن زدنی نہیں سمجھا۔ مگر آپ کچھ ہی کہیں وہ دور تاریک تھا۔ غلامی اور پامالی سے مجروح اور بیزار اور یہ زمانہ جب دشمن کی خوبیوں کا اعتراف کرنا بھی کفر ہے جب قومی مذہب سے ایک جو بھر انحراف بھی نا قابل عفو گناہ ہے روشن اور منور۔ اگر روشنی سے مراد بجلی یا گیس کی روشنی ہو۔ لیکن اگر روشنی سے مراد روحانی آزادی، ذہنی اور معاشری سکون ہے تو وہ دور تاریک اس نورانی دور سے کہیں زیادہ روشن تھا۔" قوم کے اقتدار اور اثر پر یہ سب پروانے نثار رہیں" اور کیا یہ تجارت اور مصنوعات کی ترقی آلہ ہائے مختلفہ کی ایجاد جس پر دور جدید کو اسقدر ناز ہے۔ برکت خالص ہے جبکہ سگرٹ کوڑیوں کے مول بکتا ہے بٹن اور ٹین کے کھلونے مارے مارے پھرتے ہیں مگر دودھ اور گھی مکئی اور جوار کا دائمی قحط ہو گیا ہے جب کہ دیہات ویران ہوتے جاتے ہیں اور شہروں کی آبادیاں بڑھتی جاتی ہیں جب کہ فطرت کی بخشی ہوئی نعمتوں کو لات مار کر لوگ مصنوعی نمائشی ڈھکوسلوں پر جان دے رہے ہیں جبکہ بیشمار فرزندان آدم متعفن اور تاریک حجروں میں زندگی بسر کرنے کے لیے مجبور ہیں۔ جبکہ لوگ اپنی برادری اور ہمسایہ کے دائرہ تہدید سے خارج ہو کر ہوا سے نفسانی کے شکار ہوتے جاتے ہیں جب کہ بڑے بڑے تجارتی شہروں میں عصمت آوارہ اور آشفتہ حال روتی پھرتی ہے (لندن میں ۴۰ ہزار سے زائد کسبیاں ہیں اور کلکتہ میں ۱۶ ہزار سے زائد) جب کہ آزاد محنت کی روٹی کھانے والے انسان سرمایہ داروں کے غلام ہوتے جاتے ہیں جب کہ محض صاحب ثروت تاجروں کے نفع کے لیے خونریز معرکوں میں کودنے سے دریغ نہیں کیا جاتا جب کہ علم اور کمال اور روحانیت بھی سود و زیاں کے گرداب میں پھنسی ہوئی ہے۔ جب کہ مدبرانہ ریاکاری اور روباہ بازی کے ہنگامے برپا ہیں اور انصاف و حق کا غل محض مظلوموں کی صدائے ضعیف کو دبانے کے لیے بلند کیا جاتا ہے۔ جدید تہذیب کا

کوئی دیوانہ بھی اس دور آلام اور اس دور غلامی کو برکت خالص کہنے کی جراءت نہین
کر سکتا اس مین شک نہین کہ مدعیان قوم اسکے نقائص سے واقف ہوگئے ہین اور اسکے
اصلاح کی کوششین کی جا رہی ہین لیکن اس زہر کو جو نظام بشری مین سرایت کر گیا ہے نکالنے
کی کوشش نہین کی جاتی۔ صرف اسکے ظاہری اثرات ظاہری عیبون کو چھپانے اور مٹانے
مین لوگ سرگرم کار ہین مبروص جسم کی رنگین لباسون سے پردہ پوشی کی جا رہی ہے

دور جدید نے انسانی اوصاف حمیدہ کی بھی من مانی تفریق کر دی ہو زمانہ قدیم مین
درجات اور حیثیات کی تفریق تھی مگر اخلاقی اصولون مین خاص و عام فاتح و مفتوح کی
کوئی تمیز نہ تھی۔ انکسار اور حلم شرم و حیا خلق و مروت ان اوصاف کی سب قدر کرتے
تھے چاہے وہ مغل ہون یا ترک۔ برہمن ہون یا شودر۔ لیکن آج کیفیت دگرگون ہے۔
یہ زیردستون کے اوصاف ہین۔ انکسار کو آج اعتراف ضعف سمجھا جاتا ہو۔ شرم و حیا
نامردون کے اوصاف ہین شیرین زبانی حسن اخلاق اور چشم مروت۔ اس جدید ٹکسال
کے متروک سکّے ہین۔ رحم اور التجا ضبط اور حلم کو بزدلی اور پست ہمتی کا جزو سمجھا جاتا ہو۔ اب
لاف زنی اور مزد کا دور ہے۔ غصہ حقارت خشونت درشتی زبان یہ مردانہ خوبیان ہین
اگر کسی سے انکار کرنا ہے تو ملائمت سے کہنے کی ضرورت نہین صاف اور بے لاگ کہئے۔ آمین
اکڑ پن جتنا ہی زیادہ ہو اُتنا بہتر۔ ناک پر مکھی نہ بیٹھنے پائے۔ تلوار ہمیشہ میان کے باہر رہے
ذرا کوئی امر خلاف طبیعت ہو بس جامہ سے باہر ہو جایئے غصہ ایک مردانہ جوہر ہے اُسے روکنا
بُزدلی کی دلیل ہے آپ کو چاہئے کسی امر خاص مین مطلق دخل نہ ہو۔ مگر زبان سے کہیے کہ مین
اس فن کا ارسطو ہون۔ مروت اور انسانیت اور لحاظ کو پاس نہ پھٹکنے دیجیے یہ پامال اور
مسکین لوگون کے اوصاف ہین۔ آپ اپنے برتاؤ مین دلیرانہ صاف گوئی سے کام لیجیے۔ آپ
کو کسی کے جذبات سے کوئی غرض نہین اور شرم کا تو نام لینا ہی گناہ ہے۔ یہ ہین اس دور جدید
کی خوبیان۔ ہم یہ نہین کہتے کہ وہ پرانی باتین تمام تر قابل ستائش ہین۔ مگر وہ کتنا ہی موہوم اور مطلوب
کیون نہ ہو۔ اس جدید خود پروری۔ سبکسری اور رعونت سے بدرجہا قابل تحسین ہو لطف یہ ہو
کہ بچپن ہی سے ان فطری اوصاف کو مٹانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ یہ مردانہ اوصاف لڑکون

کومان کے دودھ کے ساتھ پلائے جاتے ہین۔

دور جدید کا قصیدہ گو کہیگا یہ یکطرفی تصویر ہے۔ دیکھیے آج قومی ارتباط نے اِنسانی تعلقات کو کِسقدر استوار بنا دیا ہے۔ ایک انگریز تاجر کے ساتھ چین مین کوئی بے انصافی ظہور مین آئی ہو اور حسابات اِنگلستان مین واویلا مچ جاتا ہو خون بہا اور تعزیری مہم کی دہائی مچنے لگتی ہے۔ ایک فرانسیسی اخبار کا داخلہ کسی ریاست مین بند کر دیا جاتا ہو اور فرانسیسی دُنیا زیر و زبر ہو جاتی ہے۔ یہ ہمدردی۔ یہ یگانگت کبھی پہلے بھی تھی ؟ راجپوت مُسلمانون کے حلقہ بگوش بنکر راجپوتون کا خون کرتے تھے۔ مسلمان سکھون کے دوش بدوش آراستہ ہو کر مسلمانون کو قتل کرتے تھے۔ بیشک یہ دورِ جدید کا ایک قابل رشک پہلو ہو اسکے زیر ہم دنیا کے ہر ایک گوشہ مین عافیت سے رہ سکتے ہین ہر ایک خطہ مین تجارت کر سکتے ہین۔ مگر حق یہ ہو کہ یہ اتفاق اور ہم نوائی اِنسانیت کی بہ نسبت قومی اقتدار پر زیادہ منحصر ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ کسی دُور دراز ملک مین ایک فرد کی پامالی یا بے وقعتی قوم کے لیے دل کو ہلا دیتی ہو مگر اپنی ہی ہمسائے اپنے ہی عزیزون کی بینوائی اور درماندگی پر ذرا بھی دل کو جنبش نہین ہوتی۔ کیا وجہ ہو کہ یورپین سرمایہ دار عیش و ثروت کی پُرتکلف کشتی پر بیٹھا ہوا اُن بیکسون کی پرواہ نہین کرتا جو افلاس اور خستہ حالی کے گرداب مین پڑے ہوئے ہین۔ یہی کہ خود پروری نفس پروری۔ قوم کی روح ہے۔

وہ خالص مادہ پرستی ہے۔ جذبات حسنہ سے عاری۔ جس نے دلون کو سخت اور تنگ اور ناکیفیت پذیر بنا دیا ہے۔ وہ زر و اردون کا ایک مجمع ہے جو اخلاقی جذباتی۔ روحانی کیفیات کو تاجرانہ نفع و نقصان کی نگاہ سے دیکھتا ہے جس کے نزدیک وہی نیکی قابل عمل ہے جو اُنبارِ گنج مین کچھ اضافہ کرے وہی جذبات مستحسن ہین جو اپنا اقتدار بڑھائین وہ روح کو بھی ترازو کے پلڑون پر تولتا ہے۔ اُسے جمہوریت کتنا غلطی ہے۔ مساوات اور اخوت کو اُسنے پیرون تلے اسطرح روندا ہے کہ اب اُنکی صورت بھی پہچانی نہین جاتی۔ انسان کی وقعت اسکے نزدیک صرف اتنی ہی ہے کہ وہ ایک آلۂ زر ہے۔ وہ ایک قسائی کی طرح انسان کے گوشت و پوست کا اندازہ کر کے اُس کی قیمت لگاتا ہے۔ الغرض دورِ قدیم امرا و سلاطین کا دور تھا۔ دورِ جدید

دولت کی تلاش مین
نیون اور تاجرون کا دور ہے اِس نے دولت کے پہاڑ کھڑے کر دیے۔
اور اب سارا عالم اسکا تختہ مشق ہے۔
بحر و بر کو چھانتا ہوا کرۂ افلاک تک جا پہونچا
اس دورِ جدید مین ایک ایسا روشن پہلو بھی ہے جو اُن سیاہ داغون کو کسی حد تک
پوشیدہ کر دیتا ہے۔ اور وہ ہے بے زبانون کی قوت اظہار۔ حال کے معرکۂ یورپ نے اس پہلو
کو اور بھی نمایان کر دیا ہے خود پروری کے طوفان نے بڑے بڑے تناور درختون کو ہی نہین سبزۂ
خوابیدہ اور پامال کو بھی بیدار کر دیا ہے اب ایک فاقہ کش مزدور بھی اپنی اہمیت سے باخبر ہو گیا ہے اور
دولت و ثروت کے آستانے پر جبین نیاز کو خم کرنا پسند نہین کرتا۔ اُسے اپنے فرائض جو ہے
معلوم ہون لیکن اپنے حقوق کا پورا علم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس ساری قومی حشمت اور
اقتدار کی علت مین ہون۔ یہ سارا قومی عروج اور فروغ میرے ہی دستِ فیض کا کرشمہ ہے۔
اب وہ قناعت خاموش اور توکل سرنگون کا قائل نہین۔
یہ ان جنسون کی کساد بازاری کا دور ہے اور وہ بھی انھین ہاتھ نہین لگاتا وہ
بھی آسایش اور بیفکری اور فراغت کا طالب ہے۔ وہ بھی اچھے مکانات مین رہنا
چاہتا ہے۔ اچھے کھانے کھانا چاہتا ہے اور تفریح کے لیے وقت فرصت کا مدعی ہے۔ اور
وہ اپنے دعوون کا اظہار ایسے پر اثر طریق پر کرنے لگا ہے کہ اختیار اور اقتدار اس سے اغماض نہین کر سکتا۔
وہ سرمایہ کا دشمن ہے ملکیت شخصی کا مخالف اور تاجرون کے جتھے بندی کا قاتل اگرچہ
وہ بھی اپنا دائرہ اثر جغرافیائی حدود کے اندر رکھنا چاہتا ہے مگر اپنی عملداری مین مساوات
اور حق کا موید ہے۔ وہ اپنی قوم کو ایک واحد وجود بنانا چاہتا ہے۔ ہر فرد بشر کے لیے
یکسان موقعہ۔ یکسان آسایشین۔ یکسان وسائل ترقی کا طالب ہے۔ مشارکت عام اسکا نعرۂ
جہاد ہے۔ وہ پستی و بلندی کو مٹا کر ساری زمین کو ہموار بنانے کی کوشش کرتا ہے وہ ایک
ایسا انتظام سلطنت قایم کرنا چاہتا ہے جو حصول دولت کے تمام وسائل اپنے قبضہ مین رکھے اور
ہر شخص کو اس کی محنت اور لیاقت کے اعتبار سے مساوی طور پر تقسیم کرے وہ زمینداروں
کو [illegible] نقص سمجھتا ہے اور ان کی ملکیت کو ان کے قبضہ سے نکال کر جمہور کے قبضہ مین رکھنا
چاہتا ہے المختصر وہ ساری ملکیتوں کارخانون۔ ریلون۔ جہازون۔ پر ایک خاص نظام حکومت

کے ذریعہ سے جمہوری تصرف کا تقاضا کرتا ہے اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ کام انتہا درجہ مشکل نہیں ہے۔ ذاتی قبضہ کا خیال انسان کے خمیر میں داخل ہوگیا ہے یہ اسکی سب سے بڑی زبردست تحریک ہے۔ اسی پر اس کی زندگی کے سارے منصوبے۔ سارے ارادے۔ ساری تمنائیں قائم ہیں "ذات" کا نقش مٹانا محالات سے ہے سرمایہ اور ملکیت سے خونریز معرکے ہونے پڑینگے۔ (بعض ملکون مین جاری ہین) اور گو قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس جنگ مین شکست ہوگی لیکن اسکا اثر زندہ اور ترقی پذیر رہیگا۔ سرمایہ اسے اپنے قابو مین رکھنے کے لیے کچھ مزید رعایتین کرے گا۔ کچھ بل کھاے گا۔ کچھ ناز اُٹھاے گا اُس سے جنگ کر کے اپنی ہستی خطرہ مین نہ ڈالے گا۔

جمہور کا یہ غوغا طلب چاہے سرمایہ الماس کا نون کو کتنا ہی ناگوار معلوم ہو لیکن وہ اُس جامد بے زبانی کے مقابلہ مین کہین زیادہ حرارت بخش ہے جو دور قدیم کا مابہ الامتیاز تھی اور جو ابھی تک بعض ایشیائی ملکون مین جاری ہے جو آگ مین جلکر تیغ جفا کھا کر بھی اُف نہین کرتی۔ سہنا اور تڑپنا جس کی خصوصیت ہے دور جدید کے اس تازہ ترین پہلو نے یورپ و امریکہ وغیرہ ممالک مین شودرون کا خاتمہ کر دیا ہے اب وہان کوئی ایسا نہین جس کے چھونے سے برہمنون کا وجود پاک داغدار ہو جاے کوئی ایسا نہین جو کشتریون کے دست بیداد کی فریاد کرے۔ جو ویشیون کے تحت زرنگار کا پایہ بردار بنے۔

مگر یہ خیال کرنا کہ جمہوریت کا یہ نیا پہلو اپنے جغرافیائی دائرہ سے باہر نکلکر زبردستون اور بیکسون کی حمایت کرے گا یا سرمایہ پرور "قوم" کی بہ نسبت "ناقومون" کے ساتھ زیادہ انسانیت اور ہمدردی کا برتاؤ کرے گا۔ شاید غلط ثابت ہو۔ سے دہیم رفیع اور تاج زرنگار سے عشق نہین لیکن ملک داری و حکمرانی۔ انتظام و انصرام کی ہوس سے وہ بھی مستغنی نہین بہت ممکن ہے کہ "ناقومون" پر اس جمہور کا دست ستم سرمایہ دارون سے کہین زیادہ قاتل ثابت ہو جب چند سرمایہ دارون کی خود غرضی عالم کو تہ و بالا کر سکتی ہے تو ایک پوری قوم کی متفق خود غرضیان کیا کچھ نہ کر دکھائین گی۔ وہ بھی جتھے بندی کی ایک صورت ہے۔ زیادہ ٹھوس۔ وہ اپنے ملک کے شخصی اقتدار کو مٹا کر اسکے بجاے جمہوری اقتدار کا علم بلند کرے گی۔

مگر یہ ظاہر ہے کہ اس کی بنیاد بھی خود پروری پر ہوا اور جب تک اسکے پیرون سے یہ زنجیر گران دور نہ ہوگی وہ اس انسانی اخوت کی منزل سے ایک قدم بھی قریب تر نہ ہوگی جو تمدن کی انتہا ہے۔

لیکن دور جدید کی اس کشمکش اور رقابت انانیت اور مادیت کی عالمگیر تاریکی مین امید کی ایک شعاع نظر آرہی ہے اور وہ پریسیڈنٹ ولسن کی مجوزہ "لیگ آف نیشنس" یا اتحاد اقوام ہے۔ ہم اپنی بیکسی و معذوری سے مجبور ہوکر اُس شعاع کی طرف تاک رہے ہین۔ ہماری شکستہ پائی اُس طرف بڑھنے نہین دیتی۔ ہمارا دل اُمید سے لبریز ہے۔ یہ شعاع ہماری منزل دشوار کی کسی فرودگاہ کا پتہ دے رہی ہے۔ یا محض سراب ناکامی ہے آنیوالی گھڑیان عنقریب اسکا فیصلہ کردینگی۔ لیکن اگر وہ سراب ہی ہو تو کیا ہمین شکایت کا کوئی موقع ہے؟ یہ ان اقوام کا اتحاد ہوگا جنھون نے جمہوریت کا رتبہ حاصل کیا ہے جہان کثرت قلت کے ہاتھون پامال نہین جہان برہمن اور شودر کی تمیز و تفریق نہین ہے ہم ابھی قوم کی منزل تک بھی نہین پہونچے۔ جمہوریت کا ذکر ہی کیا۔ ایسی حالت مین اگر ہم اس سلسلۂ اتحاد مین داخل کیے جانے کے قابل نہ سمجھے جائین تو تعجب یا شکایت کا مقام نہین۔ جب انگلستان کو اس اتحاد مین آنے کےلیے اپنا دائرہ نیابت وسیع کرنا پڑا یہانتک کہ اب اُسکا صنف نازک بھی سیاسی حقوق سے فیضیاب ہوگیا۔ جب آسٹریا اور جرمنی جیسے ممالک بھی سیاسی حالت ہم سے بدرجہا بہتر ہے اس اتحاد مین محض اس لیے داخل ہونے کے اہل نہین سمجھے جاتے کہ وہان ابھی تک شخصیت اصولون پر غالب ہے۔ اور کثرت قلت کے زیر اثر ہے تو ہندوستان کس منھ سے اس اتحاد مین شریک ہونے کا مطالبہ کرسکتا ہے جہان جمہور ایک تودۂ بےحس و بیجان سے زیادہ وقعت نہین رکھتا۔ اس پامالی کا الزام ہم گورنمنٹ کے سر نہین رکھ سکتے۔ گورنمنٹ کا طرز عمل ابتک ہمیشہ زیردستون کی حمایت کرتا آیا ہے۔ اس جمہور کو اس حالت جمود مین رکھنے کا سارا الزام تعلیمیافتہ اور صاحب ثروت اصحاب پر ہے۔ ہمارے داعیان سواد جمہور مین وکلا اور زمیندارون کا عنصر غالب ہے۔ ہماری کونسلون مین بھی دو جماعتین پیش پیش نظر آتی ہین۔ مگر کتنے شرم اور افسوس کا مقام ہے کہ ان دونون مین سے ایک بھی جمہور کی

ہمدرد نہیں۔ وہ اپنی جیبی خود پروری اور اقتدار کی دُھن میں مست ہیں وہ اختیار اور حکومت کی طالب اور دولت اور منزلت کی خواہشمند ہیں۔ فلاح جمہور کی نہیں کتنے بڑے بڑے تعلقہ دار بڑے بڑے زمیندار صاحب ثروت رؤسا ان بے زبان کروڑوں کاشتکاروں کے ساتھ ہمدردی۔ انسانیت اور ہم وطنی کا برتاؤ کرتے ہیں جنھیں اتفاقات یا گورنمنٹ کی غلطی۔ یا خود جمہور کی بے زبانی نے اُن کی تقدیر کا مالک بنا دیا ہے۔ آپ سوراجیہ کی ہانک لگائیے۔ سلف گورنمنٹ کا تقاضا کیجیے کونسلوں کی توسیع کا مطالبہ کیجیے مناصب کے لیے ہاتھ پھیلایئے۔ جمہور کو ان تحریکات سے کوئی دُنیاوی غرض نہیں ہے وہ آپ کے مطالبات میں آپ کی شریک نہیں ہے بلکہ اگر کوئی غیبی قوت اسے ناطق بنا سکے تو وہ آج بہ آواز بلند اور بہ صدائے ناقوس آپ کے ان مطالبات کی مخالفت کرے گی۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ غیر وطنی حاکموں کے مقابلہ میں آپ کی حکومت کو زیادہ قابل پسند سمجھے جو رعیت اپنے جابر اور حریص زمیندار کے دندان آز میں دبی ہوئی ہے۔ جن صاحبان اختیار کے ظلم بیداد اور بیگار سے اسکا قلب مجروح ہو رہا ہے اُن کو برسر اختیار دیکھنے کی کوئی خواہش نہیں ہو سکتی۔

اس کی کیا ضمانت ہے کہ آپ کے پنجہ میں آکر ان کی حالت اور بھی بدتر نہ ہو جائے گی۔ آپ نے ابتک اسکا کوئی ثبوت نہیں دیا کہ آپ اُن کے بہی خواہ ہیں اگر کوئی ثبوت دیا ہے تو اپنی بدخواہی۔ خود غرضی۔ ہوس پروری اور سفلہ پن کا۔ آپ سوراجیہ کی تحیل کا مزہ لے کر خوب پھولیں اور بغلیں بجائیں مگر حقوق کے ساتھ فرایض کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے۔ کندۂ ناتراش رؤسا یا زمینداروں سے ہمیں شکایت نہیں اُنکی آنکھیں اُسوقت کھلیں گی جب اُن کی گردنیں جمہور کے ہاتھوں میں ہوں گی اور وہ بیکسانہ نگاہوں سے اِدھر اُدھر تاک رہے ہوں گے۔ شکایت ہمیں ان اصحاب سے ہے جو تعلیم یافتہ ہیں اور زمیندار ہیں وکیل ہیں اور زمیندار ہیں وہ اپنے دل سے پوچھیں کہ وہ رعایا کے ساتھ اپنا فرض ادا کر رہے ہیں کبھی کبھی اپنے فعلوں اور کوتاہیوں کے متعلق ضمیر دل سے استصواب کرنا ضروری ہے۔ ... ان کا دل صاف کہیگا کہ تم اس میزان میں

زمانہ فروری ۱۹۱۹ء

تو لے گئے اور اُوپچے نکلے - ذرا شہر کے گوشہ عافیت سے نکلکر وہان جایئے جہان جمہور کی آبادی ہے - جہان آپ کے ۹۰ فیصدی اہل وطن بستے ہین - اس تریب کا آپ کے دل پر ایک نہایت نور بخش ضیا خیز اثر پڑے گا - آپ کی آنکھین کھل جاینگی - جور و جبر کے نظارے آپ کے دل ہلا دینگے -

کیا یہ مقام شرم نہین کہ جس ملک مین ۹۰ فیصدی آبادی زراعت پیشہ ہو - اُس ملک مین کوئی زراعتی انجمن کوئی زراعتی فلاح کی تحریک کوئی زراعتی کالج - مزارعین کی بہبودی کی کوئی باقاعدہ کوشش نہ ہو ؟ آپ نے سیکڑون مدرسے اور کالج بنوائے یونیورسٹیان کھولین - اور متعدد تحریکین قایم کین - مگر کس کے لیے ؟ محض اپنے لیے محض اپنا اقتدار بڑھانے کے لیے اور غالبًا جہد قوم کا جو معیار آپ کے ذہن مین تھا اس کے اعتبار سے آپ کا فعل چندان قابل اعتراض نہین تھا - مگر دور جدید نے ایک نیا ورق پلٹا ہے - آنیوالا زمانہ اب کاشتکارون اور مزدورون کا ہے - رفتار عالم اسکا صاف ثبوت دے رہی ہے - ہندوستان اس رو سے بے اثر نہین رہ سکتا - ہمالیہ کی چوٹیان اُسے اس حملے سے نہین بچا سکتین - جلد یا بدیر - غالبًا زمانہ قریب مین ہم جمہور کو محض ناطق ہی نہین - طالب اختیار پائین گے اور تب وہ آپ کی قسمتون کی مالک ہوگی - تب آپ کو اپنی بے انصافیان یاد آئین گی اور آپ کف افسوس مل کر رہجائین گے - جمہور کی کیفیت جامد سے دھوکے مین نہ آیئے - انقلاب کے قبل کون جانتا تھا کہ روس کی مظلوم رعایا مین اتنی طاقت پنہان ہے - شکست کے قبل کسے معلوم تھا کہ جرمنی کی شخصی مطلق العنانی جمہور کے دہان آتشین پر بیٹھی ہوئی ہے - زمانہ قریب مین ہندوستان کے لاکھون مزدور اور کاریگر فرانس سے واپس آئین گے - لاکھون سپاہی انتزاع کے بعد اپنے اپنے گھر لوٹین گے - کیا آپ سمجھتے ہین کہ انپر اُن آزاد ملکون کی آب و ہوا کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا - اگر انسانیت اور حمیت قوم مین نہین - تو مصلحت اس کی مقتضی ہے کہ ہم ابھی سے جمہور کے قلوب کی تسخیر کی کوشش کرین -

اس امر مین ہمارے تعلقدار اور زمیندار خواہ وہ تارکیلے و دھ کے ہون یا روشن بنگال کے

سب سے زیادہ خطاوار ہیں - مناسب ہے کہ وہ نقصان قریب کی پرواہ نکر کے مزارعین کی فلاح واصلاح کی کوشش کریں - خود اپنی رضامندی سے اِن حقوق واختیارات سے دست بردار ہوجائیں جو انھیں اُنپر حاصل ہیں اُن سے بیگار لینا چھوڑدیں ان کے ساتھ انسانیت کا سلوک کریں اضافۂ اور بیدخلی سے احتراز کریں تاکہ جمہور کے دلوں میں اُن کی عزت اور اُن سے عقیدت ہو - ہمارے کونسلروں اور سیاسی مقتداؤں کا فرض ہی کہ وہ اپنے دائرہ تجاویز کو وسیع کریں اور جمہور (یعنے کاشتکاروں) کی حمایت کا ایک پروگرام تیار کریں اور اُسے اپنا دستور العمل بنالیں - سوارا جیہ کی مہمل صداؤں پر اکتفا کرنے کا وقت اب نہیں رہا - کیونکہ آنے والا زمانہ جمہور کا ہے اور وہ پچھتائیں گے جو زمانہ کے قدم بقدم نہ چلیں گے -

پریم چند

حال میں اردو رسالوں کی تعداد میں دو نئے پرچوں کی اشاعت سے بہت قابل قدر اضافہ ہوا ہے - لکھنو سے صبح امید انجمن خادمان ہند کی ملکیت اور ہمارے دوست پنڈت برج نرائن چکبست صاحب کی ایڈیٹری میں شایع ہورہا ہی ہمکو امید ہی کہ چکبست صاحب کی کوشش سے یہ رسالہ آیندہ بہت ترقی کر جائیگا اسوقت بھی یہ پڑھنے والوں صاحب کی قدردانی کا مستحق ہی -

دوسرا رسالہ کہکشاں کے نام سے لاہور سے ہمارے مکرم سید امتیاز علی صاحب کے اہتمام سے جاری ہوا ہی یہ رسالہ محض ادبی ہی اور اردو کے مشہور انشا پردازوں کے مضامین شایع کر رہا ہے - اردو کی توسیع اور ترقی اور ملک کی ضروریات دیکھتے ہوے ابھی کئی اچھے رسالوں کی ضرورت ہی - اس لیے ہم اِن جدید معاصرین کا تہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں

کیا آپ کو! زمانہ کا یہ نمبر پسند ہی؟ اگر پسند ہو تو اپنے احباب سے اسکی خریداری کی سفارش فرمایئے - آپ کی ادنی توجہ سے زمانہ کو بہت ترقی ہوسکتی ہی - منیجر

شاعری اور انشاپردازی

انسانی تاریخ کے پارینہ اوراق شہادت دے رہے ہین کہ صرف علم ادب کی ہنگامہ فروزی نے ملکون اور قومون کو پستی سے اٹھاکر معراج کمال پر پہونچایا ہے۔ خیالات کے تغیر۔ طرز معاشرت کے اختلافات و تمدن کے انقلاب مین۔ ادبیات کو جو دخل ہے اسکا مقابلہ نہ فلسفہ کرسکتا ہے نہ سائنس۔ فلسفہ اشیار کی ماہیت بتاتا ہے اور سائنس محض اسکی کیفیت۔ یہ جن اشیار کو دلائل وبراہین سے ثابت کرتے ہین۔ شاعری اظہار جذبات سے اسکا یقین دلاتی ہے۔ نظم فلسفیانہ ہو یا اخلاقی عشقیہ ہو یا تخیلی سب سے مفید کام لیے جاسکتے ہین۔ جو چیز شعر مین معرض بحث مین آجاتی ہے اور جن چیزون کے نتائج بحیثیت شاعرانہ اخذ ہوتے ہین۔ وہی نہایت کھرے اور کارآمد ثابت ہوئے ہین۔ ہر دور کے رسم و رواج۔ ہر زمانہ کے خصائل و عادات کا پتہ جیسا اس دور کی شاعری سے ملتا ہے۔ شاید دوسری طرح نہ ملے۔ اور جسقدر قوی اثر اشعار کا انسانی سرشت پر ہوتا ہے۔ یہ قوت اور چیزون مین عنقا ہے جو خوشبو پھول مین ہوتی ہے۔ وہ اسکے درخت مین نہین۔ اسی طرح جو لطافت نظم مین ہے وہ نثر مین ندارد۔ نفس بھی بالطبع شعر کو نثر سے زیادہ پسند کرتا ہے اور حافظہ بھی اسی کو جلد قبول کرلیتا ہے۔ یمن بن قیس کے کلام مین یہ تاثیر تھی کہ جس کی تعریف کردیتا قیامت تک نیکنام ہوجاتا۔ اور جس کی برائی لکھدیتا ہمیشہ کو بدنام۔ رمز شناسان بلاغت اور نکتہ دانان ادب صدیون سے یہ فیصلہ مختتم کرچکے ہین کہ شاعری اور انشاپردازی ہی وہ آئینہ ہے جس مین اقوام ملل کی اصلی صورت نظر آتی ہے۔ ہر جماعت کا بنتا بگڑنا اُس کی شاعری اور اُس کے علم ادب کے حسن و قبح پر منحصر ہے۔

عرب و یورپ وغیرہ مین شعرا ہی قوم کو جسطرف چاہتے جھونکدیتے اور جس بات سے چاہتے
روک دیتے تھے۔ شعر سے جسطرح نفسانی جذبات کا اشتعال ہوتا ہے اُسی طرح روحانی خوشی
بھی زندہ ہوتی ہے یہان تک کہ اسلام مین صوفیہ کرام کے ایک سلسلے نے سماع کو جس کا جزو اعظم
شعر ہے باعث تزکیہ نفس اور وسیلہ قرب الٰہی مانا ہے اور بعض مذاہب نے تو جزو عبادت ہی قرار
دے دیا ہے۔ بڑے بڑے علما، اور حکما اگر ناظم تھے یا نظم کے شیفتہ تو بڑے بڑے صوفیہ شاعر تھے
یا شاعری پر فریفتہ حقیقت و مجاز جو آپس مین متضاد ہین شاعری نے اپنے اعجاز سے ان کو ایک
صورت مین ملا دیا ہے اور اعلیٰ ترانہائے معرفت شعر ہی مین ادا ہوتے ہین۔ سوز بائی نے
نواب روشن الدولہ کے یہان حضرت میران سید بھیکا صاحب کو ایک رباعی گا کر سنائی۔
میران صاحب مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے اور بمشکل ہوش مین آسکے۔ یہان یہ نکتہ بھی خیال
مین رہے کہ موسیقی جو اقسام حکمت سے ہی بغیر شعر کے ادا نہین ہوسکتی اور شاعری کو موسیقی
کی ضرورت نہین، پھر شاعری جزویست از پیغمبری تو صدیون کا مسلمہ مسئلہ ہے۔

فقط انسانی قانون ہی ترقی کے لیے کافی نہین ہے۔ بلکہ خلوت اندیشہ کی شمع کو شعلہ بار
بنانے اور گوہر علوم کو آبدار رکھنے۔ جوہر فنون کو عمدہ طور سے برتنے کا نام بھی ترقی ہے یورپ
کا ایک محقق کہتا ہے کہ مشاغل دنیوی کے انہماک سے جو قومین سو جاتی ہین شعر ہی اُن کو پھر جگاتا
ہے اور بچپن کے خالص اور پاک جذبات کو جو لوث اور غرض سے منزہ تھے تر و تازہ کر دیتا ہے
جبتک دماغی قویٰ مین تلاطم نہ پیدا ہو محشرستان خیال مین رنگین طرازی کا جوش نہ پیدا ہو۔
پردہ ذہنیہ پر قابلیت و استعداد کے نقش و نگار نہ ظاہر ہون۔ اسوقت تک نہ کوئی قومی جادہ
قایم ہوسکتا ہے اور نہ انسان کسی نئی شاہراہ مین قدم اُٹھا سکتا ہے۔ یورپ مین بڑی مشکلات
کیوقت ہمیشہ شاعری ہی سے کام لیا گیا ہے۔ ایتھنز والے جب جزیرہ سلیمس کے لیے لڑتے لڑتے تھک کر
تھک گئے۔ اور یہ عہد کرنے پر مجبور ہوے کہ اب جو شخص لڑائی کا ارادہ کرے یا ذکر بھی زبان پر لائے
وہ قتل کر دیا جاے تو مقنن سولن نے ایک نظم عام مجمع مین لکھکر سنائی جس نے اسقدر زیادہ
جوش پیدا کر دیا کہ سب قوم لڑنے کو پھر کھڑی ہوگئی اور جزیرہ کو فتح کر کے چھین لیا۔ شہزادہ ایڈورڈ
جب ویلز کی فتح سے بالکل مایوس ہوگیا۔ تو شعرا سے مدد لی اور قوم اشعار سنکر اسقدر زیادہ جوش

مین آگی کردیلز فتح کرلیا تو چین آیا۔

امیر نصر بن احمد گورودکی نے صرف ایک قصیدہ سُنا کر ہرات سے بخارا جانے کو اتنا بیچین کردیا کہ اُسیوقت چلدیا۔ معاویہ بن سفیان فرماتے ہین کہ شعر ہی وہ چیز ہے جس کو سنکر بخیل فیاض نامرد بہادر اور نااہل بیٹا فرمانبردار ہوجاتا ہی۔ فردوسی نے شاہ نامہ لکھکر جو فارس پر احسان کیا وہ جلیل القدر علمار کی تصنیفون نقیبون کی صداؤن یا داعیون کی دلفریب تقریرون سے نہ ہوسکا۔ عرب کو دیکھیے۔ گوشہ گمنامی سے نکلکر اوجاڑ ریگستانون سے اٹھکر بڑی بڑی سلطنتون کو اُلٹ دیا۔ عالم مین تہلکہ ڈالدیا۔ اس انقلاب عظیم کا سبب بھی وہ شاعرانہ رجز ہی تھے۔ جو دیکھنے والون کو مبہوت بناکر۔ حریف کی طاقت و قوت اور جبروت و جمعیت بیخبر بنا دیتے تھے اندرونی جذبات اور احساسات نے شاعرانہ لباس سے آراستہ ہوکر دنیا کے خط و خال مین جو نمایان اور روشن تبدیلیان کین اُن سے نہ صرف دنیا کی جلیل القدر بارگاہین متاثر ہوئین۔ بلکہ نبوت کے مقدس دربار مین بھی شاعرون کو بعزت باریابی حاصل ہوئی اور کارآمد مانے گئے زمانہ جاہلیت مین جو قصیدہ نادر ہوتا در کعبہ پر آویزان کیا جاتا۔ مسلمانون کے مقدس پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابن رواحہ سے ارشاد فرمایا۔ کہ شمشیر و زبان دونون وقت پر کام دے سکتے مین۔ مگر شعر دشمن کو تیغ و تبر سے زیادہ سخت ہی۔

حضور اقدس کا اشعار سُنکر تبسم فرمانا۔ شعر کی دوبارہ فرمائش کرنا۔ حسان بن ثابت کے لیے ممبر نصب کرانا۔ کعب بن زہیر کو ردائے مبارک عطا کرنا اور شعر مین اصلاح فرمانا۔ نابغہ جعدی کے لیے دعا کرنا۔ سب سے بڑھکر یہ کہ ان من الشعر لحکمۃ او ان من البیان لسحرا ارشاد ہونا شعر کی مذہبی عظمت کی واضح دلیل ہی۔ علامہ صیدلانی اور قفال رحمہما اللہ جو اجلہ علما مین تھے یہ ارشاد فرماتے ہین کہ شعر کا کذب کذب نہین ہی۔ کذب اُسکو کہتے ہین کہ جھوٹا اپنے جھوٹے قول کی تصدیق سے سچ ثابت کرنا چاہے۔ اور شعر مین خلاف واقعہ امور سے محض حسن کلام کی خواہش ہوتی ہی نہ اس کی تحقیق۔ بلکہ میرے خیال مین تو شعر جزا و سزا سے بھی بری ہی اسلیے کہ جزا و سزا اُن افعال پر ہے جو انسان سے صادر ہون اور اشعار محض تخیلات ہین جو سزا و جزا سے مستثنیٰ ہین۔

جب قرآن شریف نازل ہوا ہے تو اہل عرب اس کی فصاحت و بلاغت سے حیران و ششدر رہ گئے تھے ما ھذا کلام البشر کہکر ایمان لے آئے اور جنھون نے کلام الٰہی نہ مانا وہ حضور سرور عالم کو شاعر سمجھنے پر مجبور ہوے۔ مولانا نظیری فرماتے ہین ؎

بلبل وحی اندکے اوج فراتر گرفت　　ورنہ زیک پردہ اند آن من و آن او

یون تو نگارستان قدرت کی رنگا رنگی نے عالم کو منور کر دیا ہے۔ مرغزارون کی شادابی ہو یا فلک نما پہاڑون کی زرین چوٹیان دیدہ عبرت نگاہ کو دونون سبق آموز ہین۔ مگر ایسی سرزمین مین اگر کوئی شاعر نہ پیدا ہو۔ مورخ وجود مین نہ آئے تو حسن و خوبی کے تمام کمالات اور قدرت کی سب نیرنگیان گوشہ گمنامی مین پڑی رہجاتی ہین۔ اور فطرت کی نکتہ پردازی شعرا کی ترجمانی کے بغیر ارباب گیتی کو اپنے فوائد سے محروم رکھتی ہے۔

عالم ضرور نا پایدار ہے اور انسان یقیناً فانی۔ پھر اسکے آثار کو قیام اور اسکے نقوش کو ثبات کسطرح ہو سکتا ہے۔ لیکن اس دار فنا مین حوادث روزگار سے مصئون اور دستبرد فنا سے کچھ محفوظ کوئی چیز نظر آتی ہے تو صرف مفید تالیف یا کار آمد تصنیف۔ مذاہب مختلفہ تناسخ کے قائل ہون یا خلاف مگر عقل سلیم سمجھا رہی ہے اور چشم باریک بین مشاہدہ کرا رہی ہے کہ اس عالم کون و فساد مین ہر ایک چیز کا ایک قالب ہوتا ہے تو روح معنی اور شاہد سخن کے دو ہین۔ ایک لفظی ایک معنوی۔ جب اسکا ایک قالب فنا ہوتا ہے تو دوسرا شل سابق کے اور موجود ہو جاتا ہے۔ بلکہ یہ خصوصیت اور یہ کرامت شاہد سخن ہی کو عطا ہوئی ہے کہ ایک ہی وقت مین سیکڑون قالبون مین حلول کر جاے۔ اور زوال و فنا سے محفوظ رہے۔

تصانیف کے سیکڑون اقسام ہین۔ اور تالیف کے ہزار۔ ان اصناف مگر طغرائے امتیاز جو سوانح نگاری کو حاصل ہے دوسرون کو نہ ملا یہی وہ شعبہ ہے جس نے گذشتہ کارنامون کی ورق گردانی سے مستقبل کو روشن بنا دیا۔ جب پلوٹارک نے روما اور یونان کے مشہور آدمیون کی سوانح عمریان لکھین تو یورپ کے قالب مین بیداری کی روح گونج اٹھی۔ انگلستان کے مشہور جادو بیان شکسپیر نے جب کبھی انسانی سرشت کی تصویر کھینچی تو قدیم ہی زمانہ کے نمونون کو پیش نظر رکھکر نوک پلک اور خط و خال درست کیے۔

آل نے جب کبھی کسی فلسفیانہ مسئلہ پر بحث کی تو متقدمین ہی کے خرمن کا خوشہ چین بنا -
مغرب کی موجودہ ترقی کا دیباچہ وہی گذشتہ حالات زندگی ہین جن سے تہذیب و اخلاق مین
اصلاحین ہوئین - جاپان جس کو قرن اولی مین کوئی وقعت نہ تھی - اگلے زمانہ کے سات سو
آدمیون کی بیخبر سوانحعمریان لکھکر ترقی کا گہوارہ بن گیا - اور شائستگی کا مرکز -

غرض یہ امر فیصلہ شدہ ہے کہ ملکی ترقی کا راز سوانحعمریان ہین - اور سوانحعمری کی سب سے
مفید شاخ شعرا کے تذکرے سب سے زیادہ مشکل بھی انھین کی تالیف ہے

بگذر از گداز دل در جگر آتشے چو سیل غالب اگر دم سخن رہ بضمیر من بری ،

عام سوانح نگار کا فرض اسیقدر ہے کہ وہ زندگیون کے گوناگون اثرات کو دکھاے مفید
واقعات کو پیش کرے - لیکن تذکرہ نویس کو وقائع نگاری کے ساتھ ساتھ عمدہ اور دلچسپ کلام
کا انتخاب بھی پیش کرنا ہوتا ہے -

اگرچہ اس زمانہ کی صورت حاضرہ نے نظم سے نثر کی تصنیفون کا دائرہ وسیع کر دیا ہے
ملک مین ہر قسم کے نثار موجود ہین - جدید طرز کے ناولون سے کتب فروشون کی دکانین پٹی
پڑی ہین - ہر قسم کے افسانے اسٹیشنون پر مارے مارے پھرتے ہین کتب فروش انبار اُٹھاے
ہر گلی کوچہ مین پھیری لگاتے نظر آتے ہین - پھر مطبوعہ فہرستین جدا شایع ہوتی ہین - ہر اخبار
ہر رسالہ مین اشتہار کتب الگ نظر آتے ہین - مگر افسوس کہ ان کا زیادہ حصہ غیر مفید ہی نہین بلکہ
مضر ہوتا ہے - اور جدید لٹریچر ہندوستانی تقاریب کا اول تو نقشہ ہو بہو کھینچنے سے عاجز - پھر
اس طرز مین اکثر موقعون پر ادا ے مطالب کیلیے الفاظ نہین ملتے -

آجکل کے مصنفان امصار و دیار اور دبیران روزگار مین گنتی کے صرف چند شخص
ایسے نکلین گے جنھون نے وقایع نگاری کے فرض کو کسیقدر ادا کیا ہے - یا الفاظ کی شوکت
عبارت کی دھوم دھام دکھانے کے بجاے اصلی خیالات حقیقی تاثرات کو قلمبند کر سکے ہین
اور ترتیب واقعات مین عوارض کو ہاتھ سے نجانے دیا ہے ورنہ اکثر تو وہی ہین جن کی
تالیف و تصنیف کے معانی و مطالب تو یہ شور مچاے ہین "نقش فریادی ہے کسکی شوخی تحریر کا"
اور اوراق و سیاہی زبان حال سے یہ چلّاتے ہین ع "کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا"

ضرورت کا اقتضا تو یہ ہے کہ مختصر تحریرون مین معنوی کی شان ہو پیدا ہو تو چھوٹے چھوٹے جملون مین دلنشین وعظ کی آن پیدا ہو ے

براے پاکی نقطۂ شب برو ز آدم ؛ کہ مرغ و ماہی باشند خفتہ من بیدارم ؛ قدیم انشا پردازی کے مختصر رسالون مین جو شاندار مجالس کی کیفیات ۔ ہر طبقہ کے حالات ہر ملک کے خیالات ہر فرقہ کے رسمیات غرض ادنیٰ ادنیٰ جزئیات بھی جس تفصیل سے نظر آتے ہین ۔ وہ آجکل کی مطول تصنیفات مین نہین ملتے ۔ تذکرہ اگر قابل تذکرہ نویس کے قلم سے نکلے تو "ہر گلے را رنگ و بوے دیگر است" کا مصداق بنکر اکثر مختلف ضروریات کو واضح طور پر ظاہر کر سکتا ہو ۔ مگر اہم مشکل سخت دقت اور بڑی مصیبت یہ ہو کہ اشعار کا انتخاب وہی کر سکتا ہو جو خود قابل ہو ۔ مبصر ہو ۔ اور وسیع المعلومات ہو ۔ ہر بات پر نگاہ ہو ۔ انسانی فطرت کا گہری نظر سے مطالعہ کر چکا ہو ۔ ملک کے عام خیالات و جذبات پر عبور ہو ۔ اگر ایک روحانی شاعر کے ذخیرے سے محض مادی جذبات کو چنا جاے ۔ خالق و مخلوق کے اصلی تعلقات کو چھوڑ کر وہ اشعار لیے جائین جو محض نفس پرستی اور حرص و آز کی خواہشات کو زیادہ کرین طبعی پاکیزگی اور اخلاقی امور کو بالاے طاق رکھدین تو انتخاب کنندہ کے دامن قابلیت پر بدنما داغ نظر آتا ہو ۔

مشرقی شاعری ہر قسم کے سرمایہ کی مالک ہو ۔ خدا ۔ مذہب ۔ اور روح کے صفات مین بہت کچھ وضاحت موجود ہو ۔ اردو نظم مین مواعظ و نصائح ستایش و ہجو سب کچھ ملتا ہو ۔ البتہ پرکھنے والا چاہیے اور پھولون کو کانٹون سے چننے والا ۔ ابن سیرین کا قول ہو کہ شعر نفس مذموم نہین تعلی اور مبالغہ اگر تحسین کلام کے لیے کیا جاے تو باعث مضرت نہین ہوتا ۔ البتہ دشنام دہی اور سخت گوئی فعل قبیح ہو ۔ الفاظ پرستی کو چھوڑ کر تاریخ پر غور کرنا چاہیے جو شعر شرعاً محمود ہو اسکو اسلامی علما معفہوم حکمت مانتے ہین اور کذب کا اطلاق اُس پر نہین کیا جاتا نعت کا قصیدہ بانت سعاد جس کی تشبیب مستانہ اور رندانہ رنگ مین ہو دربار رسالت مین مستحسن ٹھیرا علامہ ابن خلدون کی رائے ہو کہ جن اشعار مین زبان کی لطافت ۔ خیال کی نزاکت ۔ محاورہ کی خوبی ۔ مضامین کی خوش اسلوبی ہو اُن کو پڑھکر ایک بیگانۂ سخن کے دل مین بھی عمدہ شعر کا ایک سانچہ تیار ہو جاتا ہو ۔

اسوقت یورپ کسقدر جستجو - کوشش - تلاش - اور صرف کثیر سے عربی اور فارسی کی قدیم کتابین شایع کر رہا ہے - اور ان کی اشاعت سے ان غیر زبانون کے لٹریچر مین کہانتک زور اور رنگینی کا اضافہ ہور ہا ہی - زردشت کے وقت سے لے کر زمانہ حال تک کا فارسی لٹریچر یورپ کی الماریون کا ادبی خزانون کے لحاظ سے سرمایہ ناز بنا ہوا ہی اور وہ اس سے کسقدر مفید کام لے رہے ہین -

جاپان نئی ترقی کے دور مین جہان صنعت و پالیٹکس مین تگ و دو کر رہا ہی اُسی کے ساتھ یہ ضرورت محسوس کرتا ہی کہ متقدمین و متاخرین کی چیدہ نظمین ایک ہی جگہ فراہم کر کے شایع کرے - اور تمدن و تہذیب مین بھی کسی سے پیچھے نہ رہے - جاپانی شاعری نے بھی مناظر قدرت جسطرح دکھاے ہین وہ کسیطرح یورپ مین مقالون سے کم نہین -

عرب مین شعرا کا وہ اقتدار تھا کہ حکومت بھی اُسکے آگے سرخم کرتی تھی - جب کسی قبیلہ مین شاعر پیدا ہوتا جشن کیے جاتے ہر طرف سے مبارکبادین آتین - سماخ بن ضرار نے عرابہ اوسی کی مدح مین ایک شعر لکھکر قیامت تک اُسکا نام زندہ کر دیا - قبیلہ نُمیر جو عرب مین بہت معزز تھا - جریر کے ایک ہجو یہ شعر سے ہمیشہ کو ذلیل ہوگیا - شعرا کی یہ عظمت تھی کہ شاہان باجبروت اُن کے یہان گئے - تخت پر اپنے برابر بٹھالیا - راہ مین دیکھکر سواری سے اتر پڑے - کوئی فیلڈ مارشل کسی بڑی حکومت کا فاتح بن جاے یا کوئی وزیر اعظم اپنی سیاسی چالون سے عالم کو زیر کیلے - فرزند دلپذیر خطاب دیا جاے - یا آفتاب سلطنت بنایا جاے لیکن اپنا ہم رتبہ سمجھکر ملک الشعرا کے لقب سے شعرا ہی کو موسوم کیا گیا ہی - بادشاہ اگر دُنیا کا حکمران ہے تو شاعر قلمرو سخن کا - یہ شاعری ہی کی شان اور شعرا ہی کی آن بان تھی کہ شاہان جلیل القدر جن کے سامنے عالم گردنین جھکاتا ہی - یہ تو کہکر مخاطب ہوتے تھے - مگر یہ خیال رہے کہ شاعر بھی اُسوقت تک جھوٹی مداحی سے گریز کرتے تھے - بنی تمیم نے سلامہ بن جندل سے درخواست کی کہ مجدنا بشعرک تو اُسنے بلاخوف کہدیا - افعلوحتی اقول - مروان بن ابی حفصہ نے معن بن زائدہ کی تعریف مین لکھدیا تھا کہ سخاوت معن پر ختم ہوگئی - اس مین مبالغہ تھا اسلیے پھر کسی رئیس نے اُسکو صلہ نہین دیا - اور خود خلیفہ مہدی نے اپنے دربار سے اسکو نکلوا دیا - فردوسی باوجود طمع

کے بادشاہ کو خیال میں نہ لایا - اور ہجو لکھکر صلہ سے ہاتھ دھو بیٹھا حسن بن میمندی اس عہد کا وزیر اعظم تھا - اور سب اعیان سلطنت اس کی خوشامد کرتے تھے - فردوسی اس کی نسبت کچھ لکھتا ہی تو یہ ؎

سوئے درِ وزیر چرا ملتفت شوم — چون فارغم ز بارگہ بادشاہ نیز

ہندوستانی شعرا کا تخیل سب سے نرالا ہی - مشرقی دماغون نے بھی آیندہ نسلون کے لیے ایسا قابل وقعت - لائق ستایش - اور موافق حالت سامان مہیا کر دیا ہی جو ہر طرح کی ضرورت اور حاجت کے لیے کار آمد ہے یہان کے متقدمین نے بھی نظم کو زیادہ موثر اور دلپذیر نقش ہوجانے والا سمجھا ہی اسلیے ہولناک امراض کے نسخے محض اسو اسطے نظم مین لکھے ہین کہ ہمیشہ نقش فی الحجر ہین - اور کبھی فنا نہ ہون - یورپ کے ایک انشا پرداز نے کالیداس کی تصنیف پر یہ راے دی ہی کہ اس کی شاعری روحانی اور مادی دونون قسمون کی چیزون کا مجموعہ ہی اور وہ بشری نگاہون مین آسمانی نظارون کا فوٹو اتار دیتا ہی"۔

غرض ہر ملک کی کیفیت اور خیالات و واقعات یہ بتا رہے ہین کہ اول شاعری اور پھر اسکی تذکرہ نگاری ایسی ضروری چیزین ہین جن کو ملکون اور قومون کی بیداری کا قومی محرک مانا گیا ہے - اور شاعری کو ملکی عروج و زوال مین بہت کچھ دخل ہے جس کے زوال سے قومی تنزل بھی ہوجاتا ہی -

ایرانی شاعری جس کا عالم مین ڈنکا بج رہا تھا - ذرہ ذرہ امام سخن ہونے کا مدعی تھا اور اس آخری وقت مین بھی حبیب قاآنی یورپ گیا تو اہل فرانس کو تسلیم کرا دیا کہ فارسی ہر قسم کے خیالات ادا کرنے پر قادر ہے - افسوس کہ پھر اسکے بعد اور اہل کمال ایسے نہ پیدا ہوسے اور اس فن کو چھوڑنے سے سلطنت کی شان و شوکت بھی گھٹ گئی - اردو زبان جسکا نہ کوئی حامی ہی نہ مربی نہ معاون ہی نہ مددگار اسکے واسطے بہت سخت اہم اور اشد ضروری یہ حاجت ہی کہ مستند اور قابل اہل زبان اردو کا جامع لغت بنائین - اُس کی مستند صرف و نحو مدون کرین - مختلف ضروریات کے لحاظ سے نظم و نثر مین کتابین تصنیف کرین - اور سب سے زیادہ یہ کہ متعدد حیثیتون سے مختلف تذکرے تالیف ہون لیکن شرط یہ ہی کہ وہ اصحاب معرفت

متوجہ ہون جو اردو زبان کے ماہر ہین اور اُن کی زبان معتبر بھی ہے

اِسوقت ہندوستان مین جسقدر زبانین زندہ ہین اُن مین سب سے زیادہ اردو
ہی اِس قابل ہے کہ ملکی زبان بنائی جاے اوّل تو سب سے زیادہ یہی بولی جاتی ہے دوسرے
جہان رائج نہین وہان بھی سمجھی جاسکتی ہے۔ اور وہ اصحاب بھی ٹوٹی پھوٹی اردو مین
اپنا مطلب ادا کرسکتے ہین۔ خیالات کے ادا کرنے کو بھی زیادہ موزون ہے اسلیے
کہ نسبتہً سب سے زیادہ وسیع ہے۔ اور اس مین مہارت پیدا کرنا اور زبانون سے زیادہ
آسان ہے اور پھر بڑی بات یہ کہ اشعار کا ذخیرہ اور زبانون سے بہت زیادہ اسمین
موجود ہے۔ اور جو شخص ملکی زبان مین تحریری فوقیت حاصل کرنا چاہے یا تقریری بالضرور
اسکو شعرا کی زبان کا اتباع کرنا لازم ہوتا ہے اور زبان کا وہی قلیل حصہ جو اشعار مین ادا ہو جاے
فصیح سمجھا جاتا ہے باقی الفاظ و محاورات۔ غریب۔ وحشی اور غیر مانوس سمجھکر کچھ مدت کے بعد
متروک الاستعمال ہو جاتے ہین"

لارڈ مکالے کا قول ہے کہ ایسا کلام جو عمدہ خیالات کا مجموعہ ہو اُسی زبان مین ادا کر سکتا
ہے جس کی نسبت انسان کو یہ بھی یاد نہ ہو کہ کب سیکھی تھی۔ اور اُسکی گریمر جاننے سے پہلے اُس زبان
مین گفتگو کرتا رہا ہو۔ رومَا کے بڑے قابل اشخاص نے فرانسیسی زبان مین اشعار لکھے انگلستان
کے طباعون نے لاطینی مین دیوان مرتب کیے مگر کوئی مقبول نہ ہوا۔ خود ملٹن کا دیوان بھی
اعلی شمار نہ ہوسکا۔

اہل زبان اور زباندان یعنی اہل دہلی اور اہل لکھنؤ جو اُردو زبان کے مالک ہین
اور اُن کو یہ بجا فخر و ناز ہے کہ ہمارے روزمرہ کی تمام ہندوستان پیروی کرتا ہے۔ اگر اُنھون
نے اپنی زبان کی اور کچھ روز خبر نہ لی اور الفاظ محاورات کو احتیاط سے فراہم نہ کیا۔ عمدہ
نظمون کا انتخاب نہ فرمایا۔ تو یہ مابہ الامتیاز مشکل محو ہو جاے گا اور وہی بُری بھلی اُردو رہ جا
گی جو جدید تصنیفات اور آجکل کے اردو اخبارات ملک مین پھیلا رہے ہین۔ عربی زبان کو
دیکھیے جس کے بقول علامہ ابن خلدون اسپین کے محض اس کتبخانہ مین جس کو مستنصر نے قائم
کیا تھا۔ صرف اشعار کے مجموعون کی فہرست آٹھ سو اسی صفحہ پر تھی اسکی صرف ونحو بھی بہت مکمل تھی

قواعد اور کلیے منضبط تھے ۔ ایک ایک لفظ کی فصاحت و بلاغت پر معرکۃ الآرا مباحث ہو چکے تھے ۔ اصول و قواعد بہت تفصیل کے ساتھ موجود تھے ۔ مگر جب عرب نے ادب سے بے اتفاقی کی اور شعر و انشا کی سرد بازاری ہوئی ۔ تو ایسی مٹی ایسی خراب ہوئی کہ آج اسکو عربی کہتے شرم آتی ہے ۔ جو عرب عربا سے تھے اُن کی زبان آج اسقدر خراب ہے اور اغلاط سے مملو کہ بعض ہندیون کی عربی اُن سے زیادہ صحیح و فصیح ہے ۔ اگر زبان کے برباد ہونے کا اندیشہ یقینی اور یہ خطرہ واقعی ہے ۔ تو اہل زبان کا فرض ہے کہ اُردو کا ایک جامع لغت بنائین اسکے شعرا کا مبسوط تذکرہ لکھین جس کو پڑھکر ملک مین عام جوش اور دلچسپی پیدا ہو ۔ شاعر اور شعر کا عام اثر اور اُن کی طاقت ۔ ان کے کارآمد نتیجہ معلوم کرکے عام طبائع جوش مین آئین ۔

اگرچہ اُردو کے متعدد تذکرے اسوقت بھی موجود ہین مگر بعض ایسے ہین کہ جن مین محض میری اور سودائی جماعت کے مباحثات پر زور قلم صرف کیا ہے بعض وہ ہین جن مین انیسی اور دبیری اختلافات کو میدان کارزار بنایا ہے کچھ وہ ہین جن مین دہلی اور لکھنؤ کی زبان کی دھڑہ بندی کو فوقیت دی گئی ہے ۔ اور اسقدر غلو کیا ہے کہ مشرق اور مغرب مین یگانگت ہوجاے تو ہوجاے مگر ان دونون شہرون کے الفاظ و محاورات کو ایسا اکڑا یا جاے کہ ہندوستان مین ایک متحدہ زبان کو استحکام نہ ہونے پاے ۔ تھوڑے وہ بھی ہین جن مین شاگردون نے محض اپنے استادون کے فوقیت دینے کو قلم فرسائی کی ہے اور اپنے سلسلہ کی مدح سرائی مین دوسرون کی عظمت کم کرنا چاہی ہے ۔ البتہ تذکرہ آبحیات ضرور ایک مفید تصنیف ہے اور بہت سی کارآمد باتون پر روشنی ڈالتا ہے ۔ مگر یہ صرف چند شعرا کا تذکرہ ہے دوسرے بعض کی مدح اور بعض کی تنقیص سے وہ بھی خالی نہین ۔ پھر اپنے استاد کی مدح مین بھی وہ مبالغہ کیا گیا ہے ۔ کہ آسمان پر پہونچا دیا گیا ہے ۔ اسکے بعد اس اہم فرض اور سخت ضرورت کو خمخانہ جاوید نے پورا کیا ہے جو میرے مخدوم اردو کے مددگار منشی سری رام صاحب ایم اے کی تصنیف ہے ۔

اِس تذکرے کے دیکھنے سے ناظرین کے دل مین چند خیالات پیدا ہوتے ہین ۔ اوّل یہ کہ صرف اِس تذکرے سے اردو کی جامعیت کا پورا ثبوت ملتا ہے اور یہی تالیف ہندو مسلمانون کے اتحاد مین چار چاند لگاے گی اور مشترکہ زبان بناے گی ۔

اصمعی نے اگر ایک لفظ کی خاطر تمام عرب کے ریگستانوں کو چھان ڈالا تھا تو اسکے مولف نے بھی اس کمار کی حالت تک
اور گذشتہ چھ سو برس سے لیکر اسوقت تک ایک ایک شعر کیلیے کوئی جگہ تفحص سے باقی نہین
چھوڑی - اور تذکرون - گلدستون اور دواوین وکلیات کے جمع کرنے مین ہزارون
روپیہ صرف کر دیا تنقید وانتخاب اور تحقیق واجتہاد مین اپنی عمر کا بڑا حصہ لگا دیا - بلکہ
انتہائے محنت سے اپنی صحت کو بھی کھو دیا -

اِس تذکرے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ شرفاے ہنود آج بھی اردو کے ایسے
حامی ہین جسقدر عہد ماضیہ مین تھے - سوم یہ کہ زبان مین بلاتفریق مذاہب واقوام تمام ملک
کے مطالب پر قابض ہوجاتی ہین - اور اردو کا وہی مرتبہ ہے جو یورپ مین اسپرانٹو، یا
فرانسیسی کا - چہارم یہ کہ مولف نے حالات بیان کرنے مین راستی وصداقت کا - بہت
خیال رکھا ہے - قابل اور ہمہ دان مولف نے اپنے نازک اور ضروری فرض کو
خوب ادا کیا ہے -

اسمین شک نہین کہ یہ انسانی کارنامہ ہو اور صرف ایک شخص واحد کی کوشش کے نتیجہ
کے سبب سے چند کمزوریان بھی اسمین ضرور نظر آتی ہین - کہین حالات زیادہ ہین تو کلام کم - کہین
صرف کلام درج ہو تو واقعات ندارد - کہین حالات ہین مگر کسیقدر غلط
ترقی یافتہ ممالک مین ضرور ایسی بلکہ اس سے زیادہ معتبر اور مستند کتابین نکلین گی
لیکن وہان ایسی ضخیم اور جامع تالیفون کےلیے فرد واحد پر تالیف کا بار نہین ڈالا جاتا - بلکہ
اس قسم کے مہتم بالشان کام علمی انجمنین اپنے اہتمام اور نگرانی سے شروع کراتی ہین - لائق
سخن شناس اصحاب انتخاب کرکے ایسے کامونپر مقرر کیے جاتے ہین - پھر ملک ان کی مدد
کرتا ہے اور بہت بڑھاتا ہو اور یہان یہ تذکرہ درحقیقت منشی سری رام صاحب کی اکیلی
دماغ سوزی تنہا کوشش اور منفرد جانفشانی کا نتیجہ ہو - اسلیے حوصلہ افزائی کی جگہ اعتراض
کرنا درست نہین - مجکو ذاتی طور پر علم ہو کہ انھون نے بعض لایق سخن شناس اصحاب کو تنخواہین دے کر
رکھا - مگر انھون نے بالکل کام نہین کیا اور جو کچھ کیا وہ غلط اور فرضی - مین اپنے ذاتی علم پر کہہ
سکتا ہون کہ ابتک مولف ممدوح کا تیس ہزار روپیہ کے قریب کتابین جمع کرنے مین - تاہم

فراہم فرمانے اور پھر طبع مین صرف ہوچکا ہے۔ شاید اب زمانہ کی ناقدری شائقین کی سرمہری اور طبع کے مصارف سے تنگ آکر مولف کا آیندہ اشاعت کا خیال کچھ کچھ مرجھا چلا ہو۔ آجکل کے مصارف طبع کی یہ حالت ہو کہ ایک جلد کے چھپوانے مین چھ ہزار کے قریب صرف ہوگا اور قدردانون کی یہ کیفیت کہ جلد سوم کی سال بھر مین کل ۶۰ جلدین فروخت ہوئین البتہ دو سو جلد کے قریب اس عالی ہمت نے مفت ضرور تقسیم فرمائین۔ جسطرح شاہان مغلیہ کی مخصوص اور ایشیا کے بہت سے مسلمانون کی محبوب زبان فارسی کو راجہ ٹوڈر مل یعنی مصنف ممدوح کے جد اعلی نے فارسی مین دفتر قایم کرکے سلطنت کی زبان بنا دیا تھا اسیطرح اُردو جو ہندوستان کی مشترکہ زبان ہے اسکی یہ عزت و وقعت سلطنت انگلشیہ کے سبب سے ظہور مین آئی۔ سنہ۱۸۰۰ء کے قریب اردو کا خاص محکمہ کلکتہ مین قایم کیا۔ دلچسپ اور باوقعت کتابون کے ترجمے کرائے۔ ڈکشنریان مدون کین۔ سرکاری زبان قرار دیکر سلطنت کا دفتر اُردو مین رکھا۔ اسیلیے اب بھی سلطنت کا یہ فرض ہے کہ اسکی ترقی مین کوشان ہو۔ جم خانہ کو خاص اہتمام سے طبع کراکر سرکاری طور پر اشاعت کرے۔ صیغہ تعلیم مین داخل فرمائے اور دنیائے ادب بھی اس مفید تالیف کی قدر کرے اردو کی حامی انجمنین اور کانفرنسین بجائے تھوڑی دیر کی لفظ بازی اور اخباری نمود شہرت کے اس اصلی اور واقعی ترقی دینے والی کتاب کو ہر طرح کی مدد دیکر پورا کرائین۔ اسکی تالیف مین آسانیان پیدا کرین۔

یہ خوب خیال ہے کہ ادبی انجمنین چند تذکیر و تانیث کے رسالے۔ قواعد کے دو ایک پرچے عروض و قوافی کے مختصر قواعد شایع کرکے اپنے اہم فرایض سے سبکدوش نہین ہوسکتین۔

محمد خلیل حیران بریلوی

کیا آپ براہ کرم اپنے علم دوست احبابکو زمانہ کی خریداری کی طرف توجہ دلاکر مشکور فرمائینگے آپکیلیے دو چار خریدار دینا کوئی مشکل امر نہین ہے اور زمانہ کو آپکی ذات بابرکات سے بڑی بڑی امیدین ہین۔ آپکی ادنیٰ توجہ سے زمانہ کی علمی خدمت کا دائرہ بہت وسیع ہوسکتا ہے۔ منیجر

نسیم دہلوی

(سنہ ۱۷۹۴ء ۔ سنہ ۱۸۶۴ء)

مرزا محمد اصغر علی خان صاحب نسیم دہلوی بھی اُن مشہور اساتذہ مین ہین جن پر اُردو شاعری کو ناز ہو۔ دہلی کی درہمی برہمی کے بعد لکھنؤ شعراے کامل کا مرکز بن گیا۔ شعراے لکھنؤ کے سوا مشہور اساتذہ دہلی مین آئے اور اپنے کمالات کی داد و صلہ پایا۔ میر و سودا۔ انشا نے بھی سرزمین لکھنؤ پر قدم رکھا اور اپنے جوہر دکھائے۔ تسلیم لکھنوی نے کچھ مختصر و نا تمام حالات نسیم دہلوی کے دفتر شگرف (دیوان نسیم) مین لکھے ہین۔ نسیم کا لکھنؤ آنا اور سنہ ۱۲۸۱ ہجری مین انتقال کرنا بیان کیا ہو لیکن سنِ ولادت[۱] نہین لکھا۔ نسیم کے والد ماجد کا نام نواب آقا علی خان تھا۔ وہ مومن خان کے شاگرد تھے۔ لکھنؤ آنے پر اکثر لوگ اُنکے شاگرد ہوئے[۲]۔ تسلیم کے بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ نسیم کا اکثر کلام تلف ہوگیا اور اُسکے چھپنے کی نوبت نہین آئی۔ غزلیات کے سوا مثنویان بھی تصنیف کی تھین اور ایک جلد الف لیلہ بھی مصنفات سے ہو۔ بہرحال نسیم کا جو کچھ کلام بہم پہونچ سکا اُسکو نواب محمد تقی خان صاحب بہادر ابن نواب صادق علی خان بن نواب اصغر علی خان ابن نواب محمد علی خان نے ترتیب دیکر چھپوایا اور اپنا حق شاگردی ادا کیا۔

نسیم سنہ ۱۲۵۱ ہجری مین لکھنؤ آئے[۳]۔ اس حساب سے اُنتیس[۴] برس لکھنؤ مین رہے اور یہین

---

[۱] رسالہ ایسٹ اینڈ ویسٹ بابت اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء مین ایک قابل مضمون نگار نے نسیم کا سنہ ولادت ۱۲۱۴ ہجری یعنی سنہ ۱۷۹۹ء قرار دیا ہے۔ ایڈیٹر

[۲] نسیم کے دو اور شاگرد بھی قابل ذکر ہین۔ عبداللہ خان تہر اور اشرف علی اشرف۔

[۳] نسیم کے تین اور بھائی تھے جنکے نام یہ ہین۔ اکبر علیخان۔ احمد حسینخان۔ محمد حسینخان۔ نسیم اور اُنکے بھائی اکبر علیخان سے اور دوسرے بھائیون سے کچھ نا اتفاقی ہوگئی تھی۔ اسلیے نسیم لکھنؤ چلے آئے۔ بعد مین بھائیون نے بہت کچھ معذرت کی اور کئی بار انھین بلا بھیجا۔ لیکن نسیم دہلی واپس نہ گئے۔ ایکبار بھائیون نے زادِ راہ تک بھیجا لیکن مرزا نسیم نے اُسکو قبول نفرمایا۔ نسیم کو کسیقدر اپنے کمال کا غرور تھا۔ مزاج آزادانہ واقع ہوا تھا۔ (باقی بر صفحہ ۹۱)

دفن ہوئے لیکن انکے مزار سے بھی اکثر لوگ نا واقف ہیں اور معلوم نہیں ہو سکا پتہ ہے یا نہیں۔

نسیم کے اکثر اشعار میں مومن و غالب کا رنگ پایا جاتا ہے جیسا اوپر آچکا ہے نسیم کے شاگردوں میں منشی امیر اللہ تسلیم لکھنوی بھی ہیں۔ نسیم کے جو صاف اور بے تکلف اشعار ہیں وہ صد درجہ دلاویز ہیں لیکن اکثر اشعار میں آورد اور بناوٹ بھی ہے۔ مضمون آفرینی اور تخئیل کی بلندی ضرور ہے مگر متصوفانہ سوز و گداز اور دردمندی کی بڑی کمی ہے۔ اکثر غزلیں ایسی بھی ہیں جنمیں زیادہ تر آورد ہے لیکن بعض اشعار تیر و نشتر کا کام دیتے ہیں۔

ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں حضرت نسیم دہلوی کے دیوان سے کچھ انتخاب درج کیا جاتا ہے۔ ابتدا میں چند قصائد ہیں۔ پہلا قصیدہ واجد علی شاہ آخری فرمانروائے اودھ کی تعریف میں ہے واقعی بہت خوب کہا ہے۔ دو تین قصیدہ نواب شرف الدولہ کی مدح میں ہیں بعض اور قصائد بھی ہیں۔ ایک اور قصیدہ نواب حضور محل صاحبہ کی شان میں ہے اسکے بعد غزلیات وغیرہ ہیں۔

منظور ہے ناپنا کمر کا		پیمانہ بنائیے نظر کا
سینہ میں سے کچھ آئی آواز		پھوٹا کوئی آبلہ نظر کا
آنسو پوچھیں گے کب تک احباب		ٹپکا نہ رکے گا چشم تر کا
دل ہی تو ہے یہ عجب بہل جائے		کچھ ذکر کرو ادھر ادھر کا

مطلع میں معشوق کی کمر ناپنے کے لئے نظر کا پیمانہ بنایا ہے مگر پیمانہ اشیا کے ناپنے کے لئے ہوا کرتا ہے ممکن ہے کمر ناپنے کا پیمانہ بھی کسی شاعر نے کہا ہو۔ کمر ناپنے کے لئے تار نظر یا رشتۂ نظر سنا ہے۔ نسیم نے بغیر تحقیق ایسا نہ کہا ہوگا۔ آخری شعر دل ہی تو ہے الخ خوب کہا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ۔ تاہم قرآن شریف کا روزانہ مطالعہ کیا کرتے تھے اور آخر وقت میں روزہ نماز کے بھی پابند ہو گئے تھے۔ نماز پڑھنے کے لیے وہ کسی وقت بجائے مصلی رومال بچھا لیتے اور کہتے کہ خدا گواہ نسیم کے پاس یہی رومال ہے۔ نسیم الطبع فیاض تھے وہ ... راقم منشی امیر اللہ صاحب تسلیم کیا تھا چوک سے آیا جایا کرتے تھے وہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ اُس راستہ کو چھوڑ کر گلی کوچے سے گذرنے لگے تسلیم نے اسکا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ آج کل میری جیب خالی رہتی ہے۔ چوک سے آتے جاتے اگر کوئی فقیر مجھ سے اٹک بیٹھا تو اس سے کیا کہوں گا ۱۲

(ماخوذ از ایسٹ اینڈ ویسٹ)

(شانِ وفاداری)

نہین شرطِ وفا صیاد تنہا چھوٹ جاؤن مین — کہ طعنہ دین گے ہم صحبت مرے مجھکو رہائی کا
نہین سُنتا کسے اب دل لگاکر کوئی رغبت سے — مزا محفل مین تیری لُٹ گیا میری کہانی کا

مختصر ہونے مین لئے یار جو قابو ہوتا — خال بنکر مین ترا نقطۂ ابرو ہوتا
نقطۂ بار سیہ کا مجھے دھوکا ہوتا — ذرۂ افشان کا جو ہم صحبتِ گیسو ہوتا

(آورد لفظی رعایت)

مُنھ میرا نہ کھلواؤ کہ ہو جائین گے لب بند — دیکھو یہی اچھا ہے کہ مین کچھ نہین کہتا

کوئی شیشہ نہین لے رونقِ محفل ٹوٹا — آہ کی ٹھیس لگی آئینۂ دل ٹوٹا
قطرۂ زلف نہانی مین جو ٹپکا سر سے — مین یہ سمجھا کہ ستارہ لبِ ساحل ٹوٹا
کس بلا کی یہ صدا تھی کہ جگر پانی ہے — دوڑنا خیر نہین ہائے کہین دل ٹوٹا

مذکورۂ بالا ہر سہ اشعار مین دوسرا شعر زلف نہانی والا اپنی ترکیب کے لحاظ سے قابل غور ہی مگر آخری کس بلا کی یہ صدا تھی الخ عاشقانہ رنگ مین اعلیٰ درجہ کے شعر ہین۔

قصۂ روزِ گذشتہ آنکھ کو شرمائیگا — ہمکو لے چلتے تو ہو اُنکو لحاظ آجائیگا
یار کے انداز رہتے ہین مرے پیشِ نظر — اشک گیسو کی طرح بڑھکر قدم تک آئیگا

پہلا شعر معمولی ہی لیکن دوسرا شعر یار کے انداز رہتے ہین الخ لاجواب ہے کس حسن کے ساتھ ادابندی کی ہے سراپاے یار کے تصور مین اشک کا گیسو تک بڑھکر آنا بالکل اچھوتا مضمون ہے۔ اسکے لطف معنوی کو زبان سے بیان کرنا مشکل ہے۔

کسی صورت تو دل کو شاد کرنا — ہین دُشمن سمجھ کر یاد کرتا
دُعائین دین گے چھُٹکر قیدئ زلف — جہان تک ہو سکے آزاد کرنا

مزا تھا بے بسی کا گالیوں میں اسی جھوٹے سبق کو یاد کرنا

تسلیم کی جس غزل سے یہ تین شعر لئے گئے ہین وہ بہت مشہور و عاشقانہ ہے۔

دل جو پہلو مین نہین کچھ مجھکو بیہوشی سی ہی ڈھونڈھتا ہون یہ نہین معلوم کیا جاتا رہا
دم شب فرقت مین نکلا شوق سے موت کی اب تو تیرا بھی وہ احسانِ جفا جاتا رہا
یہ تلافی کس لئے کچھ یاد وہ باتین کرو مرگیا دشمن تو کیا میرا گلہ جاتا رہا
کیا گلہ اسکا خلاف وضع دونون ہوگئے ضبط مجھ سے تم سے اندازِ وفا جاتا رہا

تسلیم کے یہ چارون اشعار رنگ تغزل مین بے نظیر ہین بلکہ نقادانِ سخن کو تڑپا دینے والے ہین کیسے پاکیزہ جذبات اور خیالات ہین جنکو بار بار پڑھکر بھی دل سیر نہین ہوتا۔

یہ غلط ہے کہ مرا ذکر کیا ہو تو نے کوئی طعنہ تو نہ تھا مین جو تجھے یاد آیا
خانہ زادِ دل بیتاب ہو کچھ غیر نہین نہ ڈرو لب پہ اگر شکوۂ بیداد آیا

دیکھ لی تاثیر انکی بھی فراقِ یار مین نالے خود شرمندہ ہین منھ تک مرے آتے گیا

ہر رفیقِ بے بسی منزل بمنزل رہ گیا گر پڑا آنسو کسی جا پر کہین دل رہ گیا

ذیل کے دونون شعر بھی استادانہ ہین زلف جانان کی بہار کیا خوب بنی ہو اور اس بہار کو دیکھتے ہی دیکھتے تسلیم کا خواب پریشان ہو جانا عجیب دلکش خیال ہو دوسرا شعر بھی بہت نادر ہے

مین نگاہون مین بہارِ زلفِ جانان ہوگیا دیکھتے ہی دیکھتے خوابِ پریشان ہوگیا
طعنۂ کم ہمتی اٹھا نہ میرے اشک سے گو کہ قطرہ تھا مگر شرم کے طوفان ہوگیا

(اپنے استاد کے لاجواب رنگ مین)

جتنے قصے ہین مرے شکوۂ بیداد ہین سب ذکر کا ہیکو ہین افسانۂ بیداد ہین سب

بلند الحمد کہ مین رنج فراموشش نہین ۔۔۔ جو ستم بتنے کئے ہین وہ مجھے یاد نہین

تھا وصلتِ جنون کا جو سامان تمام رات ۔۔۔ لپٹے رہے ہین دست و گریبان تمام رات

تھا رنگ شہادت میرا ایسا ۔۔۔ کہ انکی انگلیان بخون رہین سرخ

نہ جائے گی ترے وحشی کی رائگان فریاد ۔۔۔ یقین ہے کہ ہو زنجیر آسمان فریاد

خار سے آبلۂ پا کو ہے رغبت ایسی ۔۔۔ جس طرح حضرتِ منصور کو تھی دار پسند

غیر ممکن ہے کہ ہو ہجر مین لے یار سحر ۔۔۔ دیکھئے کرتا ہے کیونکر تر ا بیمار سحر

زخم تیغ یار نے بخشا دہان بالائے سر ۔۔۔ شکر کو کیو نہ ہو ہر مو زبان بالائے سر

کبھی ہوتا ہون ظاہر جلوۂ حسن نکو ہو کر ۔۔۔ کبھی خاطر مین چھپ جاتا ہون تیری آرزو ہو کر
کبھی کم ہو کے سڑ جاتا ہون مثل قطرہ ساغر مین ۔۔۔ کبھی کثرت سے رک جاتا ہون شیشہ کا گلو ہو کر

مین مرگیا ہون تیرے خریدار دیکھکر ۔۔۔ ٹھنڈا ہوا ہون گرمیٔ بازار دیکھکر
آئین جو یاد وقت گذشتہ کی صحبتین ۔۔۔ رونے لگا مین جانبِ گلزار دیکھکر

(ادا ہندی)

قربان ہو رہی ہے مری جان ادھر ادھر ۔۔۔ وان رخ پہ ہے جو زلف پریشان ادھر ادھر
ہنگامۂ جنون سے جو دونون ہوے ہین چاک ۔۔۔ دامن ادھر ادھر ہے گریبان ادھر ادھر

باقی ہے شوق قاتلِ شمشیر زن ہنوز ٹپکا رہے ہین زخم سم لعابِ دہن ہنوز
ہر سخت دل مین ریزۂ الماس ہے نسیم بھولا نہین ہے یار کا وہ نور تن ہنوز

ہجر مین میرے سیہ خانہ کے ہو کر پروانہ شمع ہاے دیکھون آجکی شب ایک جا پروانہ شمع
جب پڑی زنجیر پھر کہان آزادگی دام مین لاے گا تجھکو اشک کا پروانہ شمع

لاے نصیب کھینچ کے بیداد کی طرف دن پھر پھرا پھرا یا تو صیاد کی طرف

ہم غریبون کو بھی ملجاتے ہین پیمانۂ عشق یارب آباد رہے صحبتِ میخانۂ عشق

پہونچی جو دمِ شوق نظر یار کے سر تک اللہ رے نزاکت کہ لچک آئی کمر تک
گو تجھکو خبر ہو کہ نہ ہو مین نہین غافل آہین مری ہو آتی ہین ہر شب ترے در تک
کیا کیا نہ ارادے تھے مرے جوشِ جنون کے پہونچا نہ مگر ہاتھ گریبان سحر تک

دیکھ او قاتل بسر کرتے ہین کس مشکل سے ہم چارہ گر سے درد نالان درد سے مل دل سے ہم
جسم روشن سے نظر آتے ہین جلوے روح کے حسنِ لیلے دیکھتے ہین پردۂ محمل سے ہم

یہان تک طول تھا اے ہم نفس کل ہجر کی شب مین دعائین جاگ کر سو سو رہین آغوش مطلب مین
مرے آنسو کے قطرے ہین جسے شبنم سمجھتے ہو ٹپکتا ہو زلال اشک چھنکر دامنِ شب مین

لطف کہان اب وہ ملاقات مین بات نکلنے لگی ہر بات مین

ذیل کے اشعار بھی نسیم کے خاص اشعار مین ہین اور اسکی وہی ترکیبین ہین جنپر ناز بجا کیا جاتا ہے

سمجھ کے تازہ خریدار گرم جوش ہمین بلا رہی ہے نگاہِ اجل فروش ہمین

لحاظ بے ادبی ہے اٹھائیں سر کیونکر
بہت دنوں سے نہیں التفات ہوش تئیں

سب ستم سارے وہ سامانِ مصیبت یاد ہیں
ہم ابھی کُنج قفس سے مرغ نوآزاد ہیں

مطلع بہت اچھا ہے مگر سب ستم سارے کی ترکیب خلاف فصاحت ہے یا سارے ستم کہا جاتا یا سب ستم۔

نظر میں ہے ثباتی تہہ یہاں تک دارِفانی کی
صدائے خندۂ گُل نالۂ ماتم سمجھتے ہیں

ذیل کے اشعار میں جو جذبات لطیف رنگ تغزل میں بیان ہوئے ہیں وہ میر و مومن کے رنگ سے ملتے ہوئے ہیں اور ہر شعر دلاویز ہے۔

آہ میری نامرادی کسقدر منظور ہے
لطف بھی اُسنے وہ سوچا جسمیں کچھ احسان نہیں

کس کی دزدیدہ نگاہیں سینہ میں کرتی ہیں گھر
پھر یہ کیوں کہتے ہو میرے دلمیں کچھ ارمان نہیں

یہ تو مشکل ہے کہیں ہوں اور کبھی دیکھیں نہ غیر
آدمی ہوں کچھ تمہارا خندۂ پنہاں نہیں

ذیل کا شعر بھی خوب ہے جسمیں کہنہ اسیری اور ناتوانی جنون عشق کو بیان کیا ہے۔

تکلیف کشمکش سے ہے خدا را معاف کر
حالت اب ایسے جنون مری زنجیر میں نہیں

شوقِ شراب خواہشِ جام و سبو نہیں
ہیں سب حرام جب کہ پہلو میں تو نہیں

(نازک خیالی)

غور کرنا دوستو مجھ ناتوان کے حال کو
آئینہ محتاج ہے نظارۂ تمثال کو

نظر آئی گھٹا کیفیتِ مُو ہو تو ایسی ہو
جگر ہو جائے پانی موجِ گیسو ہو تو ایسی ہو

(صفائی کلام)

قاتل نہ رہے حاجت تکلیف دوبارہ   سر پر جو پڑے ہاتھ کمر تک اتر آئے

(ہمدردی اہل حاجت)

ہم تاب سوال لب سائل نہیں رکھتے   اس واسطے پہلو میں کبھی دل نہیں رکھتے

تمنا غیر کی کرنا خلاف رسم الفت ہے   میں احسان کیوں اجل کے لوں نہیں میں کیا ستم تر ہے

کیا سبب کیوں چپ ہیں زخم نکے دہن تصویر سے   ہو گئی رنجیدگی شاید زبان تیر سے

سینہ ہے تہ زانو قاتل کئی دن سے   آسان نہیں ہوتی مری مشکل کئی دن سے
آجاتا ہے غش ہر کشش آہ حزیں میں   کھاتا ہے جو ٹھیس آبلۂ دل کئی دن سے
صیاد کی آمد سے ہے گلشن میں اداسی   سنتے نہیں فریاد عنادل کئی دن سے
مرنے بھی نہ دے گی مجھے محرومی تقدیر   کچھ آنکھ چراتا ہے وہ قاتل کئی دن سے

مطلع میں اپنی سخت جانی کی سرگذشت بیان کی ہے۔ دوسرے شعر میں نزاکت معنوی پیدا کی ہے آہ حزیں کے صدمہ سے آبلۂ دل میں ٹھیس لگنے سے آجانا ناتوانی کا کیا اچھا ثبوت ہے۔ باقی اشعار بھی دلکش ہیں۔

تم تک مجھے لایا تھا جوش اس دل مضطر کا   اب جاؤں کہاں رستہ معلوم نہیں گھر کا
دشمن کو ہٹاتے ہیں اب مجھکو بلاتے ہیں   لو اور نئی سوجھی منھ دیکھ کے خنجر کا

اٹھاتا بار منت شاق تھا پیراہن تن کا   ہوئے خشک آنکھ میں آنسو دیا احسان دامن کا
صدا دی سینۂ بلبل میں دل نے ٹوٹ جانے کی   سحر کو دست گلچیں نے جو توڑا پھول گلشن کا

شکنتلا[1]

"شکنتلا" سنسکرت شاعری کا سدا بہار گلاب ہے" کالی داس سنسکرت شاعری کا دِل ہے تو شکنتلا اِس دل کا درد۔ تمنا اور خواب ہے۔ اِسکا نام دلون مین پاکیزہ، دلکش، اور رنگین تصورات کے جگانے کا ایک منتر ہے۔ شکنتلا کا نام زبان پر آیا اور پردۂ تصور پر ایک تصویر کھنچ گئی۔ کیسی شگفتہ، کیسی درد انگیز، حسن اور شباب کا ایک لبھانے والا خواب۔ پھول کی طرح نازک اور پتی کی طرح کمزور۔

ہرا بھرا جنگل، کنول کے پھولون کا کُنج، ہرنون کی کلیلین، چڑیون کی خوشنوائیان، شہد کی مکھیون کے نغمے اور ہوا، معطر کے جھونکے۔ اِن دلفریبون کے بیچ مین شکنتلا اپنی دو سہیلیون کے ساتھ بھورے کمل کے پتے پر راجہ دشنیت کو خط لکھتی ہے۔ کِتنا دلفریب تخیل ہے۔ کیا شاعر کی فکر رنگین۔ جذبۂ حسن و فراق کی اِس سے زیادہ پُر اثر اور پُر درد تصویر کھینچ سکتی ہے؟ شکنتلا ایک عورت ہے۔ شعر کی۔ درد کی میٹھے الاپ کی۔ وہ سیتا کی طرح پاک نہین۔ ساوتری کی طرح مستقل نہین۔ دمن کی طرح صابر نہین۔ وہ ایک کمزور ہستی ہے۔ تناور درخت نہین جس پر ہوا کین اثر نہین کرتین وہ ایک شاخ ہے جو ہواؤن سے ہلتی ہے۔ اور لوٹ جاتی ہے۔ یہی اسکی کمزوری، اِسکا جوہر ہے۔ اِسی نے اُسے اِتنا دلکش بنا دیا ہے۔

---

[1] یہ مضمون حضرت سحر ہنگامی کی نو طبع "مثنوی بیرنگ سحر" کے تمہیدی نوٹ کی حیثیت سے لکھا گیا تھا۔ ناظرین کی دلچسپی کیلیے درج زمانہ کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

شکسپیر کی طرح کالی داس نے بھی اپنے ڈرامون کے پلاٹ اختراع نہین کئے بلکہ پرانی روایتون سے لئے ہین۔ لیکن ان روایتون مین وہ رنگینی بیان اور لطافتِ جذبات بھر دی ہے کہ قصہ بالکل اچھوتا ہو گیا ہے۔ رموزِ اُلفت کے بیان کرنے مین کالیداس کو یدِطولیٰ حاصل ہے اور اس رنگ مین کوئی دوسرا سنسکرت شاعر اسکے ہمسری کا دعویٰ نہین کر سکتا۔ اِسنے قدرت سے حُسن پرست نگاہ پائی تھی جو انسانی جذبات ہی تک محدود نہ تھی۔ پھول اور پودے وحوش وطیور غرض سارا نیچر اسکے لئے حُسن اور جذبہ سے پُر تھا۔ اِسی لئے اسکے ہرن اور مور محض خوبصورت جانور نہین۔ اسکے کوئل اور پپیہے محض خوشنوا چڑیان نہین۔ اِنمین وہ دلکشی ہے جو شاعر کے احساس حُسن ہی سے پیدا ہو سکتی ہے۔ یہی وصف ہے جسنے یورپ کے سخن فہمون کو کالی داس کا مدّاح بنا دیا ہے۔

شکنتلا کے ترجمے اردو اور ہندی مین بہت عرصہ ہوا ہو چکے۔ لیکن ابتک کسی نے اسے مثنوی کی صورت مین لکھنے کی طرف توجہ نہین کی۔ قصہ اپنے رنگینی اور دلکشی کے اعتبار سے مثنوی کے لئے خاص طور پر موزون نہین۔ ہمارے خیال مین اسکی بندش مین گلزارِ نسیم سے کہین زیادہ شعریت اور جدت ہے اُسکے حُسنِ بیان کی چاہے جتنی تعریف کر لیجیے۔ لیکن اصل قصہ مین ذرا بھی وطنیت نہین، اردو یوسف زلیخا، قصۂ شیرین فرہاد اور گلزارِ نسیم مین معاشرت۔ معیار۔ اخلاق کے اعتبار سے کوئی تماوز نہین۔ لیکن شکنتلا مین وطنیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اسکے مرد و زن گل بوٹے چرند پرند، آسمان و زمین۔ آداب و اخلاق، رسم اور تمدّن سب ہندوستان کے ہین۔ اور اب بھی ہم انھین کسیقدر متغیّر صورت مین روز دیکھتے رہتے ہین۔

اس قصہ کو اُردو مین نظم کر کے منشی اقبال ورما سحر ہتگامی نے اُردو خوان پبلک کو زیربار احسان کیا ہے۔ ان کے طرزِ بیان کی تعریف کرنے کی ضرورت نہین۔ اسکا فیصلہ ناظرین خود کرینگے لیکن اتنا ضرور کہہ سکتے ہین کہ بلاغت اور روانی بیان اور حُسن ترکیب کے اعتبار سے "نیرنگ سحر" قریب قریب "گلزارِ نسیم" سے لگا کھاتی ہے حضرت سحر محض بندش کے لئے کالیداس کے ممنون ہین۔ بیان کلیتاً اُنکا خاص ہے اور اگرچہ اُنھون نے کہین کہین ضرورت شعری سے مجبور ہو کر قصہ مین انحراف کیا ہے لیکن فی الجملہ قصہ کی نوعیت مین کوئی فرق نہین۔ ہم کو امید ہے کہ قدردانانِ سخن "نیرنگ سحر"[1] کا خوشی سے خیرمقدم کرینگے اور حضرت سحر کے کاوش کی داد دینگے۔ جسکے وہ بدرجہ اولیٰ مستحق ہین — ایڈیٹر

---

[1] مثنوی نیرنگ سحر" بہ قیمت ۱ر مینجر زمانہ کانپور سے ملسکتی ہے۔

تعلیم کے شکوۂ بیجا کا جواب[1]

خاتونانِ ہند کی طرف سے

جب پیاری اور تعلیم گلے مل چکین تو پیاری اپنی نئی سہیلی کو اپنے گھر مین لیگئی۔ پیاری کی مان عقیلہ ایک ضعیف العمر خاتون تھین۔ پُرانے طریقہ پر مان باپ سے اور گھر مین شریف استانیون سے بہت کچھ پڑھا لکھا تھا۔ اس کے علاوہ سینا پرونا۔ کھانا پکانا۔ غرض کل امور خانہ داری کی عملی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ عقیلہ نے ایک نئی لڑکی کو دیکھکر نہایت نرمی سے کہا۔

"بیٹی بیٹھو۔ یہان کیونکر آنا ہوا۔ تمھارا نام کیا ہے۔"

لڑکی جواب نہ دینے پائی تھی کہ پیاری بول اُٹھی۔

پیاری ۔ امان جان۔ ابھی مجھ سے ان سے بہت باتین ہوئین۔ انھون نے بڑی شکایت کی کہ ہندوستانی عورتین ہماری قدر نہین کرتین۔ گو ہم ہر وقت اُن کی خدمت کے لیے تیار ہین۔ ان کا نام تعلیم ہے۔

پیاری سے تعلیم کا نام سنتے ہی عقیلہ نے ایک دفعہ اپنی تجربہ کار آنکھ سے نووارد لڑکی کو سر سے پیر تک بہت غور سے دیکھا۔ چہرے سے بے اعتباری کے آثار پیدا تھے۔ کچھ کہنے کا ارادہ کیا مگر مہمان نوازی کے خلاف سمجھکر خاموش ہو رہین۔ تعلیم کچھ دیر بیٹھی مگر بڑی بی کی بے اعتنائی دیکھکر دوسرے دن آنے کا وعدہ کرکے چلی گئی۔ ادھر عقیلہ نے پیاری سے وہ تمام گفتگو سنی جو اُسکے اور تعلیم کے درمیان ہوئی تھی اور تعلیم کے شکوون کا جواب کچھ اس ڈھنگ سے دیا کہ پیاری کے دل میں تعلیم کی شکایتون کی تردید کی خواہش پیدا ہوگئی۔

پیاری بڑی ذہین تھی۔ اُس نے اپنی ان کی گفتگو۔ ۔ ۔ حرف بحرف یاد رکھی۔ دوسرے دن وہ

---

[1] شکوہ تعلیم ۔ ۔ ۔ سنہ ۱۹۱۵ء مین شایع ہوا تھا۔

وہ دروازے پر کھڑی ہوئی تعلیم کا انتظار کر رہی تھی کہ تعلیم آپہونچی ۔

تعلیم ۔ بہن پیاری تم نے دیکھا کہ تمھاری والدہ نے مجھ سے بات تک نہ کی اچھا ہوا کہ تم نے ہندوستانی عورتوں میں میری ناقدری کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ۔

پیاری ۔ ناقدری کی شکایت تو تم بیکار کرتی ہو ۔ کل تمھارے جانے کے بعد اماں جان سے مجھے معلوم ہوا کہ ہندوستانی عورتیں تو اُس زمانہ میں بھی تعلیم کی قدردان تھیں جب دوسرے ملکوں کے مرد بھی اُسکے قدرشناس نہ تھے اور وہ اب بھی تعلیم کی دل سے قدر کرتی ہیں !

تعلیم ۔ پھر کل تمھاری والدہ نے میری عزت کیوں نہیں کی ؟

پیاری ۔ "بات یہ ہو کہ وہ تعلیم کی عزت ضرور کرتی ہیں مگر جھوٹے دعویداروں سے اِنھیں نفرت ہے "

تعلیم ۔ کیا انھیں میرا نام تعلیم ہونے میں کچھ شک ہو ؟

پیاری ۔ نام میں شک کرنے کی تو کوئی وجہ نہیں ہو مگر بہن برا نہ ماننا رستم اور حاتم نام رکھ لینا تو آسان ہو لیکن رستم اور حاتم ہونا بہت مشکل ہے ۔

تعلیم ۔ تو کیا میں نے اپنا نام تعلیم رکھ لیا ہو اور میں درحقیقت تعلیم نہیں ہوں ؟

پیاری ۔ ہاں خیال تو یہی ہوتا ہے اور اسی بنا پر میری والدہ نے تمھاری آؤ بھگت نہیں کی ۔

تعلیم ۔ آخر اس خیال کی کوئی وجہ بھی ہے ؟

پیاری ۔ اول تو اُن کو کئی مرتبہ اس نام سے دھوکا دیا جاچکا ہو ۔ دوسرے خود تمھاری صورت اور طور طریق نے اُن کے شبہ کو اور قوی کردیا ۔

تعلیم ۔ صورت تو میری کچھ بُری نہیں ہے ۔ کل تھیں نے میری خوبصورتی کی تعریف کی تھی اور اُنھوں نے مجھ میں کیا خرابیاں دیکھیں ؟

پیاری ۔ ہاں صورت پر تو اُنھیں کچھ اعتراض نہیں بلکہ وہ کہتی تھیں کہ مردوں میں جو تمھاری قدر ہے وہ زیادہ تر تمھاری عمر و ظاہری حسن ہی کی وجہ سے ہو مگر یہی تمھاری کم سنی و خوشنمائی اُن کے دل میں شبہ پیدا کرتی ہو وہ کہتی ہیں کہ اُنھوں نے اپنے بچپن میں بھی تعلیم کو اپنے

سے کہیں زیادہ حُسن دیکھا تھا اور اُن کے چہرے پر متانت اور جلالت تھی یہ شوخ چشمی و دیدہ دلیری نہ تھی -
تعلیم - اے بہن مانا کہ مین وہی تعلیم نہین ہون - مگر کیا اسمین بھی اُنھین شک ہے کہ مین اُنھین معظمہ کی اولاد ....
پیاری (بات کاٹ کر) یہ تو مین نے اُن سے خود کہا تھا - مگر ان کا بیان ہے کہ بی تعلیم تو نہایت خلیق تھین اور راہ نیک کی ہدایت اُن کا فرض عین تھا - اگر تم نے اُن کے گھر مین پرورش پائی ہوتی تو یہ اوصاف ....
تعلیم - کیا مجھ مین یہ اوصاف نہین ہین تمھاری مان تو بیجا الزامات لگاتی ہین -
پیاری - امان جان کسی پر غلط تہمت ہرگز نہ لگاتین گی مگر مجھے اُن کے اس خیال کا ثبوت معلوم نہین چلو اُنھین سے پوچھین -
یہ کہکر دونون اندر گئین اور تعلیم اور عقیلہ مین یون گفتگو ہوئی -
تعلیم (کسیقدر غصہ کے ساتھ) بی عقیلہ کل مین ایک لمحہ کے لیے تمھارے یہان آئی - اتنی ہی دیر مین تم نے میرے عادات و اطوار پر راے بھی قایم کر لی - آخر تم نے میرے اخلاق مین کیا خرابیان دیکھین -
عقیلہ (برہم ہوکر) لڑکی مین نے دھوپ مین بال سفید نہین کیے ہین کیا تیرے اطوار پر راے زنی کرنیکا مجھے اُسوقت حق حاصل ہوگا جب اُنھین دیکھتے دیکھتے اُن کی برائی کا احساس بھی جاتا رہے - رہین تیرے اخلاق کی خرابیان تو ذرا کان کھول کے سُن - اوّل تو جب تم کل آئین تو تم نے مجھے سلام نہ کیا ! میرا دل اسی سے کھٹکا تھا کہ ایک دوسری بات نے میرے خیال کو اور بھی مضبوط کر دیا یعنے جب مین نے تم سے تمھارا نام پوچھا اور پیاری بیچ مین بول اُٹھی تو تم نے اُسے روکا نہین - کیا ان باتون سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ نہ تو تم مین خود ادب ہے اور نہ تہذیب سکھانے کی فکر - پھر بھلا مین تم کو تعلیم کیونکر سمجھون کیونکہ میرے نزدیک ادب آموزی اور درستی اخلاق ہی تعلیم کا فرض اولین ہے - خیر یہ تو کل کی باتین تھین ابھی تم نے جس لہجہ مین گفتگو کی ہے کیا بڑے بوڑھون سے یون ہی باتین کرتے ہین - ہان

ہان اور لو تم نے میرا نام بھی تو لیا کیا مین تمھارے برابر کی ہون -
تعلیم (حقارت کے لہجہ مین) ان باتون کا لحاظ مشرق کی فرسودہ تہذیب مین ہوگا - مین مغربی تہذیب سے آراستہ ہون اور اِس جدید تہذیب کی فضیلت سے کسے انکار ہوسکتا ہی!
عقیلہ - خیر مین اِسوقت اس طولانی بحث سے قطع نظر کرتی ہون - کہ مشرقی تہذیب اچھی ہے یا مغربی - مگر یاد رکھو کہ اگر تم چاہتی ہو کہ ہم لوگ تمھاری قدر کرین تو تم یا تو ہماری تہذیب کے لباس مین آؤ یا ہمکو پہلے یہ تسلیم کرادو کہ تمھاری تہذیب ہماری تہذیب سے بہتر ہے ورنہ یاد رکھو کہ نہ تو ہم تمھاری قدر کرسکتے ہین اور نہ اپنی لڑکیون کو تمھاری صحبت مین رکھ سکتے ہین!
تعلیم - ہان خوب یاد آیا - چند لڑکیون پر میری صحبت کا بُرا اثر دیکھ کر آپ لوگ مجکو بُرا سمجھنے لگے ہین - مگر مین کل بیاری سے کہہ چکی ہون کہ جس طرح افیون کا صحیح استعمال امراض کو دور کرتا ہے - مگر اس کے غلط استعمال سے جانین تک تلف ہوسکتی ہین - بعینہٖ یہی حال میرا ہے . . . .
عقیلہ - تمھاری ذات اس مثال کی مصداق ہو تو ہو - مگر اصلی اور حقیقی تعلیم کی صحبت تو انسان کے لیے مضر ہو ہی نہین سکتی - تعلیم جب ہر وقت نیکیان سکھاتی رہے گی اور بھلے بُرے مین تمیز کراتی رہے گی تو اسکی صحبت سے کسی کو نقصان کیونکر پہونچیگا
تعلیم - تو کیا تعلیم کا کام صرف اخلاق ہی سکھانا ہے اگر مین نے اِسطرف زیادہ دہیان نہین دیا تو کیا قباحت ہوئی - آخر مین لڑکیون کو علم ادب - جغرافیہ - تاریخ - ریاضی وغیرہ سب ہی کچھ تو سکھاتی ہون -
عقیلہ - عورتون کے لیے یہ سب سکھانا ضروری نہین ہی - رسکن صاحب کی قابلیت اور حمایت تعلیم سے تو تم کو بھی انکار نہ ہوگا - ان کی راے ہی کہ اگر کوئی عورت یہ جانتی ہو تو کیا کہ کون شہر کہان واقع ہے یا کون واقعہ کس سن مین ہوا یا دنیا مین بڑے بڑے لوگ کون گذرے ہین - تعلیم کا مقصد عورت کو لغت بناو نیا نہین ہے - اسکی تعلیم ایسی ہونی چاہیے جو فرایض خانہ داری کی انجام دہی مین اُس کی مدد کرے اُسکے فطری جذبات

کو ترقی دے سکی قوت احساس اور ملکۂ تمیز کو بڑھائے اور اُسے اس قابل بنا سکے کہ وہ بیرونی دنیا کی افکار کو گھر کے اندر قدم نہ رکھنے دے اور گھر کو امن و اطمینان سے پُر کرکے نمونۂ جنت بنا دے۔ ایک شاعر بھی کہتا ہے ؎

ہان مگر اتنا پڑھانا چاہیے اُن کو ضرور ٭ مرد کی غمخوار ہون بچونکی رہبر بیبیان

اب تمھین غور کرو کہ تم مین یہ اوصاف موجود ہین یا نہین

تعلیم۔ تو پھر مرد مجھ سے نفرت کیون نہین کرتے۔

عقیلہ۔ ممکن ہے کہ تم سے اُن کو کسی فائدے کی امید ہو مگر یہ ضروری نہین ہے کہ جو چیز مردون کے لیے مفید ہو وہ عورتون کے لیے بھی مفید ہو۔ رسکن صاحب کا قول ہے کہ مرد و عورت کا مقابلہ حماقت ہے۔ وہ دونون کسی اعتبار سے یکسان نہین ہین۔

تعلیم۔ آپ تو میری مخالفت پر کمربستہ ہین۔ لہذا اب مین رخصت ہوتی ہون۔

عقیلہ۔ میرا منشا مخالفت تو تھا نہین۔ مین نے تم کو تمھاری ناقدری کی وجہین بتا دین ہان تم نے مشنری عیسائی عورتون کو اپنا معین کہا تھا یہ بھی تمھاری غلطی ہے ان کا مقصد یہ نہین ہے کہ وہ تمھاری خوبیون کا اظہار کرکے عورتون کو تمھاری طرف راغب کرین بلکہ اُن کی غرض اصلی اپنے مذہب کی اشاعت ہے پھر تمھین کہو کہ دوسرے مذہب کی عورتین انکا آنا کیونکر پسند کر سکتی ہین۔

تعلیم۔ خیر اُن کی صحبت تو یون بُری ٹھیری اب بتلایئے کہ مدرسون مین پڑھنا تو معیوب نہین ہے پھر آپ لوگ اپنی لڑکیون کو مدرسہ مین کیون نہین بھیجتے۔

عقیلہ۔ تمھارے اس سوال کے جواب مین مین حضرت اکبر کے چند اشعار پڑھے دیتی ہون ؎

جو ڈگری لیکے اسکولون سے ہندی لڑکیان نکلین ۔۔۔ کہون کیا کیا نیو فیشن مین رشک لیڈیان نکلین
مہذب ہوگئین جسدم وہ تہذیب جدیدہ سے ۔۔۔ تو کرتی اپنی مان بہنون پہ نکتہ چینیان نکلین
بزرگون شوہرون کا کچھ لحاظ اُن کو نہ پردے کا ۔۔۔ دماغون مین وہ اپنے بھر کے یہ آزادیان نکلین
نہ مذہب سے غرض مطلب نہ کچھ ارکان مذہب سے ۔۔۔ مگر تقلید یورپ کے لیے سب نغمہ خوان نکلین

تعلیم اب دل ہی دل مین اپنے شکوون سے پشیمان تھی۔ جب کوئی جواب نہ بن پڑا تو عقیلہ کی گفتگو پر غور کرنے کا وعدہ کرکے رخصت ہوگئی اور عقیلہ سیپارے کو پڑھنے مین مشغول ہوگئی

امجدی بیگم

پریسیڈنٹ ولسن

اے پریسیڈنٹ ولسن اے غیرتِ ہمّت — جوشِ ہمدردی ترا کیا کیا ہوا اسمِ افکار
دردِ دل کا اب جو باعث ہو نہ اتنا افشا — تیرے مُنہ کو تک رہی ہے چشمِ شوقِ روزگار

تا فزوں کچھ اور تیرا جذبۂ احساس ہو
جلد تجھکو حسبِ قول یکسر عمل کا پاس ہو

تیری باتیں کہہ رہی ہیں تیرے لب پر روح ہو — تو کمالِ شیوۂ انسانیت میں فرد ہے
بلکہ تو میدانِ حریت کا یکتا مرد ہے — اپنے دُھن میں کب تجھے پروائے گرم و سرد ہے

ہاں خدا کے سامنے تو کیا بساط انسان کی
کہہ رہا ہے تو وہی جو بات ہے ایمان کی

کیوں نہ تیری ہوئی اس سرزمین میں پرورش — جسکے ذرہ ذرہ میں خورشیدِ حق کی ہے تپش
اور جو پاسِ حق سے دل کی ہے سوا الفت کشش — سب اسی ہنر سے متاثر تری ہر ہر روش

فطرتاً ہے اِک اصولِ خیر کا دلدادہ تو
جس سے اب بہرِ فلاحِ دہر ہے آمادہ تو

ذہنِ حق پر کچھ گُمان ہوتا تھا جب انخساف کا — اور نظر آتا تھا یاس افزا سماں اطراف کا
جوش زن یکدم ہوا تب دل میں خونِ اسلاف کا — خلق نے دیکھا وہیں جلوہ تیرے اوصاف کا

نقشۂ غضب و ستم کی کیسی بربادی ہوئی
پھر اُمیدِ زینتِ انصاف و آزادی ہوئی

لیکے قوموں کے لیے آیا ہے عزت کا پیام — ہو رہا ہے پس ترا ملکوں میں بجا احترام

ہے دلون مین جب شہنشاہوں کے بھی تیرا تعام — نام تیرا کیون نہ ہو وردِ زبانِ خاص و عام

نام وہ جس سے خصائل ایسے کچھ وابستہ ہین

جو سکون زا بادۂ بہرِ قلوبِ خستہ ہین

تیری ساری گفتگو ہے ایسی اک تمہیدِ صلح — جس سے ہو قومون مین قایم رشتۂ جاویدِ صلح

یون جو ہے اسوقت تو خود دربۓ تجدیدِ صلح — ہے عیان عالم مین اب رنگِ رخِ اُمیدِ صلح

کاش ہو اِس رنگ خوش مین وہ نمودِ آشتی

دیکھکر ہو ہر بشر محوِ وجودِ آشتی

کاش تیرے واسطے ہو رحمتِ حق کا نزول — ساری دُنیا کو پسند آئین ترے سچے اصول

دخل ہو بیگر کی قومون کو نہ ہو تا ب قبول — ہو فراغِ قدرتی سے شاد ہر طبعِ ملول

مادیت کی نہ یون روحانیت پابند ہو

صرف حدِ فرض تک امداد حاجتمند ہو

کر رہی ہین اب تمنائین دلون کو بیقرار — ہو رہا ہے شوق سے تیرے عمل کا انتظار

دوستانہ گو ہے دُنیا کے لیے تیرا شعار — ہے ہمارے واسطے اک خاص وجہِ افتخار

یعنے تو برطانیہ کی سلطنت کا ہے مُعین

سحر اپنا ہند بھی جس سے جدا اصلا نہین

اقبال ورما سحر

شامِ انتظار

پھیکی پڑتی جا رہی ہے ہر شعاعِ آفتاب
دل ڈبوئے دیتا ہے وقتِ طلوعِ آفتاب

گھٹ رہا ہے رفتہ رفتہ حلقۂ حدِ نگاہ
بڑھ رہی ہے لیلیٔ ظلمات کی زلفِ سیاہ

چھا رہا ہے ایک سناٹا فضائے دہر میں
بند ہیں راہیں کوئی آئے کہاں سے دہر میں

لگ گئی ہیں کشتیاں آ کے ساحل کے قریب
دن کے چلنے والے جا پہنچے ہیں منزل کے قریب

طائرانِ نغمہ زا کی خوش بیانی بند ہے
وقت دونوں مل گئے دریا کا پانی بند ہے

گر رہا ہے پردۂ ظلمت بساطِ خاک پر
کھلتے جاتے ہیں ستارے صفحۂ افلاک پر

عابدانِ پاک پر اسرارِ قدرت کھل گئے
اٹھ گئے دستِ دعا بابِ اجابت کھل گئے

چاندنی پھیلی ہوا سے سرو کے جھونکے چلے
جا بجا ہر سو چراغِ محفلِ عشرت جلے

اہلِ دل آ کر ادھر سیرِ چراغاں دیکھنا
فصلِ گل آئی ذرا رنگِ گلستاں دیکھنا

پھر ہوا آئی چمن میں پھول برساتی ہوئی
بوئے گل نکلی پریشاں ہو کے اٹھلاتی ہوئی

ہنس دیئے پھول اور کلیاں لب ہلا کر رہ گئیں
اوس سے نرگس کی آنکھیں ڈبڈبا کر رہ گئیں

چاندنی چھٹکی ہوئی ہر سمت فرشِ خاک پر
اک نیا عالم ہے زخمِ سینۂ صد چاک پر

یک بیک چاروں طرف کیسا اندھیرا چھا گیا
صبر اے دل صبر! وقتِ آزمائش آ گیا

دل کے دل بادل کے ہر جانب سے گھر کر آ گئے
کاٹنے والے شبِ غم کے بہت گھبرا گئے

برق یوں چمکی ہوا میں اس طرح چلنے لگیں
بتیاں زخمِ جگر کی خود بخود جلنے لگیں

اب تو کاٹے کھاتی ہے اللہ رے شامِ انتظار
سچ یہ کہتے ہیں برا ہوتا ہے نامِ انتظار

اک گنہگارِ وفا عالم سے منہ موڑے ہوئے
دنیوی پابندیوں کی بیڑیاں توڑے ہوئے

آہ ایک اجڑے کھنڈر میں ایک محوِ یادِ دوست
سر بزانو- دم بخود ہے کشتۂ بیدادِ دوست

وہ سماں سنسان جنگل کا وہ قصرِ پائمال
وہ اندھیری رات اور تنہا وہ سرمستِ خیال

سہانہ بان وہ انتظار میں دل میں کیا تھے ہوئے
بیغرض دُنیا سے اپنے آنکھ بھولے ہوئے
لب پہ مہرِ خاموشی محو تصور - آنکھ بند
یہ عیان چین جبین سے ہو کہ کوئی دردمند
دل ہی دل میں اُس حسین کی یاد میں بیتاب ہے
سیج پر پھولون کے جو - اسوقت محو خواب ہے
اُف جنون شوق جس جانب رُخِ زیبا کیا
ٹکٹکی باندھے ہوے گھنٹون اُدھر دیکھا کیا
پھر خیال آیا کوئی اور درد دلمین بھر گیا
جزر و مد شوق مین اک جوش پیدا کر گیا
کچھ بہے آنکھون سے آنسو دل مین اتنا سوچکر
رات ہونے آئی اور ابتک نہ آیا نامہ بر
دل مین شعلہ سا اُٹھا اور ایک آہِ سرد کی
یاد کی اِک بار پھر دل سے کسی بے درد کی
دست و پا بیکس ہوے وقت آگیا بیمار کا
ڈھل گیا منکا تو تکیہ کر لیا دیوار کا

چپ رہو کیفی بیان درد اب اچھا نہین
اُسکا کیا کہنا جو آنکھون سے کبھی دیکھا نہین

مہابیر پرشاد سریواستو کیفی لکھنوی

مریضہ

کہتے ہین بیمار مجکو میرے سارے چارہ گر
کچھ حقیقت حال کی لیکن نہین اُن کو خبر
ڈاکٹر کو فیس سے مطلب مرض سے کام کیا
مجکو ہے حیرت کہ ہے میرے مرض کا نام کیا
نیک نیت ہین احبا اُن کا کیا شکوہ کرون
کیا کہون حالِ دل اظہار تمنا کیا کرون
ہی لاحاصل ہے بیمار محبت کا علاج
اسطرح کرتا ہے کوئی درد الفت کا علاج
کاش ہون اس مرض سے واقف مرے تیماردار
میرے درد دل کا درمان ہے فقط دید ار یار

رَوان

نصیب ما ز جہان شد بقدرِ ہمتِ ما

صورت آرائے ازل دانی فرانسہ را چہ داد
طبع رنگین و دلِ شاد و شرابِ ناب داد

ملک و تدبیر و تجارت را بانگلستان سپرد
جرمنی را سر گران داد و دلِ بیتاب داد

روس را شیرازۂ جمعیتش از ہم گسیخت
نمسہ و بلغاریہ را لرزۂ سیماب داد

اٹلی و یونان را در مہدِ نازِ اتحاد
شانۂ جاپان بزلفِ چین بہسر تاب داد

کردہ پُر ہسپانیہ را جامِ مے از پرتگال
مزرعۂ ہالند را از چشمِ قیصر آب داد

ناروے را قوتِ جانش در دلِ ماہی نہاد
زہر بر سوید را ہم قاقم و سنجاب داد

تا برانگیزد صدائے حریت از سازِ دہر
صدرِ جمہوریۂ امریکہ را مضراب داد

تاجداران را گدا کرد و گدا را تاجدار
اوج و پستیِ جہان را گردشِ دولاب داد

پیشِ ہر یک بہرہ از خوانِ الوانش نہاد
ہند را بہرِ تماشہ چشمِ دو تر آب داد

بھولا ناتھ
لفٹنٹ کرنل آئی۔ایم۔ایس

رفتار زمانہ

اگر دسمبر کا مہینہ کانگریس اور دیگر ملکی و تمدنی کانفرنسون کا مہینہ تھا تو جنوری علمی کانفرنسون
اور تعلیمی جلسون کے لیے مشہور رہے گا - اِس ماہ کے ابتدائی حصہ مین بمبئی مین ایک نمک کانفرنس
ریاضی کانفرنس اور سائنس کانگریس کے مہتم بالشان جلسے ہوئے - بنگلور مین فنون لطیفہ
کی نمایش ہوئی - ۱۷ جنوری کو ہندو یونیورسٹی بنارس کا پہلا اجلاس کانووکیشن مہاراجہ صاحب
میسور چانسلر یونیورسٹی کے زیر صدارت منعقد ہوا - اور ۲۵ تاریخ کو الہ آباد یونیورسٹی کے
تقسیم اسناد کا جلسہ ہوا - ۲۸ جنوری کو لکھنؤ مین جنگی نمایش ہوئی -

ملکی کانفرنسون کا سلسلہ اس ماہ بھی باقی رہا چنانچہ ملک کے چھاؤنیون کی کانفرنس پہلی مرتبہ
انبالہ مین منعقد ہوئی اور دہلی مین حضور والیسرائے نے رؤسا ملک کی کانفرنس منعقد فرمائی -

"زمانہ" مین ہم ان اہم تحریکات مین سے صرف بعض کا مختصر ذکر کر سکتے ہین - گو ریاضی کے ترقی
کے لیے ایک علمی سوسائٹی عرصہ دس سال سے مدراس مین کام کر رہی ہے لیکن ریاضی کانفرنس
کا یہ دوسرا اجلاس تھا جو ۱۱ - ۱۲ اور ۱۳ جنوری کو دہلی مین زیر صدارت پرنسپل وکنس منعقد ہوا -
اگر اس علمی کانفرنس کا ملک مین ابتک عام طور پر شہرہ نہین ہوا ہے تو اسکی وجہ یہی ہے کہ
ایسے دقیق اور علمی مباحث سے صرف معدودے چند علما و فضلا کو دلچسپی ہو سکتی ہے اسلیے
جو عالمانہ مضامین اس کانفرنس مین پڑھے گئے انکی قدر و قیمت بھی صرف ملک کے علما ہی
جان سکتے ہین البتہ ان بلند پایہ مباحث سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ علمی ترقی کے میدان
مین بھی ہمارے اہل ملک دوسرون سے پیچھے نہین ہین - اعلیٰ ریاضی کو جانے دیجیے جس کا
تعلق صرف علمائے سے ہے لیکن معمولی ریاضی تو ابتدائی تعلیم مین شامل ہے - اسلیے عوام بھی
اس علم کے ترقی سے لا پرواہ نہین ہو سکتے - انگلستان کے میتھمیٹکل سوسائٹی نے ابتدائی مدارس
مین ریاضی کی تعلیم مین غیر معمولی سہولتین پیدا کر دی ہین اور کوئی وجہ نہین ہے کہ ہندوستان
مین بھی اسکی تقلید نہ کیجائے - اس مسئلہ کے جانب [illegible] کانفرنس نے اپنے صدارتی

خصوصاً رہنمایان ملک کی توجہ بھی مبذول کی ہے۔ تعلیمی مسائل سے دلچسپی لینے والے اصحاب کو اس ایڈریس کو غور سے پڑھنا چاہیئے۔

سائنس کانگریس کے اجلاس پانچ سال گذشتہ سے سرکار کی زیر سرپرستی ہو رہے ہیں اس سال اسکا چھٹواں اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔ اس مین علم طب بھی شامل کرلیا گیا ہے جس سے اس کانفرنس کی اہمیت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی ہے۔

۱۳ جنوری کو حضور گورنر بمبئی نے ایک افتتاحی ایڈریس مین ممبران کانگریس کا خیر مقدم کیا اور فرمایا کہ سائنس کی تحقیقات و ترقی مین عملی دلچسپی لینے والون کا فرض ہے کہ ملک کی خام پیداوار سے فائدہ اُٹھانے کے طریقے دریافت کرین اور عوام کے تعصبات و توہمات کو زائل کرکے انکو علم و عقل کی ترقی کا راستہ بتائین۔ اس کانفرنس کے صدر نامور ماہر سائنس سر راجرس تھے جنھون نے مرض ہیضہ کے متعلق جو تحقیقات حال مین ہوئی اُسکو مفصل بیان فرمایا اور کہا کہ امراض کے تحقیق و تفتیش کے لئے بلند پہاڑون یا دیگر دور دراز مقامون مین تحقیقاتی لیبوریٹریان کھولنے سے کوئی فائدہ نہین ہے۔ انکو ملک کے بڑے بڑے ہسپتالون کے ساتھ قایم کرنا چاہئے۔ دوسرے روز پوسا کے مسٹر ہچنس نے کھاد کے متعلق ایک پُر معلومات مضمون پڑھا جس مین آپ نے ثابت کیا کہ ہندوستان کی مزروعہ زمین کی پیداوار مین سائنس کے مدد سے بالکل غیر معمولی اضافہ ہو سکتا ہے چنانچہ آپ نے ایک قسم کے کھلی کا ذکر کیا جسمین نائٹروجن بکثرت ہوتا ہے جو کھاد کا کام دے سکتی ہے اور برقی طاقت سے بنائی جاتی ہے۔ اسکے بدولت ہندوستان بہت زرخیز ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ڈاکٹر داس نے قلعی کرنے کی ایک نئی تدبیر بیان کی۔ آپ نے معمولی چونے کا ایک ایسا مرکب بنایا ہے جو گوند کا بخوبی کام دیسکتا ہے۔ طبی صیغہ مین لفٹننٹ کرنل لسٹن نے ایک نہایت عالمانہ ایڈریس اس مضمون پر دیا کہ کتنے سخت و سنگین امراض محض کیڑے مکوڑون سے بدولت پیدا ہوتے ہین۔ اور کس طرح انسان ان سے عقل و تدبیر سے بالکل محفوظ رہ سکتا ہے۔ اسی سلسلے مین ایک مضمون چوہون کے متعلق بھی پڑھا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس چھوٹے سے جانور سے کسقدر ملک کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ پروفیسر کنڈھارٹ کا بیان ہے کہ گذشتہ

بیس سال کے اندر چوہون سے کم از کم ملک کو بارہ ارب ساڑھے بیالیس کروڑ روپیہ کا مالی نقصان ہو چکا ہے جسمین قریب چھ ارب مالیت کا تو غلہ ہی ضائع ہو چکا ہے۔ اس صیغہ مین کل چھ مضامین پڑھے گئے جنکا تعلق دراصل ہمارے روزمرّہ کی ضروریات سے ہے۔ زراعت اور علم نباتات کے متعلق صیغہ مین اٹھارہ مضامین پڑھے گئے جنمین ایک آبپاشی کے ذرائع کی توسیع و ترقی تھا۔ دوسرا گھی اور دودھ کے کارخانون کے بارے مین تھا۔ چاول۔ نیشکر کی کاشت اور آلو کے امراض وغیرہ کے متعلق بھی قابل قدر مضامین سنائے گئے۔

شعبہ فزکس کے صدر ڈاکٹر ملک پروفیسر پریسیڈنسی کالج کلکتہ تھے۔ اس ذیل مین گیارہ مضامین جو زیادہ تر برقی قوت پر تھے پڑھے گئے۔ انمین سے اکثر کی تشریح طلسمی لالٹین کے تصویرون کے ذریعہ کی گئی۔ ایک ماہر فن نے ہندوستان کی آب و ہوا میں حسب مرضی تبدیلیان پیدا کرنے کے عملی تجربے دکھلائے۔ مسٹر ٹیلر نے نائٹرک ایسڈ کے صاف کرنے کے طریقے بتائے۔ اور ڈاکٹر سدھیر اور مسٹر دھار نے گلیسرین تیار کرنے کی سہل تدبیرین بیان کین۔ ان سب مسائل کے حل سے ملک کے بہبود صنعتی ترقی کا ایک وسیع میدان کھلتا ہے۔ اسی طرح علمی تحقیقات کے دیگر شعبون مین بھی بعض نہایت قابل قدر مضامین پڑھے گئے۔ ان سے ملک کو بہت کچھ نفع ہو سکتا ہے۔ غرض اس کانگریس سے بھی یہ بات بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ ہندوستان کے ماہران سائنس ملک کی ضروریات سے بے خبر نہین ہین اور اہل ملک اور گورنمنٹ دونون متحد و متفق ہو کر جدید تحقیقاتون سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرین تو ہم بہت سے مصائب سے بچ جائین۔ اور ہماری مالی حالت بھی بہت کچھ درست ہو جائے سائنس ہی کی مدد سے امریکہ۔ جرمن۔ اور جاپان نے اتنی ترقی کی ہے سائنس ہی کی مدد سے ہم بھی اپنے ضروریات کے لئے دوسرون کے دست نگر نہین رہ سکتے۔ ہمارے ملکی ذرائع اسقدر وسیع ہین کہ صرف ہم ہی نہین بلکہ سلطنت برطانیہ بھی ان سے بیجا نفع اٹھا سکتی ہے۔ صرف باقاعدہ کوشش کرنے اور ہمت و استقلال سے اس طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے۔

ہز ہائینس مہاراجہ صاحب گوالیار

پرو چانسلر ہندو یونیورسٹی بنارس

۱۲ جنوری کو فنون لطیفہ کی نمائش کا جلسہ بنگلور مین ہوا اسکا افتتاح مشہور محب ہند و شاعر جادو بیان سر رابندر ناتھ ٹیگور کے دست مبارک سے ہوا اس موقعہ پر ریاست میسور کے دیوان بہادر مسٹر چکر ورتی نے ایک اہم تقریر فرمائی جس مین اُنھون نے بتلایا کہ ہندوستان مین فنون لطیفہ کی روایات ایسی قدیم ہین جیسے کہ وید مقدس اور ہندوستانی تہذیب کی طرح ہندوستانی فنون بھی ہمیشہ سے روحانیت سے مالامال رہے ہین ہان گذشتہ چند صدیون سے فنون لطیفہ کے تمام اصناف زوال پذیر ہین اور اس زوال کی وجہ بھی وہی روحانیت کی کمی ہے جس سے ہماری تہذیب معرّا ہوتی جاتی ہے۔ لیکن اب ضرورت وقت یہ ہے کہ کسی زبردست روحانیت مجسم رہنما کے زیر ہدایت ہندوستان کے تمام فنون (جسمین شاعری۔ موسیقی۔ مصوری۔ سینگ تراشی۔ فن تعمیر۔ وغیرہ سب ہی شامل ہین) اپنے گذشتہ عظمت کو از سر نو حاصل کر کے مزید ترقی دکھلائین جو امتداد زمانہ اور بنی نوع انسان کی ارتقای کمال کے روسے انکا واجبی حق ہے۔ اسکے لیئے ضروری ہے کہ اپنی اعلیٰ روحانیت کو قائم رکھتے ہوئے ہندوستان کے فنون اقوام عالم کے فنون کی بہترین خصوصیات کو بھی اپنے اندر جذب کرلین اور ہماری قومی ہستی کا یہی مدعا ہونا چاہیئے کہ تمام دنیا کے سامنے ہمارے فنون لطیفہ ہندوستان کی دماغی اور روحانی ترقی کا بہترین نمونہ پیش کرسکین۔

سر رابندر ناتھ ٹیگور نے بھی ایک موزوں اور موثر تقریر کی جسکے اختتام پر آپ نے بجا ارشاد فرمایا کہ ہندوستان کی عظمت کا دارمدار نہ محض تجارتی ترقی پر ہے نہ صرف قومیت کے نشو و نما پر اور نہ حق انتخاب حکومت کے حصول پر بلکہ دراصل اسکا دارمدار اسکے عالمگیر روحانیت پر ہے جو کسی جزو کے بجائے کل پر حاوی ہے۔

بنارس کی ہندو یونیورسٹی ہندوستان کی پہلی غیر سرکاری یونیورسٹی ہے جو موجودہ ملکی ضروریات کو مد نظر رکھکر قائم کی گئی ہے۔ اِسال، ۱۹ جنوری کو اسکا پہلا جلسہ تقسیم اسناد ہوا۔ حضور مہاراجہ صاحب میسور جو اس دارالعلوم کے چانسلر ہین کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھے۔ مہاراجہ صاحب گوالیار جو پرو چانسلر ہین تشریف نہین لاسکے لیکن سر شیو سوامی آئیر وائس چانسلر موجود تھے اور ان دونون اصحاب نے اس مبارک تقریب مین جو تقریرین ارشاد فرمائین

وہ ہر آئینہ قابل داد اور قابل غور ہین۔

اس کانووکیشن مین اڑتیس گریجوئیٹون کو علمی ڈگریان دی گئین اور خوشی کی بات ہو کہ انمین ایک لیڈی گریجویٹ مس برج کماری بھی تھین۔

ہز ہائنس مہاراجہ صاحب میسور نے اپنی افتتاحی خطبہ مین ہندو یونیورسٹی کی ابتدائی تاریخ بیان کرنے کے بعد اس بات پر بہت زور دیا کہ ملک کی ترقی کے لیئے اعلیٰ تعلیم کے اشاعت کی اشد ضرورت ہی۔ آپ نے جلد ہی زراعت وصنعت وحرفت کے متعلق ضروری تعلیم دینے کے خاص انتظامات مکمل کرنے کی تاکید فرمائی اور ہم یہ سنکر خوش ہین کہ ہندو یونیورسٹی مین ان دونون شعبون کا عنقریب اضافہ ہونیوالا ہے اور اسکے لئے چند فیاضانہ عطیے بھی وصول ہوچکے ہین

مہاراجہ صاحب موصوف نے تعلیم کو محض سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا ذریعہ سمجھنے والون کی بجا طور پر مذمت کی اور فرمایا کہ مروجہ طریقہ تعلیم کا جو غلط اصولون پر دی جارہی ہے یہ ایک خراب نتیجہ ہے آپ نے فرمایا کہ ہند مین اعلیٰ تعلیم کا بندوبست ملک کے صنعتی نشوونما کے خیال کو مدنظر رکھکر کرنا چاہیئے اور جب تک ایسا نہو گا ہم لوگ محنت ومزدوری کی اصلی وقعت وعظمت سے واقف نہونگے ہمکو اس راے سے پورا اتفاق ہے لیکن موجودہ طریقہ تعلیم کی جو ہجو مہاراجہ صاحب موصوف نے فرمائی ہے اس سے ہمکو قطعی اختلاف ہی۔ مہاراجہ صاحب موجودہ یونیورسٹی تعلیم کو تعلیم ہی نہین سمجھتے بلکہ اسکو تعلیم کا منفی قرار دیتے ہین۔ یہ الزام سراسر بیجا ہے بیشک موجودہ طریقہ تعلیم مین توسیع وترقی کی بہت بڑی گنجایش ہے لیکن جو تعلیم کہ ہندوستان کی موجودہ یونیورسٹیون کے ذریعہ اہل ملک کو ملی ہے اس سے ملک کو سراسر نفع ہی پہونچا ہے ملک مین تھوڑی بہت جو کچھ پبلک لائف اسوقت موجود ہے۔ وہ اسی "مذموم ومعتوب تعلیم" کی طفیل سے ہے۔ آخر ہندو یونیورسٹی مین بھی الہ آباد یونیورسٹی کے قواعد وضوابط ہی کا تتبع کیا گیا ہی بلکہ ابھی تک دونون یونیورسٹیون کے کورس اور امتحانات بھی ایک ہی ہین۔ ایسی صورت مین مہاراجہ صاحب میسور کے زبان سے مروجہ اعلیٰ تعلیم کی ایسی بے سروپا مذمت زیب نہین دیتی ہم سے پوچھیئے تو ہم یہی کہینگے کہ ہندوستان مین سب سے زیادہ نقصان نہ تعلیم کی زیادتی سے پہونچا ہے اور نہ اسکے طریقہ کی خرابی سے بلکہ درحقیقت یہان ابتک تعلیم اور تعلیمی وسائل کی کمی اور

بہت کمی رہی ہے - سرکاری آسامیون کے لئے اگر زیادہ تعداد مین درخواستین وصول ہوتی ہین تو یہ کوئی دلیل تعلیم کے کثرت کی نہین ہے - بلکہ اکثر لوگون کا اعلیٰ ملازمتون سے محروم رہنا بھی کوئی قومی مصیبت نہین ہے بلکہ اس وجہ سے تعلیم یافتہ اصحاب دوسرے کامون کے جانب رجوع اور متوجہ ہوتے ہین اور انکے متوجہ ہونے سے ملک کے اکثر کام لیاقت اور عمدگی سے انجام پا سکتے ہین -

ہز ہائینس نے اِس موقعہ پر فرقہ وار دارالعلوم کے خطرات سے بھی قوم کو نہایت مناسب طریقہ پر آگاہ کیا ہے - اکثر مختص تحریکین دل و دماغ کو تنگدلی اور کوتاہ اندیشی کے جانب رجوع کرتی ہین - اسلیئے یہ تنبیہہ بہت ہی مناسب موقعہ اور حسب حال تھی - مہاراجہ صاحب نے گریجوئیٹون سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ وسیع الخیالی اور بلند نظری کی عادت ڈالنا چاہیئے تاکہ قوم کا نقطۂ نگاہ وسیع اور عزم بلند ہو آپ نے فرمایا کہ

"کوئی قوم دوسری قومون سے تجارتی تعلقات قائم کرنے سے زوال پذیر نہین ہوتی اور نہ کسی ملک کی تہذیب دوسرے ممالک کی طرز معاشرت سے ربط پیدا کرنے سے برباد ہوتی ہے اور نہ اُن اُصول زندگی خیالات اور طرز عمل کے فہمیدہ تتبع سے کوئی نقصان پہونچتا ہے جو ممالک غیر اور دیگر اقوام عالم کے لئے مفید ثابت ہوچکے ہین مجھے بھروسہ ہے کہ بنارس یونیورسٹی زمانہ قدیم اور زمانہ حال دونون کے تجربات اور تمام دنیا کے مفید تحریکات سے فائدہ اُٹھا کر دنیا کا موجودہ معراج ترقی حاصل کریگی - اسکے طلبا جسمانی تندرستی اور دماغی ترقی دونون مین کمال حاصل کرکے ہندوستان کی قسمت کے بنانے والے ثابت ہونگے اور ان کی ذات سے ایک جدید اور متحدہ ہندوستان کی بنیاد قایم ہوسکیگی -

سر شیوسوامی ائر کا ایڈریس بھی نہایت عالمانہ تھا - آپ نے ہندو یونیورسٹی کی آیندہ توسیع و ترقی کا پروگرام بیان فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو یونیورسٹی عنقریب ہی میکنیکل اور برقی انجنیری کے کالج اور زراعتی اور تجارتی تعلیم کے مدرسے قائم کرنے والی ہے - میکنیکل انجنیری کی تعلیم پر دس لاکھ روپیہ کے ابتدائی صرفہ کا اندازہ کیا گیا ہے اور بیس ہزار

سالانہ خرچ ہوگا - اس کالج کی عمارت بھی تعمیر ہو چکی ہے - زراعتی کالج کی اسکیم زیر غور ہے - اور اسپر بھی پہلے دس لاکھ یکمشت صرف ہونگے اور بعدہ ایک لاکھ سالانہ خرچ ہوا کریگا - اسکے لئے جناب مہاراجہ صاحب بنارس نے بارہ سو ایکڑ زمین بھی عطا فرمائی ہے - اسکے علاوہ ایک طبی کالج بھی کھولا جائیگا جسمین آیورویدک طریقہ علاج کو ضروریات زمانہ کے مطابق ترقی دیجائیگی اسکے لئے حال ہی مین ایک فیاض مارواڑی نے ایک لاکھ روپیہ عطا فرمایا ہے مگر ہندو یونیورسٹی کا پروگرام اس سے زیادہ وسیع ہے اور سر شیوسوامی نے فرمایا کہ فن موسیقی - فن تعمیر وغیرہ کے بھی کالج کھلنے والے ہین اور ان کے سوا اکثر شعبون مین علمی تحقیقاتون کا کام وسیع پیمانہ پر جاری ہونیوالا ہے - اسکے لئے مفصل اسکیم تیار کرنے کے واسطے ایک کمیٹی قایم کردی گئی ہے - اسکے ساتھ ہی ہندی زبان مین تعلیم دینے کی کوشش بھی جاری ہے -

سر شیوسوامی نے طریقہ تعلیم کے اصلاح کا بھی ذکر فرمایا اور امتحانات کے طریقہ مین ترمیم کی اشد ضرورت بیان کی - آپ نے فرمایا کہ طالب علم کی روزمرہ کوشش اور استعداد کا لحاظ کرکے ڈگری ملنا چاہیئے - اور یونیورسٹیون مین فوجی تعلیم کا بھی انتظام ہونا چاہیئے - آخر مین آپ نے بنارس کی گذشتہ علمی فضیلت اور عظمت کا بیان کیا اور فرمایا کہ ہمیشہ سے یہ شہر علم کا گہوارہ رہا ہے جہان بڑے بڑے عالم و فاضل پیدا ہوتے رہے ہین - آپ نے گریجویٹ صاحبان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ ایسی زندگی بسر کرین جسپر یونیورسٹی آپ کے ذات بابرکات پر فخر کرسکے -

اس موقعہ پر آنریبل پنڈت مدن موہن صاحب مالویہ کا انتخاب بحیثیت پرو وایس چانسلر ہندو یونیورسٹی ہوا - پنڈت صاحب اس یونیورسٹی کے بانی مبانی ہین - لیکن ابتک اسکے اعلیٰ عہدے سے قبول کرنے سے گریز کرتے رہے ہین اس مرتبہ آپ کو مجبوراً یہ عہدہ منظور کرنا پڑا - ہم اس کو ایک فال نیک سمجھتے ہین -

الہ آباد یونیورسٹی کا دیکشن

اسکے ایک ہفتہ بعد ۲۵ جنوری کو الہ آباد یونیورسٹی یونیورسٹی کا بھی سالانہ کانوکیشن ہوا - یہ پہلا جلسہ تھا جو ہمارے ہر دلعزیز لفٹنٹ گورنر سر بارکوٹ بٹلر کے زیر صدارت ہوا - جس تاریخ سے ہز آنر صوبہ کے مسند حکومت پر جلوہ افروز ہوئے ہین آپ نے تعلیم کے توسیع و ترقی کا تہیہ کرلیا ہے - آیندہ پانچ سال کے اندر ابتدائی مدارس کی تعداد دوچند کرنے کے متعلق احکام جاری

کرنے کے بعد آپ یونیورسٹی تعلیم کے تکمیل و توسیع کے طرف متوجہ ہو رہے ہین۔ چنانچہ آپ نے اپنے تقریر مین اسکا اشارہ فرمایا ہے۔ آپ اپنے عہد حکومت مین صوبہ مین کم سے کم دو جدید یونیورسٹیان قائم کرنا چاہتے ہین۔ ایک لکھنؤ اور دوسری آگرہ مین۔ آپ نے مسلمانون سے علیگڈھ یونیورسٹی کو بھی جلد قائم کرنے کی صلاح دی ہے۔ اور آیندہ الہ آباد یونیورسٹی کے تعلیمی وسائل مین ترقی دینے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ صوبہ مین زراعتی اور صنعتی ترقی کے لیئے ایک وسیع میدان ہے اور آپ جلد ہی کانپور مین ایک صنعتی کالج قائم کرنے کا اہتمام کرنے والے ہین جسکی تجویز سر انٹیونی (اب لارڈ) میکڈانل فرما گئے تھے۔ لیکن جو ابھی تک گورنمنٹ کے بے توجہی سے معرض التوا مین پڑا ہے۔ آپ نے علمی تحقیقات کی طرف طلبا کو متوجہ کرنے کی ضرورت بیان کی اور اس سلسلہ مین جغرافیہ کی اعلیٰ تعلیم پر بہت زور دیا اور اسکے عملی فوائد بیان فرمائے۔ یہی نہین آپ نے جلد ہی ایک عالم جغرافیہ کو یونیورسٹی مین لانے کا عندیہ بھی ظاہر فرمایا۔

یونیورسٹی تعلیم کے مروجہ طریقہ سے ہز آنر نے بے اطمینانی ظاہر کی۔ بیشک تعلیم ہمکو علمی ترقی کے ذرایع بتلانے سے قاصر رہی ہے۔ درحقیقت تعلیم سے صرف دماغ ہی منور نہ ہونا چاہیئے بلکہ ملک کی دولت ہی مین بھی اضافہ ہونا ضروری ہے۔ بہرحال اب جبکہ جنگ نے ہ...[illegible] خود رائی اور مطلق العنانی کی اسپرٹ کو پامال کرنے سائنس کو انسانی ترقی کا وسیلہ قرار دینے کی ضرورت ثابت کر دی ہے۔ تو ہند کے طریقہ تعلیم مین بھی مناسب تبدیلیان کرنے مین تساہلی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ اسوقت ہماری سب سے بڑی ملکی ضرورت یہی ہے کہ ملک کے نوجوانون کو علمی تعلیم کے ساتھ ساتھ سائینس کی بھی عملی تعلیم دیجائے۔ خوشی کی بات ہے کہ ہمارے حاکم صوبہ اس ضرورت سے کماحقہ واقف ہین اور حتی المقدور اسکا پورا بندوبست کرنا چاہتے ہین۔

آخر مین ہز آنر نے گریجوئیٹون سے تین بیش بہا نصیحتین فرمائین جو فی الحقیقت سب کے لئے یکسان مفید ہین۔ آپ نے فرمایا کہ

"مین آپ سے تین باتین چاہتا ہون۔ اول یہ کہ حتی الامکان تعلیم مین قومی اختلافات

کو دخل نہ دیجئے۔ دوسرے یہ کہ مناسب تبدیلیون مین پس وپیش نہ کیجئے
اور خیالات جدید سے ہراسان نہ ہوجئے۔ تیسرے یہ کہ آیندہ ترقی کرنیکا تہیہ
کرلیجئے اور اسکے لئے بڑے بڑے اسکیم تیار کیجئے۔ اب سستی بالیست ہمتی کا وقت
باقی نہین رہا۔ دنیا از سرِ نو ترتیب دی جارہی ہے۔ اسکی تکمیل شاید ہم سب کو دیکھنا
نصیب نہ ہوگی۔ لیکن جن نوجوانون نے کہ اس سال ڈگریان پائی ہین وہ اس انقلاب
عظیم کی تکمیل بچشم خود دیکھ سکیں گے۔ آپ ہی کے کوششون پر آپ کے ملک کی
آیندہ عظمت منحصر ہے۔ اسلئے دل پُرجوش اور ہمت بلند کے ساتھ اپنے صوبہ کے
ایک ایک گوشہ مین جاکر تعلیم کی اشاعت کیجئے۔ اس سے زیادہ اور کوئی خدمت
آپ اپنے ملک و قوم کی نہین کرسکتے۔ ممکن ہے کہ اس جد و جہد مین آپ کو عرصہ تک
سختیان جھیلنا پڑین۔ لیکن یاد رکھیئے اسکا صلہ بہت عظیم الشان ہوگا۔ کیونکہ
اسی کے بدولت آپ کے کرورون بھائیون کو فارغ البالی اور تندرستی کی تمام
نعمتین میسّر ہوسکین گی جو ملک کے اخلاقی اور مالی ترقی کا لازمی نتیجہ ہوتی ہین۔

آل انڈیا کنٹونمنٹ کانفرنس

پچیسوین (۲۵) جنوری کو انبالہ مین ایک آل انڈیا کنٹونمنٹ کانفرنس ہوئی۔ ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چھاؤنیون کے باشندے اکثر سیاسی حقوق سے محروم ہین۔ ان حقوق کو حاصل کرنا اس کانفرنس کا مقصد ہے۔ اسکے متعلق اکثر رزولیوشن پاس ہوئے۔ اور اب کانفرنس کی طرف سے حضور وائسرائے اور کمانڈر انچیف کی خدمت مین جلد ہی ایک ڈیپوٹیشن بھی حاضر ہوگا۔ گو یہ معمولی جلسہ تھا لیکن اس سے ملک کے عام بیداری کا ثبوت ملتا ہے۔

ملک مین مزدورون کی ہڑتال

ہم بار بار کہہ چکے ہین کہ اسوقت سب طبقون مین ایک غیر معمولی بیداری کے آثار نمایان ہین۔ مزدور پیشہ لوگ بھی جو عموماً جاہل اور ناخواندہ ہین اور اسوقت تک بالکل بے زبان سمجھے جاتے تھے اب صدیون کے خواب غفلت سے چونک رہے ہین۔ بات یہ ہے کہ محنت و مزدوری سے پیٹ بھرنے والے جب شبانہ روز کی کڑی مشقت کے بعد بھی اپنے بال بچون کی شکم پروری سے قاصر رہتے ہین تو انکو لامحالہ اپنے مجموعی قوت کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ آخر وہ بھی انسان ہین اور صبح سے شام تک دوسرون کے لئے پسینہ بہاتے ہین۔ کب تک انکو اسکا خیال نہ آئے۔ تمام دنیا

مین اسوقت مزدورون کا اقتدار بڑھ رہا ہے - انگلستان مین انکی آرام وآسایش کے لئے کیا کیا انتظامات کئے گئے ہین بڑھاپے مین پنشنون کا انتظام ہے - بیماری اور موت کے لئے بیمے جاری کئے گئے ہین - مگر ہندوستان مین یہ گروہ ذلیل وخوار ہے - مگر اس ماہ بمبئی مین اس طبقہ کا زور اس طرح محسوس ہوا کہ لوگون کی آنکھین کھل گئین - بمبئی کے پچھتر ہزار کارخانون کے ایک لاکھ مزدورون نے موجودہ شرح مزدوری مین اضافہ کرانے کی غرض سے ہڑتال کردی - اور آخر اپنے مطالبات پورے کراکر رہے - بات یہ ہے کہ اسوقت تمام ضروریات زندگی بیحد گران ہین اور یہ سراسر خلاف انصاف ہے کہ جن لوگون کے بدولت ہم تن آسانی کی زندگی بسر کرتے ہین انکو تن کے لئے کپڑا اور پیٹ کے لئے غلہ نصیب نہ ہو - اس ہڑتال مین مزدورون سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہین ہوئی کہ جس سے انکو کسی سنجیدہ جماعت کے روبرو شرمندہ ہونا پڑتا - انھون نے مخالفت مجہول کا پورا نظارہ دکھا دیا اور لوٹ مار یا جبر وتشدد سے کوئی واسطہ نہ رکھا - ہمکو امید ہے کہ اس ہڑتال کا اخلاقی اثر تمام ملک مین محسوس ہوگا - گورنمنٹ اور عوام دونون کو اس سے متاثر ہونے کی ضرورت ہے - آخر مزدور بھی ملک کے ضروری جزو ہین اور انکو فارغ البالی کی زندگی بسر کرنے کا ویسا ہی حق حاصل ہے جیسا کہ اور سب لوگون کو - ابھی تو نہ انکی صحت جسمانی کا خیال رکھا جاتا ہے اور نہ انکی روحانی ضروریات ہی کا کوئی لحاظ ہوتا ہے - ان سے ہم صرف مویشیون کی طرح کام لینا جانتے ہین - اب انکے تعلیم و تہذیب کا پورا بندوبست ہونا چاہیئے - ہوادار اور صحت بخش مکانات بنانا چاہیئے - بیش قرار سود پر قرض لینے کی ضرورت باقی نہ رہنے پائے اور شراب خواری وغیرہ سے بھی انکو محفوظ رکھنے کی تدبیر کیجائے - ان سب باتون کی اصلاح مزدورون اور کاریگرون کی انجمن قائم کئے بغیر نہین ہوسکتی - اور تجربہ شاہد ہے کہ ان انجمنون کے بدولت ان سب باتون کا انتظام آسانی سے ہوسکتا ہے -

گورنمنٹ کو مزدوری کے مناسب اوقات بھی بذریعہ قانون مقرر کرنا ہونگے - فی الحال بارہ گھنٹہ تک مزدورون کو کام کرنا ہوتا ہے جو ملک اور قوم دونون کے لئے مضر ہے - یہ نتیجہ ان تمام مسائل کا حل ضروری اور اشد ضروری ہے اور جب تک انکا صحیح حل نہ ہوگا - اس قسم کی مشکلات آئے دن پیش آتی رہین گی -

پچھلا مہینہ تاریخ ہند مین ایک اور اہم اور عظیم واقعہ کے لئے عرصہ تک یادگار رہیگا - اِس واقعہ کا ہمارے ملکی حیثیت سے ایک زبردست تعلق ہے - تمام ہندوستان کو صاحب وزیر اعظم انگلستان کا مشکور ہونا چاہیئے کہ انھون نے ہمارے نامور ہموطن سر ستیندر پرساد سہنا کو نائب وزیر ہند کا منصب عطا فرما کر برطانوی وزارت کا ایک رُکن رکین بنادیا ہے - ابتک یہ جلیل القدر عہدہ کسی ہندوستانی کے نصیب مین نہ آیا تھا - مگر سر ایس - پی سہنا کی خوش قسمتی سمجھئے یا مسٹر لارڈ جارج کے اولوالعزمی کہیئے کہ اسکی بھی ایک نظیر قائم ہوگئی ہے اور یہی نہین بلکہ سر سہنا کو لارڈ کا معزز خطاب عطا فرما کر پارلیمنٹ کے ہاؤس آف لارڈز (دارالامرا) مین ارکین سلطنت کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے کا بھی موقعہ دیدیا گیا ہے - ہم اس اعزاز پر جسقدر فخر کرین کم ہے - خصوصًا اسلیئے کہ آیندہ یہ اعلیٰ عہدہ بھی ہندوستانیون کے دسترس مین آگیا - اور اس طرح ملکہ معظمہ کشور ہند آنجہانی کے عظیم الشان اعلان کا جو درحقیقت ہمارے ملکی حقوق کا محضر نامہ ہے ایک حرف اور پورا ہوا - لارڈ کرزن اور کئی دیگر وائسرائے بھی ہند کے گورنر جنرل مقرر ہونے سے پیشتر اس معزز عہدہ پر رہ چکے ہین - کیا عجب ہی کہ لارڈ سہنا کو بھی انھین کے قدم بقدم ترقی حاصل کرنے کا موقعہ دیا جائے ابھی تک انگریزی عہد حکومت مین ہند کے کسی صوبہ کی عنان حکومت کسی ہندوستانی کے سپرد نہین ہوئی - حالانکہ اسوقت بھی کئی اہل ملک اس اعزاز کے مستحق ہین - لارڈ سہنا کے علاوہ سر آغا خان اور سر علی امام وغیرہ کئی نام ہم آسانی سے ان عہدون کے لیئے پیش کرسکتے ہین - بہرحال لارڈ سہنا کے اعزاز سے تمام ملک کو اعزاز حاصل ہوا ہے - ہم کو اُمید ہی کہ ملک کے آئینی ترقی مین لارڈ سہنا کا یہ شخصی اعزاز سنگ راہ کا کام دیگا - جسکے مدد سے ہمارے مدارج ملکی مین بیش از بیش اضافہ ہوتا رہیگا -

اب دارالامرا مین اصلاحی اسکیم کی پیشی لارڈ سہنا کے سپرد ہوگی اور ہمارے لئے یہ بات نہایت اطمینان بخش ہے کہ لارڈ سڈنہم وغیرہ مخالفین ہند کو اپنے بیجا اعتراضات اور ناروا حملون کا جواب خود ایک ہندوستانی مدبر کے زبان سے مل سکیگا -

اِس ماہ اہل ملک کے روبرو دو اہم مسائل پیش رہے اور ان پر پبلک مین بہت کچھ بحث مباحثہ ہوا - دہلی کانگریس کے تجاویز کے متعلق قریب قریب سب اخبارات نے کچھ نہ کچھ لکھا - اِس

بحث مین مسز بیسنٹ نے ایک عجیب روش اختیار کی - ہمکو بھی کانگریس کی بعض تجاویز سے اختلاف ہے لیکن جس طریقے سے کہ فریق نرم کے بعض رہنماؤن نے کانگریس پر حملہ کیا ہے اسمین سراسر آن کی زیادتی معلوم ہوتی ہے اور مسز بیسنٹ نے تو اس مسئلہ کو بالکل ایک ذاتی معاملہ بنا لیا ہے - اول ہفتہ جنوری مین آپ نے اپنے اخبار نیو انڈیا مین جو مضامین لکھے ہین وہ آپ کے دلشکنی کا پورا ثبوت دے رہے ہین - ہم اس موقعہ پر مسز ممدوحہ سے اس سے بہتر رویہ کی امید رکھتے تھے - مگر ہمکو اس بارہ مین سخت مایوسی ہوئی - ماڈریٹ لیڈران مین جو صاحب کہ اسوقت کانگریس سے کنارہ کش ہو کر اپنی ڈھائی اینٹ کی مسجد علیحدہ کھڑی کرنا چاہتے ہین اُنکو کانگریس کا مضحکہ اُڑانے کا اس سے بہتر اور کیا موقعہ ملسکتا تھا اور ان حضرات نے اس سے خوب ہی فائدہ اُٹھایا - کانگریس کے وفاداری پر بھی اُنھون نے حملہ کرنے مین پس و پیش نہین کیا - شاید وہ خود اس بات کو بھول گئے ہین کہ اس الزام مین اب کوئی جدت باقی نہین رہی - اینگلو انڈین اخبارات شروع ہی سے کانگریس پر اس قسم کا الزام عائد کرتے رہے ہین - حضور شاہزادہ ویلز کی آمد پر اظہار مسرت کرنا اور بات ہے اور اسوقت جبکہ آپ کی تشریف آوری کا کوئی وقت تعین نہین ہوا ہے اور ملک بھی قحط کی آفت مین مبتلا ہے انکی خیر مقدم کا قبل از وقت رزولیوشن پاس کرنا دوسری بات - محض اسپر کانگریس کو مورد الزام گردانگر ایک طومار کھڑا کرنا ایسا ہی ذلیل ہے جیسے کہ حکام وقت سے کسی کی بیوجہ اور در پردہ چغلی کھانا - ہوم رول لیگ مین مسز بیسنٹ اس قسم کا رزولیوشن پاس کرکے کانگریس کو تخفیف کرنے کی جو کوشش کر رہی ہین وہ سراسر ایک ذلیل حرکت ہے - اور ہمارے محبان وطن اس سے جو فائدہ اُٹھا رہے ہین وہ بھی کسی طرح انکے شایان شان نہین ہے - ملک کی اس سے زیادہ اور کیا بدنصیبی ہوسکتی ہے کہ محض عارضی اور فروعی اختلافات پر لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے ہین - کیا پارٹی اسپرٹ کے جوش اور عارضی فتح کے کوشش مین اپنے ہی بھائیون کا گلا گھونٹنا بھی جایز ہوسکتا ہے - کیسا عبرت انگیز نظارہ ہے اور اس سے ہمارے اخلاق کی ابتدائی حالت پر خوب روشنی پڑتی ہے - مگر ستم یہ ہے کہ غم و غصہ او رشک و حسد نے ہمارے آنکھون پر پردہ ڈال دیا ہے اور ہم اس روشنی کو نہین دیکھتے - دوسرے دیکھتے ہین اور ہنستے ہین - ہم ایکدوسرے ہی کو شکست دینے کے پھیر مین پڑے ہین اور بازی ہمارے ہاتھون سے جا رہی ہے !

دُنیا منزلون آگے بڑھی جا رہی ہے۔ لیکن ہندوستانی مدبر چند سال اِدھر اُدھر ہی کے سوال پر دست وگریبان ہو رہے ہین۔ ملک کی اس سے زیادہ اور کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے کہ ایسے وقت مین بھی ہم آپس مین متفق نہین ہو سکتے۔ اور ہمارے بڑے بڑے آدمی بھی ادنیٰ ادنیٰ جذبات سے مُبّرا نہین ہین۔

مسٹر پٹیل کا مسودۂ قانون

ہماری پست خیالی اور تنگدلی کی کیفیت اس مخالفت بیجا سے بھی واضح ہوتی ہے جو مسٹر پٹیل کے مجوزہ قانون ازدواج باہمی کے متعلق اکثر اطراف ملک مین دیکھنے مین آئی۔ ہم دیکھتے ہین کہ بعض حلقون مین اس مسودۂ قانون کے بیشی سے خواہ مخواہ بیچینی پھیل گئی ہے۔ حالانکہ مسٹر پٹیل کا مجوزہ قانون "اصول سلف ڈیٹرمینیشن" کا جسکا آجکل اسقدر شہرہ ہے ایک ادنیٰ ترین جزو ہے۔ مگر دقیانوسی خیالات کے لوگ ہر معاملہ مین ہندو مذہب کے خطرے کی صدا سے بے ہنگام بلند کر دیتے ہین۔ ہم ان مقدس اصحاب کے تعصبات و توہمات کی اصلیت سمجھنے سے قاصر ہین۔ بقول سر بیندرناتھ ٹیگور

"یہ امر رحد ستم۔ اک ہے کہ ہمارے بعض اہل وطن اس قانون کی اس خیال سے مخالفت کر رہے ہین کہ اس سے ہندو سوسایٹی کو مضرت پہونچیگی۔ وہ اس امر کو خیال نہین کرتے کہ جو لوگ سوسایٹی کے جبر و تشدد کے شہید ہو چکے ہین گورنمنٹ کو انھین اُنکے خلاف مرضی اُن قواعد و ضوابط کی پابندی پر مجبور کرنے کا کوئی حق نہین ہے جنکی بنیاد کسی اخلاقی اصول پر نہین ہے۔ یہ کہنا کہ ہندو سوسایٹی قائم ہی نہین رہ سکتی ہے تا وقتیکہ اس کے اندر مجبوری و بیکسی سے جھوٹ اور بزدلی کی زندگی بسر کرنے والے آدمی نہون اس کہنے کے برابر ہے کہ اس سوسایٹی کو دُنیا مین قایم رہنے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ لیکن ہندو دھرم کے خلاف یہ ایک الزام ناروا اور بہتان محض ہے۔ کیونکہ مہا بھارت کے زمانے سے لیکر ابتک ہندو دھرم مختلف خیالات اور رسم و رواج کو اپنے وسیع حلقہ کے اندر جگہ دیتے آ ہے۔ اور مختلف ذات کے لوگ ایک دوسرے سے مل جُل کر اسکے حلقہ مین رہتے چلے گئے ہین۔ ہمیں شک نہین کہ سوسایٹی ہر جگہ اُن لوگون کی طرف جو اپنے ذاتی رائے پر عمل کرنے کا ارادہ رکھتے ہین شک و شبہہ کی نگاہ سے دیکھتی اور بیدردی سے پیش آتی ہے لیکن جو سوسایٹی کہ ایسے لوگون کو جو سچائی اور راستبازی کے علمبردار ہین اور ایمانداری کے ساتھ اپنی رائے اور عقیدہ پر عمل کرنے کی جرأت رکھتے ہین اپنے دائرہ کے اندر نہین رکھ سکتی ہے اُسمین غلامون کی نامنتہائی نسل پیدا ہونے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جس سوسایٹی مین

آزاد خیال لوگون پر جبر و تشدد سکو پہلے ہی سے وسیع اختیارات موجود ہون اسکے لئے یہ از حد خطرناک ہو کہ ایک طرف تو وہ غیر قومی حکومت کی مدد سے اپنے سوشل نظام کو مستحکم بنا کر لوگون سے اپنے ضمیر کے مطابق عمل کرنیکا حق سلب کرنے کی کوشش کرے - اور دوسرے طرف اسی گورنمنٹ سے وسیع ملکی اختیارات طلب کرے - جو لوگ بلا تکلف گورنمنٹ کی امداد سے اپنے ہم وطنون کی قلیل اور بیکس جماعت کو بدترین قسم کی سوشل غلامی کا شکار بنائے رکھنا چاہتے ہین وہ ہرگز اسکے مستحق نہیں ہین کہ ملک کے حکومت مین انکو مزید اختیارات دیئے جائین "

شہزادہ جان کی وفات

گذشتہ ماہ کا ایک نہایت افسوسناک واقعہ ہمارے شاہنشاہ معظم کے سب سے چھوٹے شاہزادہ جان کی وفات حسرت آیات ہے - شاہزادہ مرحوم کی عمر صرف چودہ سال کی تھی - مگر وہ کچھ عرصہ سے مرض صرع مین مبتلا تھے اور اعلیٰ حضرت ملک معظم کے زبردست ایثار کی تعریف کرنا چاہیئے کہ جنگ کے زمانہ مین اس اندوہناک علالت کا حال ہمکو معلوم ہی نہین ہونے پایا - اعلیٰ حضرت اور ملکہ معظمہ دونون اپنے اہم فرائض کے ادائیگی مین شبانہ روز منہمک رہے اور اس جان گسل بیماری کے تردد و تفکر کو کسی طرح مخل نہین ہونے دیا - افسوس کہ شاہزادہ مرحوم اس مرض سے جانبر نہو سکے اور اس نوعمری ہی مین ہم سب کو داغ مفارقت دیگئے - شاہی خاندان کے رنج و غم کی کیا حد بیان ہو سکتی ہے - ہان شاید یہ خیال کچھ تسلی دے سکے کہ ساری رعایا اس سانحہ عظیم مین انکی شریک غم ہے - خداوند تعالیٰ شاہزادہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت مین جگہ دے اور آنکے نامور والدین اور شاہی اعزا کو صبر جمیل عطا فرمائے -

مراسلت

جناب اڈیٹر صاحب -

جنوری کے زمانہ مین کلام اقبال کے عنوان سے چند فارسی اشعار درج تھے جو میری نظر سے گذرے ڈاکٹر اقبال کی اردو شاعری مین کسی کو کلام نہین ہو سکتا - بلکہ باوجود اہل زبان نہونے کے آپ کی شستہ زبان اور جدت خیالات پر جو اس انتخاب [illegible] جتنا بھی ناز کرین بجا ہے -

بہت ہی اچھا ہوتا اگر یہ بات [illegible] دوست اپنے سمند جو شتر [illegible] جولان اردو کے میدان ہی مین محدود رکھتے - فارسی کی [illegible] سنگلاخ [illegible] آپ کا اسپ تازی ناہموار سا دکھائی دیتا ہے -

ان پانچ شعرون مین [illegible] محاورہ [illegible] جگہ پر [illegible] ہے مثلاً

(۱) صورت بند محاورہ نہین [illegible] یا صورت [illegible] کہتے ہین [illegible] اکثر ہوا کرتا ہے -

(۲) با فرانس سے مراد آپ کی فرانس والی ہے -
بہ فرانس کے معنی فرانس والے ہو سکتے ہین با کے معنی ہمراہ یا معہ کے ہوا کرتے ہین -

(۳) ایرانی فرانس کو فرانسہ کہتے ہین فرانس نہین کہتے اور تقطیع مین ت متحرک [illegible] صحیح نہین -

(۴) فکر رنگین نہین ہوتا شوخ رنگین محاورہ ہے

(۵) دل گرم نہین ہوتا - دل نرم [illegible] شاد و خرم اور سرد دل بہت مستعمل ہے -

(۶) چشم حیران کی جگہ پر سرگران بھی [illegible] زیادہ موزون ہے -

(۷) نوا کی بجا صدا ہونا چاہیئے - ساز مین سے صدا نکلتی ہے نہ نوا

(۸) امریکہ کی تقطیع مین امریک آتا ہے -

(۹) مین شاعر نہین البتہ شعر پڑھنے کا شوق رکھتا ہون - اسلیے جو ذہن مین آیا بے تکلف عرض کیا -

بھولا ناتھ

لفٹنٹ کرنل

آپ کا جسم
ایشور نے روزمرہ ادویات کا امتحان کرنے کے واسطے نہین بنایا ہے
ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپ کو ایسا مہلک مرض ہو جائے جس سے پیچھا چھوڑانا قریب قریب
قطعی ناممکن ہو - چنانچہ آپ کو مناسب ہے کہ ناممکنات پر یقین نہ کر کے ہمارے بیان سے
۲۰ سال کی آزمودہ بناؤ بان کی دوا اسُدھا سندھو کو استعمال کیجئے - اس سے کف - کھانسی
ہیضہ - شول - سنگرہنی - اتیسار - پیٹ کا درد - قے ہونا - جی متلانا - اطفال کے ہرے پیلے دست -
وغیرہ امراض ایک ہی دن مین رفع ہو جاتے ہین - یہ دوا خوش ذائقہ اور خوشبودار ہے -
قیمت فی شیشی ۸ر محصولڈاک ایک تا دو ۳ر پیکنگ معاف
بال سُدھا
اگر آپ کو اپنے بچون کو لحیم و شحیم اور تندرست بنانا اور روزمرہ کے مرضون سے پیچھا
چھوڑانا ہو تو اس ذائقہ دار دوا کو منگا کر استعمال کرائیے - ایک شیشی ایک ماہ کے واسطے
کافی ہے - قیمت فی شیشی ۱۲ر محصولڈاک ایک تا دو تک ۳ر
درد گج کیسری - یعنی داد کی دوا بلا جلن او بلا تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے
والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے - قیمت فی شیشی ۴ر - محصولڈاک ۶ر
نئے سال کا کلنیڈر تیار ہے کارڈ آنے پر مفت مین ارسال خدمت ہوتا ہے
ملنے کا پتہ - سُکھ سنچارک کمپنی متھرا

ممیرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرون والیان ریاست ولایت کی یونیورسٹی کے سندیافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے - یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے مفید ہے ضعف بصارت - تاریکی چشم - دھندہ - جالا پروال - غبار - سرخی - پھولا - ابتدائی موتیابند - ناخونہ - پانی بہنا خارش وغیرہ مین معزز ڈاکٹر بجائے اور ادویہ کے مریضون پر اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین چند روز کے استعمال سے بینائی زیادہ بڑھجاتی ہے اور عینک کے استعمال کی حاجت نہین رہتی - بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے قیمت اسلیئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص ایسے سرمہ سے فائدہ اوٹھاسکین - قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے قیمت ۲ ممیرے کا سفید سرمہ اعلی قسم ۶ فی تولہ مبلغ ہے - خالص ممیرہ فی ماشہ ... معری سرمہ فیتولہ ... خرچ ذمہ خریدار

المشتہر

مہندر سنگہ منیجر کارخانہ پروفیسر میا سنگہ اہلوالیہ مقام ٹانڈہ ضلع گورداسپور پنجاب

مین نے ممیرہ کا سرمہ جوکہ سردار میا سنگہ صاحب نے خود بنایا ہے بہت سے بیمارون پر استعمال کرکے دیکھا ہے اور مین اسامر کی تصدیق کرتا ہون کہ یہ ممیرے کا سرمہ نہایت ہی مفید ہے اور انکھونکی بیماری کے واسطے کا حکم رکھتا ہے - مین نے اپنے تجربہ مین آجتک کوئی سرمہ اس سے فائدہ بخش نہین دیکھا - مین اونکو جنکی آنکھون مین ذرا بھی کسی قسم کی شکایت ہے بڑے زور شور سے استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہون اور ہرطرح مفید و فائدہ بخش ثابت ہوگا - پانی آنے دھند - خارش سرخی چشم کیواسطے تمام انگریزی ادویات سے زیادہ فائدہ بخش ثابت ہوگا سچ ہے آپنے سقدر امون مین یہ سرمہ ایجاد کرکے ملک اور قوم پر بڑا احسان کیا ہے آپکا سرمہ لنڈن مین محال ہے - ضروری ہے کہ ملک کے تمام لوگ آپکے سرمہ سے فیضیاب ہوکر فائدہ اوٹھائین اور ہرطرح کی آنکھونکی بیماری سے نجات حاصل کرین - راقم پنڈت گنگارام صاحب ڈاکٹر حضور نواب صاحب بہادر بہاولپور -

(۲) مین نے ممیرے کا سرمہ جو سردار میا سنگہ نے تیار کیا ہے اُن مریضون کیواسطے جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے دیکھا مفید پایا - میری رائے مین خاصکر اُن مریضون کیواسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا ہے اور دھند اور غبار اور کمزوری نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے - ڈاکٹر برج لال گھوش رائے بہادر ایل - ایم - ایس - اسسٹنٹ سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور - حال آنریری سرجن گورنر جنرل ہند

مرتبہ دیا نرائن نگم بی اے

جلد ۳۲	مارچ سنہ ۱۹۱۹ء	نمبر ۱۹۳

فہرست مضامین

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

جملہ حقوق محفوظ

قیمت سالانہ ...

زمانہ

جلد ۳۲ مارچ سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۱۹۲

مرزا رجب علی بیگ سُرور

"فسانہ عجائب" کے پڑھنے والے مرزا رجب علی بیگ سرور کے نام نامی سے واقف ہونگے جو اُردو زبان کے اُس دور سے تعلق رکھتے تھے جب اُسکا علم ادب تیار ہو رہا تھا اور اُسکی بنیادیں مضبوط و مستحکم کی جارہی تھیں - ٹھیک اب سے ایک صدی پیشتر جب لکھنؤ اُردو زبان کی ترقی و تہذیب کا مرکز بنا ہوا تھا مرزا رجب علی بیگ سرور ہمارے سامنے ایک فسانہ نگار کی حیثیت سے نمودار ہوتے ہیں اور یکدم سے انشا پردازی کی ایسی بلند سطح پر بیٹھے نظر آتے ہیں جسکے قریب تک کوئی نہ پہونچ سکا - اسوقت تک نثر اُردو کی محض ابتدا ہوئی تھی اور بعض شمار یہ قصص و حکایات کے سوا جو دوسری زبانوں سے اُردو میں ترجمہ کئے گئے تھے ہمکو اُردو نثر کی کوئی ایسی کتاب نہیں ملتی جسے "فسانہ عجائب" کی طرح کوئی مستقل تصنیف اور انشا پردازی کی اقسام ثلاثہ میں کسی خاص قسم کی مستقل تصنیف کہا جا سکے - فسانہ عجائب سے پہلے ہمیں نثر اُردو کی جو کتابیں ملتی ہیں اُنمیں مذہبی کتابوں سے قطع نظر کرکے "دہ مجلس"، "نوطرز مرصع" "باغ و بہار" اور "آرائش محفل" زیادہ قابل الذکر ہیں - انمیں "دہ مجلس" غالباً نثر اُردو کی پہلی کتاب ہی جو سنہ ۱۱۴۵ھ میں لکھی گئی تھی جسے اب دو سو برس کے قریب ہوتے ہیں - اسکے ،، سال بعد "نوطرز مرصع" تصنیف ہوئی جو فارسی کے قصہ چہار درویش کا ترجمہ ہی - ان تصانیف یا تراجم میں انشا پردازی

کی کوئی خاص خصوصیت نہین ہے - اول الذکر مین نثر مسجع اور نثر عاری دونون قسم کی عبارت مخلوط ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کو فن انشا پر عبور نہین حاصل تھا - ثانی الذکر تصنیف نثر عاری کا ایک غیر مکمل نمونہ پیش کرتی ہے اور اُردو انشا پردازی کی ابتدائی حالت کے دیکھتے ہوئے کسیقدر غنیمت ہے - اسکے بہت عرصہ بعد سترھوین صدی کے اختتام پر فورٹ ولیم کلکتہ مین اُردو زبان کو ترقی دینے کی خاص کوشش کی گئی اور چند نیکدل انگریزون نے جن مین جان گلگرسٹ صاحب کا نام نامی اُس دور کی تصانیف کے ساتھ ہمیشہ یادگار رہیگا - اُردو زبان کی چند ایسی کتابین تصنیف کرائین جو روزمرہ کی بول چال مین لکھی گئی تھین - انمین "باغ اُردو" "آرائش محفل" "باغ وبہار" "ملوطا کہانی" "پریم ساگر" اور "بیتال پچیسی" زیادہ مشہور ہین - انکے علاوہ سید انشا کی "دریاے لطافت" جو فارسی و اُردو زبانون کی کھچڑی ہے اور "بستان حکمت - گلدستہ - گل بکاؤلی - گلشن نوبہار - گل و صنوبر - اور انشاے چار چمن وغیرہ بھی اسی زمانے کی تصنیفات ہین جو فورٹ ولیم سے باہر ہندوستان کے دوسرے حصون مین لکھی گئی تھین اور آج تک موجود ہین - انمین زیادہ تر کتابین لکھنؤ مین لکھی گئین لیکن انمین انشا پردازی کی کوئی خصوصیت نہین ہے - فورٹ ولیم کی تصنیفات مین میرامن کی باغ و بہار زیادہ مشہور ہے حالانکہ وہ قصہ چہار درویش کا ترجمہ ہے جسے مصنف "نوطرز مرصع" اس سے پہلے اُردو زبان مین لکھ گیا تھا - اسی طرح آرائش محفل بھی قصہ حاتم طائی کا ترجمہ ہے - ان کتابون مین کوشش کی گئی ہے کہ فارسی الفاظ و ترکیبین بہت کم آنے پائین اور اسوقت کی جو عام بول چال تھی اُسی مین ان قصون کو لکھا گیا ہے - یہ اُن انگریز اصحاب کی خاص فرمائش تھی جنھون نے ان کتابون کو بصرف کثیر لکھوایا تھا اور جو چاہتے تھے کہ ہندوستان کی عام بول چال پر عبور حاصل کرین - لیکن اُردو زبان شروع ہی سے فارسی و عربی زبان کے بوجھ سے گرانبار رہی ہے اور اسکے تمام قواعد اور صرف نحو ہمیشہ سے انھین زبانون کے تابع ہین - لہذا ان نیکدل انگریزون کی کوشش زیادہ بارور نہوئی - اب بھی ہندوستان کی ایک عام زبان کا مسئلہ درپیش ہے جو ہنوز حل نہین ہوا - اسکی خاص وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ اُردو کو فارسی و عربی کی متابعت سے آزاد کرتے ہوئے اُن اساتذہ کی ولادت کو قلق ہوتا ہے جنھون نے اُردو کو ایک مستقل زبان بنایا تھا جسمین وہ اسقدر نثر پیرایہ کر گئے

جو ایک زبان کے لئے مایۂ ناز کہا جا سکتا ہے۔

اِس مختصر تمہید کے بعد ہم اُردو زبان کے اُس باکمال ادیب کے حالات و کمالات کی تصریح کرنا چاہتے ہیں جو درحقیقت ایک مایۂ ناز اہل قلم تھا لیکن جسکے کمالات پر گردش زمانہ و تبدیلی مذاق نے گرد و غبار کی چادر ڈالدی ہے اب اِن کاملین فن کا خیال دماغوں میں اسطرح باقی رہ گیا ہے جس طرح اندھیری رات میں کوئی چھوٹا سا ستارہ چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن ایک زمانہ تھا جب دیگر اساتذہ اُردو کے ساتھ مرزا رجب علی بیگ سرور کی شہرت بھی ہر طرف گونج رہی تھی۔ عام طور پر انھیں ایک فسانہ نگار کی حیثیت سے شہرت حاصل ہے اور زیادہ تر "فسانۂ عجائب" کے مصنف کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ اگر اسیقدر ہوتا تو ہم انکے حالات قلمبند کرنے کے لیے اسقدر جگر کاوی کبھی نکرتے۔ درحل مرزا سرور اُردو نظم و نثر پر یکساں قادر تھے اور اپنے وقت کے منظیر شاعر و انشا پرداز سمجھے جاتے تھے۔ اسی طرح انکو فن موسیقی اور خطاطی میں بھی کمال حاصل تھا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانکا میں جو مضمون "ہندستانی لٹریچر" کے عنوان سے درج ہے اُسمیں مرزا رجب علی بیگ سرور کو زبردست شاعر کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں انکا اُردو دیوان عام طور پر ملتا تھا۔ لیکن اب یہ کبریت احمر کا حکم رکھتا ہے اور راقم کو باوجود کوشش دستیاب نہو سکا۔ تاہم انکے کلام کا ایک معقول حصہ اس مضمون کے دوسرے حصے میں پیش کیا جائیگا جس سے واضح ہوگا کہ یہ اپنے عہد کے شعرا میں اپنی نئی روش اور عمدگی مذاق کی وجہ سے کسقدر ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ حالانکہ انکی شہرت کی ابتدا فسانہ نگاری ہی سے ہوئی اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے سب سے پہلے انکا "فسانۂ عجائب" ہی پبلک میں پیش ہوکر مقبول عام ہوا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب لکھنؤ کے تخت حکومت پر شاہ زمن غازی الدین حیدر جلوہ افروز تھے لیکن فسانۂ عجائب کانپور میں تصنیف ہوا جیسا کہ اسکے دیباچہ سے ظاہر ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سرور کسی عتاب شاہی کی بنا پر گنگا پار اُتار دیئے گئے تھے۔ لیکن جب شاہ موصوف کا انتقال ہو گیا اور شاہ نصیرالدین حیدر سریر آرائے سلطنت ہوئے تو سرور فسانۂ عجائب کا مسودہ لیکر لکھنؤ آئے اور یہیں یہ طبع ہوا۔ اسمیں غازی الدین حیدر اور نصیرالدین حیدر دونوں بادشاہوں کی مدح سرائی کی گئی ہے جو اس امر کی بین دلیل ہے کہ اول الذکر کی وفات پر سرور کو

لکھنؤ آنے کی اجازت دیدی گئی تھی - فسانہ عجائب مین خود سرور مغفور کی شاعری کے لیے مکمل نمونے موجود ہین جو ثابت کرتے ہین کہ اُسوقت وہ ایک مشاق اور خوشگو شاعر تھے اور اسکی عبارت کے ہر فقرہ سے واضح ہے کہ وہ کسی ایسے مصنف کے قلم سے نکلے ہین جو نہایت جہان دیدہ اور گرم و سرد روزگار چشیدہ ہو - لیکن اس سے پہلے کہ فسانہ عجائب پر کوئی ریویو کیا جائے انکی دیگر تصانیف کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے - ذیل کی تصانیف انکی یادگار رہین :-

(۱) فسانہ عجائب - (۲) سرور سلطانی - (۳) شرار عشق - (۴) شگوفہ محبت - (۵) شرر شرہ شاز (۶) شبستان سرور - (۷) گلزار سرور - (۸) انشاے سرور - ان تصانیف کو راقم نے چالیس سال بیشتر حاصل کیا تھا اور ابتک موجود ہین - ان سب کا بالتفصیل ذکر آگے آئیگا -

فسانہ عجائب ایک خیالی قصہ ہے - اس سے پہلے بھی اسی قبیل کے چند قصے اُردو مین موجود تھے جو زیادہ تر فارسی سے ترجمہ کئے گئے تھے یا فارسی قصون کے ڈھنگ پر لکھے گئے تھے - نثر قصون سے قطع نظر کرکے اُس زمانے کی مثنویون مین بھی یہی التزام تھا - سچ پوچھئے تو اُسوقت کا تمام اُردو علم ادب فارسی مذاق کے تابع رہا اور اس حد سے کوئی مصنف آگے قدم نہین بڑھا سکتا تھا - گویا فارسی کا تختہ اُردو کے دروازے پر بیٹھا ہوا نگرانی کر رہا تھا کہ کوئی دوسرا اندر قدم نہ رکھنے پائے -

ابھی بہت عرصہ نہین گذرا کہ ہندوستان مین اُردو ناولون کی گرم بازاری تھی اور تھوڑے ہی زمانے مین صدہا نہین ہزارہا ناول تصنیف ہو گئے - جن لوگون نے اُردو علم ادب کے اُس طوفان پر غائر نظر ڈالی ہے وہ سمجھ سکتے ہین کہ ہندوستانی طبائع مین قصہ پسندی کا مذاق کس حد تک موجود ہے - حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب مغربی علوم کی شعاعون سے تمام مُلک منور ہو چکا تھا اِس صورت مین اُس قدیم زمانے کے لوگ قابل معافی ہین جنکی نظرین علوم مروجہ تک محدود تھین - اور سوسایٹی کی فراغبالی و بےفکری سونے پر سہاگے کا کام کرتی تھی - بس جسطرح اُردو شاعری کی ابتدا عاشقانہ غزلون سے ہوئی تھی اوسیطرح اُردو نثر کا آغاز بھی خیالی قصون سے ہوا - خیال ہی ایسی چیز ہے جسے محدود دائرے مین بھی وسعت دے سکتے ہین - لیکن سائنٹفک علوم کے لئے خارجی اسباب کی بھی ضرورت ہوتی ہے جو اُسوقت ہندوستان مین موجود نہ تھے - تاہم فسانۂ عجائب ایسی

کتاب ہے جسمین چند باتین اُسوقت کے مذاق سے علیحدہ پائی جاتی ہین اور اِس مین بیشتر ادبی خصوصیات بھی موجود ہین -

ایک تصنیف کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جس زمانے مین وہ تصنیف ہوئی ہو اسکی مفصل یا مجمل تصویر اُسمین موجود ہو - یہ خصوصیت فسانہ عجائب مین اُس عہد کی تمام تصانیف سے زیادہ دلکش پیرائے مین نظر آتی ہے - اسکا دیباچہ پڑھنے سے اُس عہد کے لکھنؤ کی مکمل تصویر نظر کے سامنے آجاتی ہے اور بہت سے تاریخی فوائد بھی مستنبط ہوسکتے ہین - حالانکہ اُس دور کی دوسری کتابین اس بارے مین خاموش ہین - مثلاً باغ و بہار مین بھی دہلی کا ذکر ہے لیکن اُسے پڑھکے کوئی اس نتیجے پر نہین پہونچ سکتا کہ اُسوقت دِلّی کی کیا حالت تھی اور وہان کی سوسائٹی کا کیا رنگ تھا - بخلاف اِسکے فسانہ عجائب مین نہ صرف اُسوقت کے مشاہیر اور اُنکے اشغال کا ذکر ہے بلکہ معمولی سے معمولی آدمیون تک کی خوبُو کا ذکر بھی کردیا گیا ہے - علاوہ برین شہر کی رونق - میلون ٹھیلون کی دھوم دھام - علم و فن کے چرچے - اہل شہر کی خوشحالی - اور کتنی ہی ایسی باتین ہین جو آج فسانہ عجائب کے سوا کسی تاریخ مین نہین مل سکتین - لکھنؤ کے علاوہ سُرور نے اُسوقت کے کانپور کی تصویر بھی چند سطرون مین دکھادی ہے جہان اُنھون نے فسانہ عجائب کو تصنیف کیا تھا -

فسانہ عجائب کی دوسری خصوصیات قصے سے تعلق رکھتی ہین - اگرچہ اُسکا آغاز بھی پُرانے ہی مذاق کے مطابق ہوا ہے لیکن ملکہ مہرنگار کا کیریکٹر اپنی سچی محبت، وفاداری، عقلمندی اور ہوشیاری کے اعتبار سے ایسا کیریکٹر ہے جسے زمانۂ حال کا کوئی اچھا سا اچھا ناولسٹ پیش کرسکتا ہے - وہ فسانۂ عجائب کی ہیروئن نہین ہے بلکہ جان عالم کی معشوقہ اور کتاب کی ہیروئن انجمن آرا ہے - مہرنگار جان عالم پر خود عاشق ہے اور اپنے سچے عشق کے ساتھ آخر تک جانعالم کو تمام خطرات سے بچاتی رہی ہے - حتیٰ کہ جب شہزادہ جانعالم کو وزیرزادہ نے انتقال روح کے عمل سے بندر بنادیا اور اُسکی معشوقہ انجمن آرا کو اپنے تصرف مین لانا چاہا تو ملکہ مہرنگار ہی کی عقلمندی سے دونون کی جان اور عصمت محفوظ رہی - بہرکیف مہرنگار کے جذبات نہایت عمیق - پاک اور لطیف ہین - اِس سے دوسرے نمبر پر سپہر محبستن کی حکایت ہے

جسکے اضافہ سے مرزا سرور نے مشرقی فسانہ نگاری مین مغربی مذاق کا پیوند لگایا ہے - اِس حکایت مین جا بجا جو اشعار بیان کئے ہین اُنمین اکثر انگریزی الفاظ بھی موجود ہین - مثلاً :-

ہے رحم ساز ایمان وہ زادہ فرنگی　　اسلام اب کہاں ہے عاشق فراموش ہو

اُس لعنت فرنگ کو دکھلا کے تاش دل　　کہتا ہوں جلکھو یہ دل دریاں کا توس ہے

ان اشعار سے یہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ اب سے ایک صدی پیشتر ہی انگریزی الفاظ اُردو زبان مین داخل ہونے کے لئے بیچین تھے - اور بغیر انگریزی تعلیم حاصل کئے ہوئے بھی لوگ انگریزی الفاظ کو اپنی زبان مین داخل کر رہے تھے - بلکہ جب موجودہ اُردو زبان کی تاریخ لکھی جائیگی تو یہ بڑے فخر کے ساتھ پیش کئے جائینگے جو انگریزی اختلاط کے پہلے نمونے ہین -
اسی طرح یمن کے بادشاہ کا قصہ جو بندر (یعنے شاہزادہ جانعالم بقالب بوزنہ) کی زبانی بیان ہوا ہے کچھ کم عبرت انگیز نہین - آخر مین اسی بندر کی زبانی بے ثباتی عالم کا جو مؤثر اور دلگداز سین کھینچا گیا ہے وہ ایک بڑے فلاسفر کی تقریر معلوم ہوتی ہے - نمونے کے طور پر اس طولانی تقریر کی چند سطرین درج ذیل کیجاتی ہین

"صاحبو! دُنیائے دُوں، سرائے فانی، سفلہ پرور، بوقلمون، عبرت دیدنی جا ہے - گرماگرم آمد و رفت کا بازار ہے - کس و ناکس مال و متاع لہو و لعب کا خریدار ہے - اپنے کام مین مصروف قضا ہے - جو شئے ہے فنا ہے - معاملات قضا و قدر سے ہر ایک ناچار ہے - یہی مسئلہ جبر و اختیار ہے - کوئی کسی کی حالت مین ہے - کوئی کسی کا شیدا ہے - جسے دیکھا آزاد نہ پایا، ایک نہ ایک کھیڑے مین مبتلا ہے - ایک کو اتنا سوجھتا نہین کیا لین دین ہو رہا ہے - سود کی اُمید مین سراسر زیان ہے - سیری ہونے کا سودا ہے - اُسکی قدرت ناطقہ دیکھو! مجھ سے بے زبان ناچیز کو یہ تکلف گویائی عطا کیا - تم سب کا سامعوں مین چہرہ لکھدیا - باتین سُننے کو ساتھ چلے آتے ہو - خدائی بڑی مشتاق ہے، جو ہے مشتاق ہے - حالِ زار پر رحم کھا آنسو بہاتے ہو - یہ رسمی کی صنعت ہے - ستاں تمہاری دیکھو! اُسی تقریر کی دھوم ہے - ایک عالم ستم سے مجھ مظلوم کا مقابلہ ہوتا ہے - یقین کامل ہے وہ قتل کریگا - خون سے ہاتھ بھریگا - سوا اسکے جب الدار میں ہوگا تب آتے آرام و چین ہوگا - یہ گویائی

گویا پیام مرگ تھا - دُنیا جائے آ مائش ہے - سفیہ سلتے ہیں یہ مقام قابل آرام وآسائش ہے - دو روزہ زیست کی خاطر کیا کیا سارو ساماں بپا کرتے ہیں فرعون بے سامان ہوکر زمیں پر پاؤن نہین دھرتے ہیں حب سر کو اُٹھا اکھڑ کر چلتے ہیں خاکساروں کے سر کچلتے ہیں، آخر کار حسرت و ارمان فقط لیکر مرتے ہیں جان اُسکی جستجو مین کھوتے ہین جو شئے ہاتھ آئے ذلت سے، جمع ہو پریشانی ومشقت سے، پاس رہے خست سے - چھوٹ جائے یاس، حسرت سے، پھر سر پر ہاتھ دھرتے ہیں"

مرزا سُرور کی انشا پردازی نثر کے اقسام ثلاثہ مین دوسری قسم یعنی مسجع سے تعلق رکھتی ہے - حالانکہ کہین کہین نثر مرجز کے بعض نمونے بھی موجود ہین لیکن سُرور کی تمام تصانیف مین مسجع عبارت کا غلبہ ہے - اور اس صنعت سے اُنکے پرائیویٹ خطوط بھی خالی نہین - اُردو مین وہ اس طرز خاص کے موجد تھے اور اُنھین پر اسکا خاتمہ بھی ہوگیا - لکھنے کو کئی کتابین اسی صنعت مین لکھی گئین جن مین "سروش سخن" مصنفہ سید فخرالدین حسینخان سخن دہلوی اور "طلسم حیرت" مصنفہ محمد جعفر علی شیون لکھنوی قابل الذکر ہین - لیکن دونون مین فسانۂ عجائب کے خصوصیات اور سُرور کا ساز ور قلم عنقا ہے - بڑی بات یہ کہ انین سُرور کی طرز انشا کی تقلید کی گئی ہے - اور تقلید کی بساط ہی کیا - بہرکیف سروش سخن، فسانۂ عجائب کے چھتیس سال بعد تصنیف ہوا اور اکتالیس سال بعد معرض طبع مین آیا جب مرزا سُرور کی زندگی کا چراغ جھلملا رہا تھا - کیونکہ اسکے دو ہی تین سال بعد اُنکا انتقال ہوا ہے - یہ درحقیقت فسانۂ عجائب کا جواب ہی جسکے دیباچے مین مرزا سُرور کی بہت کچھ لے دے کی گئی ہے - مرزا سُرور نے بھی بیچارے میرامن پر ہاتھ صاف کیا تھا جسکا جواب اُنھین اپنی آخری عمر مین سُننا پڑا - سُرور کی وفات کے بعد ۱۸۷۹ء مین میان شیون نے سروش سخن کا جواب لکھکے مرزا مرحوم کی روح کو خوش کرنے کی کوشش کی - بہرکیف یہ دہلی و لکھنؤ کے پُرانے جھگڑے ہین جنکا ذکر محض فرایض سوانح نگاری کے خیال سے کیا گیا - کاش اس نوک جھوک سے اصل فن مین کچھ ترقی ہوئی ہوتی تو البتہ قابل ستایش تھی -

فسانۂ عجائب کی تصنیف کے بعد سے مرزا سُرور کی لائف پر ایک ایسا گہرا پردہ پڑا ہوا ہے

جو ایک مدتِ دراز تک نہین اُٹھتا۔ اس عرصے مین صرف اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ اُنھین لکھنؤ مین آنے کی پھر اجازت ملگئی تھی اور یہ غالبًا شاہ نصیر الدین حیدر کی اُس مدح کے صلے مین جو فسانہ عجائب مین درج ہے۔ اُنکی بعض عرضداشتون سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اُنھون نے فسانہ عجائب کو اکثر شاہانِ اودھ کی خدمت مین پیش کیا مگر نقارخانے مین طوطی کی آواز کون سنتا تھا۔ حتی کہ ۲۳ برس بعد ۱۲۶۳ھ مین اُنکی شریک زندگی (بیوی) کا بھی انتقال ہوگیا۔ سرور نے ایک فارسی خط مین اس واقعہ کا نہایت دردناک الفاظ مین ذکر کیا ہے۔

آخر کار سلطان عالم محمد واجد علی شاہ تخت نشین ہوے اور مرزا سرور نے ایک عمدہ قطعہ تاریخ کہا جو خوش قسمتی سے قطب الدولہ مفتاح الملک محمد قطب علیخان مستقیم جنگ کے ذریعہ سے پیش ہوگیا:-

"بہار جوش پہ ہے اور نئی ہے کیفیت سرور سب کو ہے۔ کہتے ہین متقی و رند
جو زیبِ تخت ہوا اب کو شاہ نیک اختر[۵] ہوا ہے سالِ جلوس اسلیئے "چراغ ہند"

بادشاہ نے اس قطعۂ تاریخ کو بہت پسند فرمایا اور مرزا سرور کو زمرہ ملازمین خاص مین داخل کرکے پچاس روپیہ ماہوار مقرر کردیئے۔ درحقیقت سرور کی زندگی کا تابناک دور یہین سے شروع ہوتا ہے۔ اس سے پہلے وہ دربدر پھرتے رہے اور فراغبالی کی صورت میسر نہ ہوئی۔ غالبًا یہی وجہ تھی کہ بائیس تیئیس سال کی طولانی مدت مین اُنکی کوئی دوسری تصنیف معرض وجود مین نہ آئی۔ آخر ۱۲۶۴ھ مین بادشاہ کے حکم سے شمشیر خانی کا ترجمہ کیا اور "سرورِ سلطانی" نام رکھا۔ نام کی بلاغت حدِ تعریف سے باہر ہے۔ لطف یہ کہ وقائع نگاری کے میدان مین بھی اُنکی مخصوص طرز انشا موجود ہے جسکا ہر فقرہ نثر مسجع کا نمونہ ہے۔ دیباچے مین ایک جگہ ہندوستان کی تعریف کی ہے۔ دیکھو اب سے یک صدی پیشتر بھی بندے ماترم کے گیت گانے والے موجود تھے:-

"مملکتِ ہندوستان کہ سوادِ اعظم چار دانگ عالم مشہور ہے۔ اگر بنظر غور دیکھو تو یہ مد نظر ربِ غفور ہے۔ یہ مقدمہ صریح ہے کہ اور ملکون پر اسکو ترجیح ہے۔ اسواسطے کہ خلیفۂ روئے

[۵] "اختر" بادشاہ کا تخلص بھی تھا جس نے خاص لطف پیدا کیا ہے۔ ۱۲

زمین (حضرت آدمؑ) جنت سے تشریف جو لائے - خطۂ ہند میں آئے - علم ادب نے یہیں سے رواج پایا - نظم و نسق سلطنت ہوا، بادشاہوں نے خراج پایا - ہندسہ اور نجوم کو دیکھو - پنڈتوں کا زہد انکی عبادت کی دھوم کو دیکھو - موسیقی کا کمال ہنود کے کامل جنھیں دیوتا کہتے ہیں پہلے وہی راگ لائے - عبادت سمجھ کے کیا کیا بھجن گائے حقیقت میں اس سرزمین کی بڑی قدر و منزلت نہایت پاس ہے - اسکی خاک محرمِ اسرار ہے - پتھروں کا یہاں کے یہ حال تھا - کہ سینہ انکا معدنِ لعل تھا - سردی یا گرمی خواہ برسات ہے - ہر فصل اعتدال کے ساتھ ہے - نسیم و سحر کا کرتہ فرکیفیت صبا رفتار دیکھئے - یہاں کی زراعت کا حال دیکھئے کیسی سرسبز ہے - کوہ و صحرا کو غور کرو ہر تختہ گل جیز ہے - چاندی کے دریا، سونے کے پہاڑ - شہر طلائی - بیدار بختوں کے مکان سونے کے مطلا سقف و دیوار دریا میں چاندی کی ریت - پانی میں نقرے کا کھیت - ہاتھی دکھی بیل فلک جھکے رو برد پست - دانتوں پر پلنگ بچھ جائے - پیٹھ پر فیلبان نظر نہ آئے - ایسے سربلند سبک رفتار عین مستی میں ہوشیار - تیغ ہندی کی آبداری اسکا کاٹ - اُبلا ہوا خمیر دم راستی میں بے نظیر کھتی سے پیپلے تک اجل کا گھاٹ - [illegible] گراں بہا [illegible] گجرات کا - بنارس کا ریزہ نادر تحفہ - خلق و مروت، ہمت و جرأت مردانگی آب و گل میں رحم اور خوف خدا ملیں۔

فسانۂ عجائب اور سرورِ سلطانی کی اشاعت سے مرزا سرور کی انشا پردازی کا شہرہ دُور دور تک ہو گیا تھا حتیٰ کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد ۱۲۷۶ھ میں نواب سکندر بیگم صاحبہ والیۂ بھوپال نے سرور سے ایک واقعے کو قصّے کے طور پر لکھنے کی فرمائش کی جو وہاں گذرا تھا - یعنے وہاں کے جنگل میں ایک سارس کا جوڑا تھا جسکے نر کو کسی شکاری نے نشانۂ بندوق بنا دیا اور مادہ نے فرط رنج و قلق سے جنگل کی [illegible] اس فرمائش کے متعلق مرزا سرور لکھتے ہیں کہ:-

"القصہ بارہ سو چھہتر ہجری [illegible] ۱۸۶۰ [illegible] صاحب فہم و فراست، مالک ریاست نے اس مرید دولت سے دو رمحزون سرور سے بہ ذریعہ مرزا [illegible] اس حکایت کی فرمائش کی کہ تحریر ہو [illegible]

جسدم یہ صدا گوش زد ہوئی، لکھنے کی مجھکو کد ہوئی۔ سردست (قلم برداشتہ) تحریر کی،
وہ بھی بجز تاخیر کی۔ مجبوری یہ ہوئی کہ ملازمان سرکار کمر بستہ چلنے کو تیار رہتے۔ اگر پانچ چھ
روز کی بھی مہلت پاتا ساختہ کیفیت کے گھٹا تا بڑھاتا۔ رزم کا ڈھنگ بزم کا رنگ کسی
پیرایہ مین دکھاتا۔"

درحقیقت قصہ بہت مختصر تھا اور مہلت بھی بالکل کم ملی تاہم سرور نے مادہ سارس
کے سوز و گداز کو بہت مؤثر الفاظ مین ادا کیا ہے۔ اس قصے کا نام "شرار عشق" ہے
جو مناسبت کے لحاظ سے کچھ کم معنی خیز نہین۔ اسکے بعد زمانہ آخر واجد علی شاہی مین سرور
مغفور نے ایک اور قصہ "شگوفہ محبت" امجد علی خان رئیس سندیلہ ملیح آباد کی فرمائش
سے لکھا جو عمدہ نظامت پر ممتاز تھے۔ اسکے دیباچے سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا نے
فسانۂ عجائب اور سرور سلطانی کے علاوہ اُسوقت اور بھی کئی چھوٹے بڑے قصے لکھے
تھے جنمین شرار عشق کے سوا اور کسی کا سُراغ نہ لگا۔ اسی دیباچے مین فرماتے ہین کہ:-

"گرم پڑھنے والے کم ہونگے تاسف اتنا ہے کہ ہم ہونگے۔ قصہ اگر پسند آئیگا تو مشہور
ہوگا۔ [illegible] گا اُسوقت سہو اور غلطی معاف کرکے طبیعت کدورت سے صاف
کرینگے۔ [illegible] صاحب اوصاف کلام سرور سے مسرور ہو، تو اتنا کلمہ فرمائے کہ
عاصی علام حسین کے ہمراہ محشور ہو"

قصہ بالکل پرانے مذاق سے لبریز ہے جیسے مہرچند کھتری نے لکھا تھا اور مرزا سرور
نے اُسے رطب و یابس سے پاک کرکے اپنی طرز پر تحریر کیا۔ آخر مین سرور نے واجد علیشاہ
کے معزول ہونے اور کلکتے کی طرف روانہ ہونے کی کیفیت بھی درج کی ہے:-

"آندنون کہ بارہ سے بہتر سن ہجری اور مہینا شعبان کا ہے مجمع پریشانیون کے سامان
کا ہے۔ یعنی سریر آرائے اریکۂ سلطنت حامل رنج و سفر بعزیمت ابعزم لندن ہے۔ چھوٹا بڑا
مبتلائے مصیبت، تختۂ مشق اندوہ و محن ہے۔ اس گلزار ہمیشہ بہار مین بہمن زدے کا
سامان۔ ایسا آباد ملک سنسان۔ سراسر ویران ہے۔ دیکھنے والون کا جگر خون ہوتا ہے۔
وحشت برستی ہے۔ جنون ہوتا ہے"

عہد واجد علی شاہی میں سرور عیش و راحت سے زندگی بسر کرتے تھے - لیکن وہ عہد بجلی کی ایک چمک یا ہوا کے ایک جھونکے کی طرح آیا اور نکل گیا - اب سرور پھر اُسی اگلی فلاکت میں مبتلا ہو گئے - لکھنؤ میں مولوی محمد یعقوب انصاری فرنگی محلی مرزا سرور کے پرانے دوست تھے - جنکا چھاپہ خانہ عہد شاہی سے قائم تھا - مرزا کی اکثر تصنیفات اسی مطبع میں چھپی ہیں - انھیں کی وساطت سے شروع انگریزی میں مرزا سرور کی رسائی کارنیگی صاحب منتظم شہر کے سررشتہ دار سید قربان علی تک ہو گئی اور وہ انکے کفیل ہوئے - اسی سلسلے میں منشی شیو نراین صاحب سے بھی ملاقات ہو گئی جو کمسریٹ سے تعلق رکھتے تھے - سرور نے ان دونوں حضرات کی بندہ پروری اور سیر چشمی کی بہت تعریف کی ہے - خصوصاً منشی شیو نرائن مرزا سرور کے بہت بڑے قدردان تھے اور بہت کچھ مالی امداد کرتے رہے - حتیٰ کہ جب لکھنؤ سے اُنکی تبدیلی ہوئی اور بنارس جانے لگے تو سرور کو بھی اپنے ہمراہ چلنے پر مجبور کیا - لیکن وہ بوجوہ اُسوقت نہ جا سکے -

تھوڑے دنوں بعد کارنیگی صاحب بھی ولایت چلے گئے اور اُنکے سررشتہ دار میر قربان علی بھی اپنے وطن کو روانہ ہو گئے - اب سرور پھر بے یار و مددگار رہگئے - اُس پر طرہ یہ کہ اِسی زمانہ میں فتنۂ غدر برپا ہو گیا - سرور پر اہل و عیال کا بوجھ معمول سے زیادہ تھا اُس پر بیکاری اور غدر کا طوفان ایک بلائے عظیم تھی جس نے مرزا کی حالت بہت ہی سقیم کر دی خدا خدا کر کے یہ بلا ٹلی اور شہر پر انگریزی فوج قابض ہوئی - خوش قسمتی سے کارنیگی صاحب پھر اپنے قدیم عہدے پر مامور ہوئے اور اُنکے ساتھ میر قربان علی بھی لکھنؤ میں آگئے - سرور کے لیے اتنا سہارا غنیمت تھا - اب میر قربان علی کا مکان مرجع خاص و عام تھا اور سرور کے علاوہ اُنکے دیگر احباب اور شہر کے بیچے کھچے رئیس بھی شام کے وقت اُنکے یہاں جا بیٹھتے اور شعر و سخن کے چرچے رہتے - آخر سال ڈیڑھ سال بعد یہ صحبت پھر برہم ہو گئی اور میر قربان علی پنشن یاب ہو کر اپنے وطن کو چلے گئے -

لیکن اس مرتبہ سرور کو زیادہ سختی نہیں جھیلنا پڑی اور تھوڑے ہی عرصہ بعد مہاراجہ ایشری پرشاد نرائن سنگھ بہادر کاشی نریس والی بنارس نے اُنھیں اپنا شفقت نامہ بھیجا

طلب کیا۔ اور ۶ ذیقعدہ ۱۲۷۰ھ کو وہ بنارس روانہ ہوگئے۔ مہاراجہ بنارس نے اُنکی بے انتہا قدردانی کی اور اُنکی زندگی کے بقیہ آٹھ نو سال وہین گذرے۔ یہین اُنکی دو مہتم بالشان تالیفات "گلزار سرور" اور "شبستان سرور" معرض وجود مین آئین اور بعض متفرق نثر و نظم بھی۔ مرزا سرور کے خطوط سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ مہاراج شیودین سنگھ بہادر والی الور نے بھی انھین طلب کیا تھا اور منشی یوسف علی خان مصاحب راجہ صاحب نے میر حسن علی کی معرفت اُنکی طلبی کا خط بھیجا تھا۔ لیکن سرور چاہتے تھے کہ مہاراج کا شقہ خاص آئے اور اسی وجہ سے الور جانا نہین ہوا۔ ایک اور تحریر سے ثابت ہے کہ مہاراجہ پٹیالہ نے اِنھین ازراہ قدردانی دو صد روپے کی نادری عنایت فرمائی تھی۔ پھر ایک خط مین اپنے صاحبزادے کو لکھتے ہین کہ مہاراجہ الور سے ملازمت حاصل ہوئی۔ تم خط گلزار مین "گل چھینکے ہے اور ون کی طرف بلکہ ثمر بھی" الخ لکھ رکھنا اور مہاراجہ الور اُسی راستہ سے جائینگے ملاقات کرکے دیدینا۔ ہمارا ذکر آچکا ہے۔ ایک اور خط سے مرزا سرور کا دہلی جانا بھی ثابت ہوتا ہے جسکا اقتباس حسب ذیل ہے:-

"ایک ہفتہ میرٹھ مین قیام صبح کو شام کرکے کانپور مجبور روانہ ہوا۔ طبیش دلی کو بہانہ ہوا۔ ماہ کی تنہائی غیر جنس کی صحبت، ہر دم عالم حیرت، کرکل کیا تھا آج کیا ہے۔ یا شاہجہان آباد کی سیر وہ خانقاہ اور وہ سیر یا جنگل کا سنسنانا ہے۔ اس اُدھیڑبن مین، گھر پہونچنے کی دھن مین کانپور نظر آیا۔ اختلاف آب و ہوا کا، پانی جا بجا کا ناک مین دم لایا۔ چندے وہان ہا جی نہ لگا۔ آخر شہر جمادی الاول (سنہ ندارد) مین وہان سے چل نکلا۔ تین دن مین لکھنؤ پہونچا۔ ابھی گھر سے باہر قدم نہ آیا تھا، کسی سے ملنے نہ پایا تھا دفعۃً اس شدت سے تپ آگئی کہ حکیم صاحب کی نبض ساقط ہوئی طبیعت گھبراگئی۔ سر دست مسہل کی صلاح ٹھیری۔ پانچوان منضج تھا کہ جناب قبلہ و کعبہ مرزا خانی نوازش بندے کے اُستاد اس خراب آباد سے تشریف لیگئے۔ عجب صدمۂ جانکاہ دے گئے۔"

اِسی طرح انشائے سرور سے بہت سے حالات اخذ کیے جاسکتے ہین لیکن طوالت کے لحاظ سے نظر انداز کیے گئے۔ مجملاً اتنا کہا جاسکتا ہے کہ مرزا کی زندگی کچھ کم پُر واقعات نہین۔

لیکن خطوط کی شان نزول اس طرح واقع ہوئی ہے کہ متفرق دیا شان حالات کو ایک سلک مین منسلک کر دینا اگر محال نہین تو مشکل ضرور ہے - بنارس جانے کے بعد سُرور کی آنکھون مین خاص فتور پیدا ہو گیا تھا اور آنکھون کی شکایت متعدد خطوط مین موجود ہے جسکا ذکر حسب موقع آئیگا - اپنی زندگی مین ایک مرتبہ وہ قتل کے جرم مین بھی ماخوذ ہوئے تھے جسکو ایک فارسی خط مین اس طرح بیان کرتے ہین :-

"در عالم شمار ایا دخواہد بود کہ بعلت خون گرفتار شدم، تمام عالم میگفت کہ ازین مخمصہ جانبر نخواہد شد - لیکن بفضل ایزدی آسیبے بمن نرسید - تا حال زندہ وسلامت ہستم"

مرزا سُرور کی آخری تصنیفات میں "گلزار سرور" کا پایہ بہت بلند ہے - یہ "حدائق العشاق" کا ترجمہ ہے جس مین عشق در وح کی معرکہ آرائی قاعدہ ایلگوری کے مطابق ہے اور تزکیۂ نفس ونجات دائمی کے مسئلے کو عجیب دلآویز پیرائے مین بیان کیا گیا ہے - اصل کتاب فارسی زبان مین ہے جسکا اُردو ترجمہ مرزا سُرور نے نثر مسجع مین کیا ہے - مہاراجہ صاحب بنارس کی یہ پہلی فرمائش تھی اور سُرور نے بھی اسکے ترجمے مین اپنی ساری قوت صرف کر دی ہے - اس کتاب پر مرزا غالب مرحوم نے ایک زوردار تقریظ لکھی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ نثر اُردو مین مرزا سُرور کا کیا رتبہ تھا - غالب کی تقریظ حسب ذیل ہے :-

"سبحان اللہ خدا کی کیا نظر فروز صنعتین ہین - تعالی اللہ کیا حیرت آور قدرتین ہین - یہ جو حدائق العشاق کا فارسی زبان سے عبارت اُردو مین نگارش پانا ہے - ارم کا زمین دُنیا سے اُٹھکر بہارستان قدس کا ایک باغ بن جانا ہے - وہان حضرت رضوان ارم کے نخلبند وآبیار ہوئے، یہاں مرزا رجب علی بیگ صاحب سُرور حدائق العشاق کے صحیفہ نگار ہوئے - اِس مقام پر یہ ہیچمیرز جو موسوم بہ اسد اللہ خان اور مخاطب بہ نجم الدولہ اور متخلص بہ غالب ہی خدائے جہان آفرین سے توفیق کا اور خلق سے انصاف کا طالب ہے - ہان اے صاحبانِ فہم وا، راک سُرور سحر بیان کا اُردو کی نثر مین کیا پایہ ہے اور اس پرگوہر کلام مرشد یعنی کہ اسکے کیسا گران بہا پیرایہ ہے - ؎ رزم کی داستان گر سُنیے ، ہی زبان ایک تیغ جوہر دار + بزم کا التزام گر کیجے + ہے قلم ایک ابر گوہر بار مجکو دعوی تھا کہ

انداز بیان شوخی تقریر میں فسانہ عجائب بے نظیر ہے۔ جس نے میرے دعوی کو اور فسانہ عجائب کی یکتائی کو مٹا یا وہ یہ تقریر ہے۔ کیا ہوا اگر ایک نقش دوسرے کا ثانی ہے، یہ توہم کہہ سکتے ہیں کہ نقاش لاثانی ہے۔ مانی نقاش یعنی صورتیں بنا کر پیمبری کا دعوی کرے۔ کیا عقل کی کمی ہے۔ یہ بندۂ خدا معنی کی تصویر کھینچکر دعوائے خدائی نکرے، کس حوصلے کا آدمی ہے۔ سچ تو یون ہے کہ جناب مہاراجہ صاحب والامناقب عالی شان الیشری پرشاد نارائن سنگھ بہادر جس باغ کی آرائش کے کار فرما ہون اور پھر اُس پر طرّہ یہ کہ مرزا سرور چمن آرا ہون وہ باغ کیسا ہوگا۔ بہشت نہوگا تو اور کیا ہوگا۔ کوئی نہ کہے کہ یہ درویش گوشہ نشین فضول دستگستر کیون ہے۔ بے دیکھے بھالے حضور کا ثنا گستر کیون ہے۔ صاحبو! حاتم سے ہمنے کیا دولت پائی ہو؟ کہ اسکی سخاوت کی ثنا کرتے ہین۔ رستم سے کہان شکست کھائی ہے کہ اسکی شجاعت کا ذکر کیا کرتے ہین۔ معہذا جناب مہاراجہ صاحب جمیل المناقب عمیم الاحسان بابو پرسدھ نرائن کا مورد عنایت رہا ہون۔ جن دنون وہ دلی مین تشریف لائے ہین اکثر اوقات شریک صحبت رہا ہون۔ جب ناآشنائی اور بیگانگی درمیان نہو تو انکا نیازمند کیون انکا ثنا خوان نہو۔ نہین نہین میرا کیا منھ ہے ثنا خوانی کا۔ مین تو عاشق ہون انکی شاعر پروری و سخندانی کا۔ حضور نے قدر دانی کی۔ سرور نے گہر فشانی کی۔ حضور کا اقبال، سرور کا کمال۔ حضور کی عالی ہمتی۔ سرور کی خوش قسمتی۔ انشاء اللہ تعالی یہ نقش صفحۂ روزگار پر یادگار رہیگا۔ مصنف کا شہرہ رنگین بیانی مین، مہاراج عالی جاہ کا نام فیض رسانی مین تا روز شمار رہیگا فقط"

گلزار سرور سے دوسرے نمبر پر "شبستان سرور" ہے جو الف لیلہ کا ترجمہ ہے۔ مرزا سرور کو اپنی کتابون کے نام رکھنے مین جو کمال حاصل ہے وہ بہت کم مصنفین کے حصے مین آیا ہو۔ یہ ترجمہ چار سال کی محنت کا نتیجہ ہے جسکی فرمائش منشی شیونرائن نے لکھنؤ مین کی تھی۔ اُسوقت سرور نے اسکے چند اجزا لکھے تھے اور تکمیل کا موقعہ نہین ملا تھا۔ مہاراجہ بنارس کے ظل عاطفت مین سرور کو فی الجملہ اطمینان حاصل ہوا تو اسکی تکمیل کا خیال آیا۔ نیز اُسوقت لکھنؤ مین نولکشور پریس نیا نیا قائم ہوا تھا اور منشی طوطارام شایان نے بھی الف لیلہ کا ترجمہ منشی صاحب کی

فرمائش سے شروع کیا تھا - یہ خبر سرور کو بھی پہونچی اور اُنھین اپنا ترجمہ پُورا کرنے کی تحریک ہوئی۔
اس سے پہلے بھی الف لیلہ کا ایک ترجمہ منشی عبدالکریم کرچکے تھے -لیکن اُسکی عبارت
بالکل سادہ تھی جو اُسوقت کی ضرورت کو پورا نہین کرسکتی تھی - لوگ عبارت مین رنگینی و
مضمون آفرینی کے شائق تھے اور سادہ عبارت و معمولی خیالات کو ہیچ سمجھتے تھے - سرور نے
اِس کتاب مین بھی اپنی دوسری تصانیف کی طرح بیشمار گلفشانیان کی ہین اور خوش کلامی کی
داد دی ہے - لطف یہ کہ اس مین فسانہ عجائب وغیرہ سے بھی زیادہ موقع بہ موقع اشعار
چسپان کئے ہین اور بعض منظوم خطوط بھی درج کئے ہین - کہین کہین کوئی سراپا بھی نظم کیا ہے
اور اکثر واقعات بھی نظم کردیئے ہین -

شرر نثرہ نثار - ایک تہنیت نامہ ہے جسے مرزا سرور نے مہاراجہ بنارس کی فرمائش
سے اُس موقع پر لکھا تھا جب شہنشاہ ایڈورڈ ہفتم مرحوم کی شادی کتخدائی کی دھوم سے
لندن و ہندوستان یکسان مسرت اندوز تھا - اسکے ساتھ ملکہ معظمہ وکٹوریہ مرحومہ کی شان
مین ایک قصیدہ بھی شامل ہے - نثر کے آخر چند سطرین جو ملکہ مرحومہ کی تعریف مین ہین اس
نظر سے درج ذیل کی جاتی ہین کہ انہین انگریزی حکومت کے برکات کے اعتراف کے ساتھ
اُسوقت کے ایجادات کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

"راہ کی بلندی پستی کو مٹایا، سڑک نکال کے راہ راست بنایا - پُل کس طرح کے خوش
قطع بنائے، معمار عقل کی سمجھ مین نہ آئے - کہین دریا کے اوپر پُل ہے کہین پُل کے
اوپر دریا ہے - نیا تماشا ہے - چور، ٹھگ، قزاق کا کہین ذکر ہے نہ نام ہے، مسافر
کو سحر و شام آرام ہے - جہان دن کو قافلے لٹتے تھے وہان رات کو بیوپاری مال لاتے
ہین - اکیلے گھر پہونچ جاتے ہین - ریل کی سواری ایسی نکالی - مہینون کی مسافت
دنون مین طے کرڈالی - تار برقی کی خبر رسانی مین عقل کو حیرانی ہے - جس عرصے
مین وہم و گمان جہان جاتا ہے - اُتنی دیر مین پیام پہونچ کے وہان سے جواب
آتا ہے"

مرزا سرور کی تصانیف مین سب سے بڑی صفت یہ ہے کہ وہ اپنے وقت کی ایک ایک

تاریخ ہیں اور اگر انھیں بالاستیعاب پڑھا جائے تو بہت سے تاریخی نکتے اخذ ہو سکتے ہیں۔ نیز انمیں ہر فن کے متعلق کچھ نہ کچھ معلومات بھی موجود ہے۔ اور پند و نصائح کا بھی وہ ایک بڑا گنجینہ ہیں۔ خصوصاً دنیا کی ناپائداری کے متعلق انمیں بیشمار تلقینات کئے گئے ہیں۔ آخر میں جب مرزا سرور کی آنکھیں بالکل جواب دے چکی تھیں اور انکی عمر بھی اسی سال کے قریب ہو چکی تھی وہ ایک ایسے بڑے کام پر مستعد ہوئے جو نوجوانون کے لئے بھی مشکل ہے۔ یعنی "بوستان خیال" ایسے ضخیم سلسلے کا ترجمہ کرنے والے تھے۔ اسکے متعلق انکی ایک تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا نے اپنے بڑے صاحبزادے سے بوستان خیال کی جلدیں طلب کی تھیں لیکن انھوں نے بستان حکمت (مصنفۂ فقیر محمد خان گویا) بھیجدی تھی جسکی مرحوم نے سخت شکایت لکھی ہے۔

آخر عمر میں مرزا نے بغرض علاج چشم کلکتے کا سفر کیا تھا اور وہان پہونچکر سب سے بڑے ڈاکٹر کا علاج شروع کیا۔ لیکن اسکے علاج سے مرض میں اور زیادتی ہوگئی اور مرزا کئی مہینے تک قیام کرکے واپس چلے آئے۔ اس سفر میں ایک مرتبہ مرزا نے بادشاہ سے بھی ملاقات کی تھی جو اسوقت مٹیا برج کلکتہ میں موجود تھے۔ کلکتہ سے واپسی پر وہ کچھ عرصے تک فرنگی محل لکھنو میں مولوی محمد یعقوب کے یہان مقیم رہے اور ایک کمال سے آنکھیں بنواتے رہے۔ اسکے بعد پھر بنارس چلے گئے اور وہین انکا انتقال ہوا۔ اپنی آخر عمر میں جو خطوط انھون نے اپنے صاحبزادے کے نام لکھے ہیں وہ نہایت درد ناک ہیں جنسے ثابت ہوتا ہے کہ انھیں اپنی زندگی سے بالکل مایوسی ہو چکی تھی۔ کلکتہ سے ایک خط میں لکھتے ہیں:-

"تین چیزیں دنیا میں سخت تر ہیں وہ یہان موجود ہیں۔ ضعیفی میں تنہائی، غربت میں بیماری، مفلسی میں قرضداری۔ کیا کہون لکھ نہیں سکتا۔ بڑی مشقت سے یہ چند سطریں کھینچی ہیں۔ حکیم امجد علی خان صاحب سے عرض کرنا کہ اختلاج قلب ہے طبیعت گھبراتی ہے۔ وحشت بڑھتی جاتی ہے۔ پانوں برف ہو جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ روح مفارقت کرتی ہے"۔

مرزا سرور کی خصوصیات میں سب سے زیادہ ما بہ الامتیاز انکی حب الوطنی تھی۔ لکھنؤ سے چھٹ کے لکھنؤ کے لئے جو بیقراری انکی نظم و نثر میں موجود ہے وہ باغ سے چھٹ کے کسی

بلبل کی فریاد مین بھی مشکل سے ہوگی۔ وہ لکھنؤ کے اُن لوگون مین سے تھے جنھون نے اپنے وطن کی خاک کو اپنی آنکھون کا سرمہ بنایا تھا اور اپنی طولانی عمر کے اعتبار سے اُسکے عروج اور زوال دونون کو اپنی آنکھون سے دیکھا تھا۔ پس جب تک لکھنؤ آباد رہا اُنھون نے اُسکی تمام خوبیان روز روشن کی طرح دکھادی ہین اور جب وہ تباہ ہوگیا تو اُسکی تباہی پر بھی خون کے آنسو بہائے ہین۔ آخر عمر مین وہ بنارس مین مقیم تھے اور اُنکے بڑے صاحبزادے کانپور مین رہتے تھے اور لکھنؤ کا مکان خالی پڑا تھا۔ لیکن وہ بار بار لکھنؤ آتے اور اپنے مکان کو حسرت بھری نظرون سے دیکھ جاتے تھے۔

مرزا غالب اور مرزا سرور نہ صرف ہمعصر تھے بلکہ برابر کی عمرین، مشق، اور تجربہ رکھتے تھے اور دونون کا انتقال بھی ایک ہی سال کے تفاوت سے ہوا ہے۔ مرزا غالب کی تاریخ وفات ۱۸۶۹ء ہے۔ مرزا سرور اُنسے ایکسال پیشتر ۱۸۶۸ء مین رہگراے عالم جاودانی ہوئے ہین۔ اُردو تذکرون مین اُنکا ذکر بہت کم کیا گیا ہے۔ صرف تذکرۂ گلستان بےخزان مین چند سطرین اُنکے متعلق درج ہین۔ لیکن تاریخ پیدایش و وفات اسمین بھی نہین ہے۔ اُنکے معاصر شعرا نے بھی اُنکی وفات پر کوئی تاریخ نہین کہی ہے۔ صرف بداون کے ایک شاعر منشی دیبی پرشاد سحر کی ایک تاریخ نظر سے گذری جو مرزا سرور کے ہمعصر تھے:-

مُرد چون شاعرِ بےمثل سرور در جہان شور و شغب کرد ظہور
ہست جاری بزبانِ ہر کس ہائے آمد الم و رفت سرور

اِس مضمون مین مرزا سرور مغفور کو صرف ایک نثار کی حیثیت سے دکھایا گیا ہے کسی دوسرے مضمون مین اُنکی شاعری سے بھی بحث کی جائے گی۔ افسوس کہ اُنکی خطاطی کے نمونے باوجود کوشش بھی دستیاب نہین ہوئے۔ ورنہ اُنکے فوٹو پیش کرکے مرزا کے اس کمال پر بھی روشنی ڈالی جاتی۔ اسی طرح اُنکی موسیقی کی شہرت بھی اُنھین کیساتھ ختم ہوگئی۔

نوبت راے نظر لکھنوی

اصلاحِ نظامِ تعلیم

فطرت کا یہ قانون ازل سے چلا آتا ہے کہ کسی قوم یا جماعت مین ابتری و بدنظمی جب اپنی حد کو پہونچ جاتی ہے تو اسی طبقہ سے کوئی مصلح اُٹھ کھڑا ہوتا ہے جو اپنی اصلاحات سے ایک انقلاب عظیم برپا کرد یتا ہے۔ آج سے چار سو سال اُدھر انگلستان و فرانس پر غفلت و جہالت کے گہرے پردے پڑے ہوئے تھے، اور تعصب و جمود اپنے شباب پر تھا، کہ انھین ممالک مین بیکن و ڈیکارٹ پیدا ہوئے، جنکے ہاتھون مین علم و روشن خیالی کی مشعلین تھین اور جنھون نے دیکھتے دیکھتے یورپ کو یورپ بنا دیا۔ ترکی مین عین اُسوقت جبکہ بد دیانتی و رشوت خواری، ظلم و جبر، مطلق العنانی و استبداد کی گرم بازاری تھی، مدحت پاشا ایک علمبردار حریت پیدا ہوا، جسے گو اپنی اصلاحات کی قیمت اپنے خون سے دینا پڑی، لیکن چند ہی روز مین ترکی کے بازارون مین حریت، جمہوریت کے سکے چلنے لگے۔

رات جسقدر تیرہ و تار ہوتی ہے، اُسی نسبت سے روشنی کی قدر و قیمت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ہندوستان کی تعلیمی فضا اسوقت ہمہ تن تیرگی ہے۔ نصاب درسی، طریقۂ تعلیم، طریقۂ امتحانات، تعداد مدارس، اساتذہ کا معیار علم، غرض جس سمت بھی نگاہ اُٹھتی ہے، حسرت و یاس کی گھٹائین سرون پر چھائی ہوئی نظر آتی ہین۔ یہان تک کہ حقیقت تعلیم کا آفتاب، تمامتر "دفترشاہی" Bureaucratic اقتدار کے ابر غلیظ کے اندر بے نور ہو کر رہ گیا ہے۔

آئین فطرت مین اس موقع پر اپنا پھر اعادہ کرتا ہے۔ اسی گم کردہ راہ قافلہ مین ایک رہبر و رہنما پیدا ہوتا ہے۔ باطل پرستون کے اسی گروہ مین ایک حق پرست اُٹھتا ہے، جو تحقیق و تنقید کے زبردست تیشہ سے جمود و تقلید کا قلعہ مسمار کرنا چاہتا ہے، اور جسکی صدائے حق سے اقتدار دفترشاہی کے قصر و ایوان تک متزلزل ہو جاتے ہین۔

پروفیسر گیڈیس ۔ Prof. Patrick Geddes اسوقت منجملہ ان چند ممتاز ترین افراد کے ہین جنکی ناموری یورپ مین کسی تعارُف کی محتاج نہین ۔ انکا اصلی مضمون بیالوجی (علم الحیات) ہے۔ اسکاٹ لینڈ کی مشہور یونیورسٹی سینٹ اینڈریوز مین وہ مدت دراز تک باٹنی (علم نباتات) کے پروفیسر رہ چکے ہین، اور اس صنف مین انکے بعض انکشافات اور مجتہدانہ نظریات کو آج سے ۳۰ - ۳۵ سال بیشتر خاص اعزاز حاصل ہو چکا ہے۔ سائنس کے مختلف مہمات مسایل، ارتقاء وغیرہ پر انکی متعدد مستند تصانیف ہین۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (طبع نہم، مطبوعہ ۱۸۸۶ء) مین سائنس کے مختلف عنوانات پر انکے مضامین ہین۔ غرض اسوقت یورپ کی دنیائے سائنس مین انکا تقریباً وہی مرتبہ ہے، جو ایک زمانہ مین پروفیسر ٹنڈل وکلیفرڈ کو حاصل تھا۔ ہندوستان کی خوش قسمتی سے چند سال سے وہ اسی سرزمین پر شہرون کی نقشہ بندی کے سلسلہ مین مقیم ہین۔

یہی وہ کہن سال وجوان ہمت بزرگ ہے، جو ہندوستان کے نظام تعلیم کی اصلاح پر آمادہ ہوا ہے۔ آذر بت تراش کے گھر مین جب ابراہیم بت شکن پیدا ہوئے تو کیا تعجب ہے اگر ہندوستان کی تعلیمی غلامی کو قائم رکھنے والون ہی مین ایک شخص ان بیڑیون کو کاٹنے والا پیدا ہو گیا۔

پروفیسر گیڈیس کی فن تعلیم پر متعدد تصانیف ہین۔ لیکن ان مین ہندوستان کے نقطہ خیال سے سب سے زیادہ دلچسپ ومفید وہ رپورٹ ہے جو انھون نے مجوزہ سینٹرل انڈیا یونیورسٹی (اندور) کے متعلق تحریر فرمائی ہے، اور جسکے مسایل جزئی تغیرات کیساتھ سارے ملک پر یکسان منطبق ہو سکتے ہین۔ صفحات آیندہ مین اسی بیش بہا رپورٹ کے بعض اہم مسایل پر تبصرہ کرنا ہے

دنیا مین اسوقت صدہا یونیورسٹیان قائم ہین کیا وہ سب کی سب ایک ہی نوعیت کی ہین یا ان مین کچھ فرق بھی ہے؟ پروفیسر گیڈیس یونیورسٹیون کے تین [illegible] قرار دیتے ہین۔ ایک وہ جو عہد وسطی کی یادگار ہین، دوسری وہ جو اس سے قبل کی ہین، تیسری وہ جنھین اسکے بعد ہونا چاہیئے۔ انگلستان وفرانس کی بیشتر یونیورسٹیان قسم دوم کے تحت مین آتی ہین۔ ان مین

اور جرمن یونیورسٹیون لندن مابہ الامتیاز کیا شئے ہے؟ صرف آزادی - عام یونیورسٹیان تمامتر مختلف سرکاری و تعلیمی قیود سے جکڑی ہوئی ہین - برخلاف اسکے جرمن یونیورسٹیان بڑی حد تک آزاد ہین - عام یونیورسٹیون مین داخلہ کی شرط امتحان ہے، کامیابی کے ساتھ نکلنے کی شرط امتحان ہے، دوران قیام مین کامیاب رہنے کی شرط امتحان ہے، ترقی پانے کی شرط امتحان ہے، غرض طالب علم کا بال بال امتحان کے قیود سے جکڑا ہوا رہتا ہے - اسکے برعکس جرمن یونیورسٹیان ان قیود سے ایک بڑی حد تک آزاد ہین - بااینہمہ جرمنی سے فضل وکمال، علم و تبحر کا دامن دنیا کی کسی قوم سے دبتا نہین نظر آتا - ہمارے خدایان تعلیم، جو علم و تعلیم کو انھین پابندیون تک محدود سمجھتے ہین، جرمنی کے آزادانہ نظام تعلیم کے ان ثمرات کو دیکھکر محو حیرت رہ جاتے ہین - انکے نقطۂ خیال سے جرمنون کا فضل و تبحر پیدا کرنا تو ایک طرف انھین سرے سے جاہل ہی رہنا چاہیئے - پھر آخر جرمن نظام تعلیم کیون اسقدر بارور ہے؟ پروفیسر گیڈیس اسکا حل ان الفاظ مین کرتے ہین :-

"یہ اسلیئے کہ تحصیل علم، اور خصوصا اسمین مہارت وکمال پیدا ہونے کی بنیاد، اُس جذبۂ شوق پر ہے، جو طالب علم کو اپنے مضمون سے ہوتا ہے - برخلاف اسکے بیرونی دار وگیر یا اندرونی اندیشہ (فکر معاش وغیرہ سے متعلق) صرف رٹانے مین معین ہوسکتے ہین - ان دونون چیزون مین اسقدر بین فرق ہے، جتنا غذا کے اصل دانہ اور اسکی بھوسی مین ہوتا ہے اور اسی فرق کا یہ نتیجہ ہے، کہ جرمن یونیورسٹیان روزافزون ترقی کرتی رہین، درآنحالیکہ انگلستان وہندوستان کی یونیورسٹیون پر غفلت وجمود طاری رہا"

لیکن مقام تاسف ہے کہ کچھ عرصہ سے، جب سے قیصر معزول کو اپنی ہمہ دانی، ہمہ بینی، وہمہ گیری کا خبط ہوا، جرمن یونیورسٹیون کی یہ آزادیان برقرار نہ رہ سکین - اور ان پر حکومت کے طرف سے طرح طرح کے ضوابط وقواعد عائد کیئے جانے لگے، جسکا نتیجہ یہ نکلا، کہ علمی ترقیون کی وہ تیز رفتاری قائم نہ رہ سکی - بقول گیڈیس کے، مذہب کی طرح تعلیم مین بھی زندگی صرف اُسی وقت تک قائم رہ سکتی ہے، جب تک وہ خارجی اثرات سے آزاد ہے - اسلیئے کہ حقیقت سبحی کی روح کوئی ایسی شئے نہین جسے باہر سے پکڑ کر قالب بشری مین ڈھکیل دیا جائے، بلکہ اسکا مستقر اصلی صرف انسان

کا دل و دماغ ہی ہے - اگر ان مین اسکا نشو و نما از خود نہین ہوتا تو کوئی اُسکے پیدا ہی نہین کر سکتا -

ہندوستان کے تعلیمی مستقبل کے نقشہ کش کے لئے لازمی ہے کہ ایک طرف تو اُسکی نظر مین موجودہ دَور تمدن کا سارا ارتقائے تعلیمی ہو، دوسری طرف اُسے ہندوستان کے مخصوص حالات اور یہان کی ضروریات کا پورا احساس ہو - اور ان دونون کو پیش نظر رکھکر وہ ایک جدید پروگرام (نظام عمل) مُرتب کرے، جو یقیناً ایک بڑی حد تک مکمل ہوگا - اس باب مین سب سے زیادہ توقعات کلکتہ یونیورسٹی کمیشن سے تھین، جسکے بعض ارکان، خصوصاً ڈاکٹر سیڈلر، اسوقت یورپ کے ماہرین فن کی صف اول مین جگہہ رکھتے ہین - لیکن افسوس ہے کہ اس سے یہ توقعات پوری ہوتی نظر نہین آتین، اسلئے کہ اگرچہ کمیشن کی رپورٹ ہنوز شایع نہین ہوئی تاہم جن مطبوعہ سوالات پر اہل کمیشن نے رائین طلب کی ہین - ان سے اسکی نوعیت کا بہت کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے -

البتہ اسکی تلافی ایک حد تک پروفیسر گیڈیس کی رپورٹ کئے دیتی ہے - اور جو کام سرکاری کمیشن کے متعدد ارکان ملکر نہ انجام دے سکے، وہ ایک فرد واحد نے اپنی دلیری و آزاد خیالی کے بل پر انجام دیدیا -

ہندوستان کا ایک زراعتی ملک ہونا، ایک پیش پا افتادہ حقیقت ہے، جسکا بار بار اعادہ کیاجاچکا ہے - لیکن پروفیسر گیڈیس اسکی بنیاد پر جو تعلیمی عمارت قائم کرتے ہین، وہ قابل دید ہے - وہ فرماتے ہین، کہ اس حقیقت کے مسلّم ہوجانے کے بعد موجودہ نظام تعلیم، جسکا اصل مقصود ملازمت اور ضمناً وکالت ڈاکٹری وغیرہ بعض پیشون مین سہولت ہے، از خود سرے سے باطل ہوجاتا ہے، بلکہ ان سب مضامین کے بجائے اصلی نصاب درس زرعی تعلیم کا رکھنا چاہئے - اور تمام دیگر مضامین کو اسی محور پر گردش کرنا چاہئے، اور اِسی مرکز کے گرد حلقہ زن رہنا چاہئے - اور یہ رائے بلا دلیل نہین، بلکہ اس تجویز کی تائید کے لئے متعدد معقول وجوہ ہین - مثلاً

(۱) مرفہ الحالی - زراعت کی ترقی سے لامحالہ دولت مین بھی ترقی ہوگی، اور اِس طرح افراد و ملک دونون کی خوشحالی مین اضافہ ہوگا -

(۲) حقیقی تعلیمی ترقی - موجودہ حالت مین سارا زور حافظہ پر پڑتا ہے، اور طلبہ اپنے کتابی

اسباق کو محض ازبر کرنے سے بخوبی کامیاب ہو سکتے ہین۔ بخلاف اسکے زراعت کا سارا کام کھیتون مین اپنے ہاتھ سے کرنے سے آلات حواس، قوت مشاہدہ و دیگر قوائے ذہنی سب کی تربیت برابر ہوتی جائیگی۔ اور یہی تعلیم کا مقصود حقیقی ہے۔ موجودہ صورت مین انسان صرف کتابی معلومات حاصل کرتا رہتا ہے۔ لیکن اس صورت مین اُسکے سامنے خود صحیفۂ فطرت کے اوراق کھُل جائینگے۔

(۳) علوم طبعی مین مہارت۔ زراعتی تعلیم کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوگا، کہ اسی کے ساتھ ساتھ جملہ اصناف سائینس کی تعلیم بھی از خود حاصل ہوتی رہیگی۔ سائینس کی رفتار اسوقت اپنے تمام شعبون مین اعمال حیاتیہ کی جانب ہے۔ مادہ کے جمود و سکون کا تخیل اب متروک ہوگیا ہے، اور اسکے بجائے رفتہ رفتہ ہر شعبہ حکمت مین مرکزی اصول قوانین حیات قرار پاگئے ہین۔ طب، طبیعیات، کیمیا جس شعبہ کو رکھا جائے، ہر جگہ رفتار کا رُخ اُسی جانب معلوم ہوگا۔ اور فن زراعت کا اصل الاصول بھی یہی نشو و نما کا تخیل ہے۔

(۴) ادب و تاریخ کی تربیت۔ معترض کہہ سکتا ہے، کہ باوجود ان سب باتون کے، پھر بھی زراعت کو ادب و تاریخ سے کوئی مناسبت نہین، اور اس سے یہ علوم بالکل بےتعلق و بیگانہ ہین۔ لیکن یہ خیال بھی صحیح نہین۔ جو لوگ کھیتون مین اپنے ہاتھون ہل چلائینگے۔ وہ یقیناً قدیم راگ بھی گائینگے، پُرانے طرز سخن سے بھی واقفیت رکھینگے، اور قدیم ڈراما کی بھی یاد تازہ کردینگے۔ ساتھ ہی مختلف سرزمینون مین پھرنے سے انھین تاریخی، و جغرافی معلومات بھی کافی حاصل ہوتے رہینگے، اور قدیم زبان و ادب سے متعلق جسقدر روایات انھین ملسکتی ہین، اپنے کالج کے چار دیواری کے اندر محدود رہنے والون کو خواب مین بھی نہین نصیب ہوسکتین۔

ان دلائل اور اس نتیجہ کی صحت سے زراعتی تعلیم کو ہمارے نصاب مین مرکزی حیثیت حاصل ہونا چاہیئے، شاید کسی کو بھی اختلاف کی گنجایش نہو۔ تاہم ہمارے نزدیک فاضل ریویو کی یہ اصلاح نامکمل ہے۔ زراعتی تعلیم کے فوائد عظیم و اہمیت بالکل مسلم ہے۔ لیکن محض اس پر قانع رہنا ہرگز کافی نہین، تاوقتیکہ صنعتی و تجارتی تعلیم کی بھی آمیزش اسمین نہ کی جائے۔ گو

ہندوستانیوں کو ہندوستان ہی کے اندر گزر کرنا ہے، تاہم مقابلہ وسابقہ یورپ کے تمدن سے ہے، جسکا مایۂ خمیر صنعت وتجارت ہے - اور اس میدان میں معاصرین سے بازی لیجانا کیا معنی، خود اپنی ہستی قائم رکھنا بھی ممکن نہیں، جب تک ہمارے پاس بھی حریف ہی کے اسلحہ خانہ کے حربہ نہوں - اور حریف کے اسلحہ خانہ میں سب سے زیادہ قوی وکارگر حربہ بھی صنعت، حرفت، وتجارت ہے -

پروفیسر گیڈیس، تعلیم ومتعلقات تعلیم کے متعدد مسایل پر بحث کرنے کے بعد اس سوال پر متوجہ ہوتے ہیں، کہ یونیورسٹی کے مادی متعلقات میں سے کن کن چیزون کا وجود ضروری ہے؟ اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز، ظاہر ہے کہ عمارات یونیورسٹی کی مقامیت کی موزونیت ہے - انکی جگہ یقیناً ایسی ہونی چاہیئے جو انکے لئے موزون ومناسب ہو شہرون کی گنجان آبادی سے علیحدہ گی، آب وہوا کی صفائی، جگہ کا پُرفضا ہونا، یہ لوازم میں سے ہیں - لیکن وہ ہیں کون کون عمارات، جنکا یونیورسٹی سے ملحق ہونا ضروری ہے؟

فاضل پروفیسر جواب دیتا ہے کہ تین چیزین - ایک لایبریری (کتبخانہ) دوسرے میوزیم (عجائب خانہ) تیسرے ھیٹر (یعنی اکھاڑہ) ان تینون کی ضرورت ہر شخص کے نزدیک مسلّم ہوگی، لیکن دراصل اہم شئے ان چیزون کی نوعیت ہے - یعنی کس طرح یہ قایم کی جاتی ہیں، اور کیونکر ان سے کام لیا جاتا ہے - کتبخانہ کا تخیل عام دماغون میں یہ ہے کہ بہت سی کتابیں ایک جگہ لاکر جمع کردی جایئں، حالانکہ کتب خانہ کا صحیح مفہوم، محض کتابون کے ڈھیر سے کہیں بالاتر ہے - کتبخانہ کا اصل مقصد یہ ہے، کہ زیادہ سے زیادہ افراد اس سے بہرہ اندوز ہون - اس مقصد کے حصول کا یہ طریقہ نہیں، کہ کتابیں ہر وقت نہایت احتیاط سے الماریون کے اندر مقفل رہیں، اور انکی جلدیں نہ خراب ہونے پائیں - بلکہ ایسی ہر ممکن کوشش عمل میں لانا چاہیئے، جس سے جمہور کو کتب خانہ کی جانب رغبت وکشش ہو - سب سے بڑی بات یہ ہے، کہ کتب خانہ، ہر درجہ، ہر طبقہ، ہر عمر اور ہر جنس کے افراد کے لئے ہونا چاہیئے - ایک اعلیٰ ومکمل کتب خانہ کا پہلا کمرہ بیرونی ناظرین کے لئے ہوگا یعنی وہ لوگ جو کتب خانہ کے ارکان (چندہ دہندہ) بننا پسند کریں، وہ اپنے گھرون پر کتابیں لے جائیں - یہ کمرہ اوپر سے نیچے تک کتابون کے انبار سے

معمور ہوگا، اور دو ایک محرر ہر وقت اپنے رجسٹر کھولے ہوئے کتابون کی "درآمد" و "برآمد" کے اندراج مین مصروف ہونگے - دوسرا کمرہ اُن لوگون کے لئے ہوگا جو متفرق معلومات اعداد و حوالجات وغیرہ کی تلاش مین آتے ہین - اِسمین چارون طرف مختلف انسائیکلوپیڈیا ڈکشنریان، سرکاری رپورٹین، وغیرہ متفرق معلومات کی کتابین فراہم ہونگی، اور درمیان مین بڑی بڑی میزین مع سادے کاغذات کے لگی ہونگی - اس سے آگے بڑھئے، تو وہ کمرہ نظر آئیگا، جو ماہرین فن کے لیے مخصوص ہے، فلسفہ، تاریخ، وغیرہ مختلف علوم و فنون کے متعلق دقیق، مستند، و نادر کتابون کا ذخیرہ اسمین موجود ملیگا - اسکے مقابل جو کمرہ ہوگا، وہ عام شائقین کے لئے ہوگا - اسمین کثیر التعداد اخبارات، رسایل، اور ناول، تاریخ، وغیرہ عام مذاق کے مطبوعات کا انبار ہوگا - اسکے متصل ایک اور کمرہ ہوگا، جو بچون کے لئے مخصوص ہوگا - اسمین صرف ایسی چیزین ہونگی، جن سے بچون کو دلچسپی ہو، مثلاً بالتصویر رسالے، چھوٹی کہانیون کی کتابین وغیرہ - دوسری جانب اِسکے متصل پردہ نشین خواتین کے لئے کمرہ ہوگا، تاکہ اُن بچون کی مائین بھی اُنکے ہمراہ آسکین - اس کمرہ مین ہر شئے زنانہ مذاق کی ہوگی - مثلاً اُمور خانہ داری، تربیت اطفال، ازدواجی زندگی، مشاہیر النسوان کے حالات، وغیرہ پر کتابین - غرض اِس طرح ہر عمر، ہر جنس، اور ہر مذاق کی ضروریات و دلچسپی کا پورا لحاظ کرکے لائبریری کو متعدد کمرون مین تقسیم کرنا چاہیئے - ہر کمرہ کے سامنے برآمدہ ہونا چاہیئے - اور یہ بھی ضروری ہے کہ سامنے خوشنما چمن بھی ہو -

ہندوستان کے موجودہ سرکاری کتب خانون، اور کالجون کے کتب خانون مین سے کتنے اس معیار پر پورے اُتر سکتے ہین؟

علیٰ ہذا عجائب خانون کی ترتیب و نظام مین بھی یہی اصول پیش نظر رکھنا چاہیئے - بحالت موجودہ عجائب خانہ محض ایک گودام کی حیثیت رکھتے ہین، حالانکہ عجائب خانہ کو اصلی معنی مین خانۂ عجائب و غرائب ہونا چاہیئے - یعنی ایسا کہ ہر شخص کو اسکے دیکھنے کی تمنا ہو - اور دیکھنے کے بعد بھی سیری نہو - ایک اعلیٰ عجائب خانہ بیسیون مختلف صیغون مین تقسیم ہوگا، جس مین دست قدرت، و مصنوعات انسانی کے جملہ عجائب و نوادر بہ حُسن اسلوب

آراستہ ہونگے۔ اسکا ایک حصہ زرعی عجائب کے لئے مخصوص ہوگا، دوسرا صنعتی کے لئے۔ تیسرا تاریخی، چوتھا جغرافی، پانچوان طبی، چھٹا علمی کے لئے۔ وقیس علیٰ ہذا۔ غرض یہ ایک ایسی نمایشگاہ ہوگی، جو ہر عمر، ہر طبقہ، ہر استعداد کے افراد کے لئے یکسان دلچسپ ہوگی۔ پھر اسی کے متصل ایک ورکشاپ (کارخانہ) بھی ہوگا، اور چھوٹے پیمانہ پر ایک بازار بھی جس مین ہر اہل حرفہ اپنے اپنے پیشہ کے کام مین مصروف ہوا کا۔ آہنگر، نجار، جوہری، سنار، نقاش وغیرہ سب ایک ایک سمت اپنے کمال کی نمائش کرتے ہونگے۔ اور عجائب خانہ کے اسٹاف کے لوگون کا یہ فرض ہوگا، کہ علاوہ عجائب خانہ کے مشمولات کی مطبوعہ فہرستون کے جو وہ ہر داخل ہونیوالے کے ہاتھ مین دے دینگے خود بھی اُنکے ساتھ گشت لگائینگے۔ اور اپنی تشریحات سے شائقین مین مزید شوق پیدا کرتے رہینگے۔ بلکہ وقتاً فوقتاً لیکچر بھی دیتے رہینگے۔

کیا ہندوستان کا کوئی عجائب خانہ اسقدر جامع و مکمل ہے؟

رہا وہ تھیٹر یا اکھاڑہ، تو اسمین طلبہ کو جسمانی ریاضت کرنا چاہیئے، اور کشتی کے فن کو جو تعلیم یافتہ گروہ مین بالکل متروک ہوگئی ہے، ازسرِنو زندہ کرنا چاہیئے۔ اسکے چارون طرف پُرفضا لان (سبزہ زار میدان) ہونا چاہیئے، جہان مختلف تفریحات کا سامان ہوتے رہنا چاہیئے مثلاً آج بینڈ بج رہا ہے، کل پارٹی ہو رہی ہے، پرسون محفل مشاعرہ ہے، وغیرہ۔

ہمارے نزدیک متعلقات یونیورسٹی مین، پروفیسر گیڈیس کی ان چیزون پر بعض اور متعلقات کا بھی اضافہ کردینا چاہیئے، مثلاً ایک رائیڈنگ اسکول (گھوڑے کی سواری سیکھنے کا سامان)، حمام، سوئمنگ باتھ (پیراکی کا تالاب) وقیس علیٰ ہذا۔ تاکہ یونیورسٹی کی آبادی بجاے خود ایک مستقل شہر ہو جائے، اور علم و تجربہ کی تحصیل کے لئے طلبہ، ہر حیثیت سے بیرونی اشیاء سے بے نیاز ہو جائین۔

پروفیسر گیڈیس، نظام امتحانات کے دشمن ہین، اُنکے خیال مین امتحانات معیار ہین، مگر کس چیز کے؟ طلبہ کی قابلیت کے نہین، بلکہ ناقابلیت کے، استعداد کے نہین بلکہ بے استعدادی کے، لیاقت کے نہین نالایقی کے، سمجھ کے نہین بلکہ ناسمجھی کے۔ اہلیت کے نہین نااہلی کے، دعویٰ یہ کیا جاتا ہے کہ امتحان سے طلبہ کی عقل و معلومات کا اندازہ کرنا منظور کرنا ہوتا ہے، حالانکہ

عملاً کیا یہ جاتا ہے، کہ طالب علم پر دنیا کے تمام معلومات کا دروازہ بند کرکے اُسے صرف ایک یا دو کتابون کے اندر مقید کردیا جاتا ہے۔ پھر امتحان مین کامیابی کے لئے اِن مخصوص کتابون کو بھی پڑھنا ضروری نہین، البتہ اُنکی شرحون کو رٹ لینا لازمی ہے۔ دوران تعلیم کا بیشتر حصہ، وقت امتحانات کی تیاری مین صرف ہوتا ہے، پھر آخری امتحان مین صرف تین گھنٹے کے پرچہ کی بنا پر اُسکی ساری اہلیت و نا اہلی کا فیصلہ کردیا جاتا ہے! پروفیسر موصوف فرماتے ہین۔ کہ یہ طریقہ اسی حدتک قرین عقل ہے، جس حدتک یہ کہ کوئی شخص دعویٰ یہ کرے کہ مین مختلف پرندون کی قوت پرواز کا امتحان کرنا چاہتا ہون اور کرے یہ کہ بجائے اُنکو کھلے میدان مین چھوڑنے کے ایک کمرہ کے اندر چھوڑے، اور کمرہ سے بھی تمام تازہ ہوا خارج کرکے!

پھر موجودہ یونیورسٹیون کے نظام مین ریسرچ (تحقیقات عالیہ) کا مرتبہ بالکل آخری رکھا گیا ہے۔ یعنی جب بیسون امتحانات پاس کرے۔ ایم۔ اے۔ کی ڈگری حاصل کرچکے، جب کہین وہ تحقیقات عالیہ کے کام کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔ گویا اسکا مطلب یہ ہی، کہ جب زبان رٹتے رٹتے تھک جائے جب دماغ مین کوئی تازگی نہ باقی رہ جائے، جب قوت حافظہ بار اُٹھاتے اُٹھاتے ماؤف ہوجائے، جب قوائے اجتہادی ہرطرح ماند پڑچکے، اُسکے بعد طالب علم سے یہ توقع کیجاتی ہے کہ وہ تحقیق و اجتہاد سے کام لینا شروع کرے! کیا دنیا کی کوئی توقع اس سے زیادہ بے اصل ہوسکتی ہے؟

دُنیا مین اب تک جیسے محققین و مجتہدین اعظم ہوئے ہین۔ اُن مین سے کوئی یونیورسٹیون کا اعلیٰ درجہ کا سندیافتہ نہ تھا۔ شیکسپیر اسکول سے ہمیشہ بھاگتا رہا۔ اسپنسر کسی کالج کا تعلیم یافتہ نہ تھا۔ ڈاروِن کے پاس یونیورسٹی کی اعلیٰ ڈگریان نہ تھین۔ ان لوگون نے شروع ہی سے اپنے دماغون کو ادب یا علم و حکمت کے اصل مسایل سے آشنا بنائے رکھا، اور بجائے رٹنے کے اپنے دماغ سے کام لیتے رہے۔

حامیان نظام امتحانات کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر امتحانات کا طریقہ اُٹھا دیا جائے تو پھر استعداد و اہلیت کی جانچ کا معیار کیا باقی رہتا ہے۔ امتحان کے نقائص مسلّم سہی، لیکن آخر اسکا علاج کیا ہے!

پروفیسر گیڈیس کا جواب ہے، کہ قابلیت و استعداد کو حسب ذیل طریقون سے جانچنا چاہئے۔
(۱) طالب علم نے دوران تعلیم مین جیسا کام کیا ہے، اُسے خاص اہمیت دینا چاہیئے۔
(۲) بجائے تین گھنٹہ کے پرچہ اور خارجی ممتحن کے، اساتذہ بطور خود طلبہ کی استعداد کو جانچتے رہین۔
(۳) اختتام تعلیم پر بجائے موجودہ طرز امتحان کے تحریر و تقریر دونون طریقون سے طلبہ کی قابلیت جانچی جاسکتی ہے۔ یعنی مختلف مسائل پر ان سے گفتگو کی جائے۔ نصاب درس کے علاوہ خارجی چیزون سے متعلق اُنکے معلومات کا اندازہ کیا جائے، وقیس علی ہذا۔

راقم ہذا نے اس امتحان کے مسئلہ پر کافی غور کیا ہے، اور بمبئی کے انگریزی رسالہ انڈین ایجوکیشن مین اس موضوع پر ذرا تفصیل سے گفتگو کی ہے، یہان پروفیسر گیڈیس کی مجوزہ اصلاحات کی تائید مین صرف اسقدر کہنا کافی ہوگا، کہ تاوقتیکہ موجودہ نظام تعلیم مین اُصولی تغیرات نہونگے، کوشش اصلاح چندان سودمند نہین ہوسکتی۔ پہلی شرط یہ ہے کہ نظام تعلیم مین مرکزیت و اہمیت تعلیم کو حاصل ہونا چاہیئے۔ نہ کہ امتحان کو جیسا کہ بالفعل ہو رہا ہے۔ امتحان کو تعلیم کا ماتحت بنانا چاہیئے، نہ کہ اُسکا افسر۔ طالب علم کے لئے سب سے زیادہ مہتم بالشان شخصیت اُستاد کی ہونا چاہئے نہ کہ ممتحن کی۔ اس اصلاح کا نتیجہ یہ ہوگا، کہ اُستاد پر نصاب مقررہ کی غلامی فرض نہ رہیگی، بلکہ وہ اپنی ذمہ داری پر طلبہ کے مذاق، رجحان طبیعت، و استعداد کو دیکھکر ان مین علمی شوق پیدا کرسکیگا۔ دوسری لازمی شرط یہ ہے، کہ یہ جو بالکل غیر متعلق و غیر مربوط مختلف مضامین مین اغراض امتحان کے لئے جو زبردستی کی یکجائی پیدا کی جاتی ہے، اُسکا فوراً انسداد ہونا چاہیئے۔ منطق کو تاریخ سے آخر کیا واسطہ ہے؟ فارسی یا سنسکرت زبان کو مغربی فلسفہ سے کیا تعلق ہے؟ ترجمہ کی قابلیت اور ڈرائینگ مین کیا ربط ہے؟ (اگر ان چیزون مین قریبی باہمی تعلق تسلیم کرلیا جائے، تو دُنیا کی کوئی شئے ایکدوسرے سے بے تعلق نہین رہ سکتی، اور بالکل مختلف بلکہ متضاد چیزون مین اتحاد لازم آئیگا) چنانچہ آئے دن کا یہ تجربہ ہے، کہ ایک طالب علم ایف۔ اے کے امتحان مین منطق کے پرچہ مین ۸۰ و ۹۰ فیصدی نمبر پاتا ہے، لیکن تاریخ کے پرچہ مین چند سے زائد نہین پاتا۔ بی۔ اے کلاس کا ایک طالب علم سنسکرت، عربی، یا فارسی مین اول رہتا ہے، لیکن فلسفہ یا ریاضی مین بالکل ناکام رہتا ہے۔ اور اس طرح باوجود ایک فن مین غیر معمولی قابلیت کے،

یونیورسٹی کی نظرون مین بالکل ناقابل رہتا ہے۔

یونیورسٹی کی عمارت، پروفیسر گیڈیس کے خیال کے مطابق ایک بلند مقام پر تعمیر کرنا چاہیئے۔ تاکہ طالب علم کسی قدر جسمانی ورزش کے بعد ہی اس ٹیلہ تک پہونچ سکے جس سے دوران خون ذرا تیز ہوجائے، دل ودماغ چاق ہوجائین، اور طبیعت بشاش ہو۔ تعلیم کے لیئے خواہ مخواہ کمرون کے اندر مقید رہنا ضروری نہین۔ بلکہ کھلی ہوئی جگہون مین بھی اسی طرح تعلیم حاصل کی جاسکتی ہے۔ جغرافیہ، ہیئت، طبیعات، کیمیا، نباتات، حیوانیات ان تمام تجربی علوم کی تعلیم جیسی آزادانہ صحیفۂ فطرت کے مطالعہ سے ہوسکتی ہے ہدست انسانی کی لکھی ہوئی کتابون سے ممکن نہین۔ پروفیسر موصوف کا ایک محض اجمالی کلّیہ نہین، بلکہ اس نے نہایت شرح وبسط سے اسکی جزئیات پر گفتگو کی ہے، لیکن یہ تبصرہ اس تفصیل کا متحمل نہین ہوسکتا۔

اسی سر بفلک منارۂ علوم کے ایک پہلو مین ایک حجرہ بھی ہونا چاہیئے جسمین خالص ذہنی علوم، مثلاً فلسفہ والٰہیات کے طالب علم بیٹھکر غور وفکر مین مصروف رہ سکین۔ علمی ترقی کی رفتار مین مشاہدہ ومطالعہ کے دوش بدوش مراقبہ ومکاشفہ کو بھی چلنا چاہیئے۔ اور فاضل پروفیسر اس طرف سے غافل نہین۔

لیکن ایک شئے اب بھی باقی رہ گئی، مانا کہ ان ذرایع وتدابیر سے علمی ترقی بہت کافی ہوگی، ہندوستان مادی وذہنی دولت سے مالامال ہوجائیگا لیکن یہ بیچینی کی وبا جو مدارس مین پھیل گئی ہے آخر اسکا بھی کوئی علاج ہے؟ مانا کہ آیندہ ہمارے ہان کثرت سے۔ جی۔ سی۔ بوس و ٹیگور پیدا ہونے لگینگے، لیکن یہی سرزمین بم پھینکنے والے اور قتل وغارت کرنے والے شوریدہ سر نوجوانون کو تو بھی وجود مین لائیگی؟

پروفیسر گیڈیس کے نزدیک یہ مرض لاعلاج نہین وہ نسخہ تجویز کرتے ہین لیکن انکا مجوزہ نسخہ وہ نہین، جو حکومت کے ضابطۂ قوانین فوجداری کے صفحات پر ثبت ہے۔ انکا نسخہ وہ نہین، جو حاکم ضلع کے میز پر ہر وقت موجود رہتا ہے۔ بلکہ وہ بالکل ایک جدید قسم کا ہے۔ تشخیص وعلاج دونون خود انھین کے زبان سے سننے کے قابل ہین۔

انقلاب خواہ و بغاوت پسند افراد نوجوانون کی اس جماعت سے پیدا ہوتے ہین، جو معاملۂ

حالات وکیفیات سے نہایت غیر مطمئن اور اسکی طالب اصلاح ہوتی ہے۔ تو اگر دیکھا جائے تو
ان گمراہون کی اصل نیت بھی اصلاح ہی کی ہوتی ہے۔ ان لوگون کے لئے اصلی پولیس خود ہمکو
پروفیسرون کو ہونا چاہیئے۔ جنکو چاہیئے کہ اس جماعت کے سامنے اصلاح وترقی کے بہترین
مناظر پیش کرتے رہین قبل ازین کہ اسکے پرجوش افراد کو ناکامیون اور مایوسیون سے تنگ کام ہوکر
بالکل تنگ آمد بجنگ آمد کے عمل پر مجبور ہونا پڑے۔ ہمارا فرض ہے، کہ ان بچین وغیر مطمئن ہستیون
کو اعمال حیات مین از سر نو تعلیم دین، انھین حیات وعمل کے مہمات مشاغل کی قدر کرنا، اور
انھین حصہ لینا سکھائین۔ فنون نافعہ وفنون لطیفہ، طب وزراعت، اقتصادیات وسیاسیات،
تہذیب ومعاشرت، ہر قسم کی تعلیم وتربیت انھین دین۔ اور ساتھ ہی اخلاقی تعلیم بھی۔ نیز یہ
یقین ان کے دلون مین راسخ کرین، کہ انکے شہر، انکے ملک، انکی قوم مین اصلاحات ہونا
ناممکنات مین سے نہین،،

اِس طرز تعلیم واصلاح کا نتیجہ کیا ہوگا؟ اِس خوش آیند خواب کی تعبیر بھی پروفیسر موصوف ہی کی
زبان سُنائیگی:-

"مین اِس بنا پر کہ لکھنؤ کے بابو گنگا پرشاد ورما آنجہانی جیسے اشخاص کے حالات سے خوب
واقف ہون، جو شروع شروع مین کچی عمر شوریدہ سر اور امن عامہ کے لئے پُرخطر معلوم ہوتے تھے
مگر جنھین آخر عمر مین جب عملی کام کرنے کے موقع دئے گئے، تو کسقدر فہمیدہ اور مُدبّر ثابت ہوئے
نیز اس بنا پر کہ مرحوم کی تجویزون اور منصوبون ہی کے سلسلہ مین مجھے بھی پورے دو برس کام
کرنے کا موقع ملا، پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہون، کہ موجودہ شوریدہ سر نوجوانون کی
پوری نصف تعداد ایسی ہے، جو محض گم کردہ راہ مُصلح شہر ونقشہ بند ہے۔ مین تیار ہون کہ
اُنکے موجودہ نیک نیت مگر غیر دور اندیش مُربّیون کی سرپرستی سے اُنھین لیکر اپنی تعلیم مین رکھون۔
اور اُنکے وطن کے علاوہ کسی شہر مین اُنھین تربیت دون، تو یہ لوگ یقیناً شہرون کی خدمت
ونقشہ بندی وغیرہ کے مشاغل پر آمادہ ہوجائینگے . . . . مین پیشینگوئی کرتا ہون،
کہ اس طرز تعلیم سے موجودہ شوریدہ سر نوجوان رفتہ رفتہ فہمیدہ وکارگزار مُصلحون کی صف مین
داخل ہوجائینگے، جو اس قابل ہونگے، کہ انکے محترم پیشرو گنگا پرشاد ورما کی طرح، کے ہمیشہ بھی

انکی یادگارین قائم کرین، اور ان مین انکی تصویرین آویزان کرین"۔

کسی ہندوستانی کے قلم سے اگر یہ الفاظ ادا ہوئے ہوتے، تو انڈین ایجوکیشنل سروس کی فوق الانسان ہستیون کے پاس اِنکے صرف دو جواب ہو سکتے تھے، ایک چین ابرو، دوسرے خندۂ تحقیر۔ دیکھنا ہے کہ موجودہ صورت مین اِنکا استقبال کس عنوان سے کیا جاتا ہے۔

سچ یہ ہے کہ انگلستان کی عظمت اِسوقت پروفیسر گیڈیس ہی جیسے آزاد خیال، وسیع النظر وروشن خیال علماء محققین کے دم سے وابستہ ہے۔

عبد الماجد

رسید کتب

(۱) گلکدہ عزیز۔ دیوان غزلیات حضرت عزیز لکھنوی .... عہ،

(۲) نیرنگ سحر۔ یعنی فسانہ شگفتہ مصنفہ حضرت سحر ہتگامی ۸؍ مطبوعہ زمانہ پریس کانپور

(۳) روشنی رانی (ایک قصہ) از مسٹر نواب رائے۔ ۸؍ مطبوعہ زمانہ پریس کانپور۔

(۴) گلزار بادشاہ مصنفہ جناب قادر بادشاہ صاحب مرحوم ۱۲؍ از مسٹر محمد عبد الرشید گوڈون اسٹریٹ مدراس

(۵) گنجینہ۔ مصنفہ حضرت شوق قدوائی عہ، مطبوعہ مطبع سعیدی رام پور

(۶) دیوان حسرت حصہ چہارم عہ، از انجمن نظربندان اسلام دہلی۔

(۷) مثنوی کرشمۂ قدرت کاملہ مصنفہ مسٹر اکھوری جھیل بہادر رہا اسٹیٹ کنٹرولر آف ہکونٹس گورنمنٹ ہارنیس فیکٹری کانپور ۳۰؍

(۸) اخبار الصنادید۔ مصنفہ خانصاحب حکیم محمد نجم الغنی صاحب المتخلص نجمی رامپوری۔ مطبوعہ مطبع نولکشور لکھنؤ (حجم ۱۲۰۰ صفحات)

کیا آپ زمانہ کی ترقی چاہتے ہین۔ اگر چاہتے ہون تو اپنے احباب کو اسکی خریداری پر مائل کیجئے ہم بھی رسالہ کو ترقی دینا چاہتے ہین بشرطیکہ آپ بھی ہماری امداد فرمائین۔

منیجر زمانہ

ازدواج باہمی کے متعلق مسٹر پٹیل کا مجوزہ قانون

ہم دیکھتے ہین کہ بعض حلقوں مین آنریبل مسٹر پٹیل کے مجوزہ قانون ازدواج باہمی کے متعلق بہت غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے - اور لوگون نے بیوجہ ایک طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا ہے - قدیم خیال کے بعض ہندؤن نے دھرم کی دوہائی دیکر ناواقف اور جاہل طبقہ مین بل کے خلاف مخالفت پیدا کرنے مین بڑی سرگرمی سے کام لیا ہے - اور آنریبل مسٹر پٹیل پر ذاتی حملہ کرنے سے بھی دریغ نہین کیا ہے - کیا اچھا ہوتا اگر یہ جوش اور سرگرمی جس سے اس مسودہ قانون کی مخالفت کی گئی ہے کسی بہتر کام مین صرف ہوتی جس سے درحقیقت ہندو قوم کو کوئی معتدبہ نفع پہونچتا -

ہم اس مضمون مین یہ دکھلانا چاہتے ہین کہ حقیقت مین اس مسودہ قانون کا منشا کیا ہے اور جو اعتراضات کہ اسکے متعلق کئے جاتے ہین اُنکی کیا اصلیت اور اہمیت ہے - کیونکہ ہمارے خیال مین مخالفین کی ایک کثیر جماعت ایسی ہے جسنے پٹیل بل کو نہ اچھی طرح پڑھا ہے اور نہ اُسکے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی ہے اور نہ اس بات کی کوئی تحقیقات کی ہے کہ مستند ہندو گرنتھ اس مسئلہ کی بابت کیا بتلاتے ہین -

بل کا منشا اسکے دوسری دفعہ سے ظاہر ہوتا ہے جو حسب ذیل ہے -

بل کا منشا کیا ہے | کوئی شادی درمیان اہل ہنود محض اسوجہ سے ناجائز نہوگی کہ فریقین ایک ہی ذات کے نہین ہین - ہرچند کہ اُنکا کوئی رسم و رواج یا دھرم شاستر کا کوئی مفہوم اسکے خلاف کیون نہو" (دفعہ ۲)

مخالفین اکثر اس امر کو بھی نظر انداز کر دیتے ہین کہ یہ بل ایک محض اختیاری قانون ہے کسی کے لئے یہ لازمی قرار نہین دیتا کہ خواہ مخواہ فریقین مختلف ذاتون مین شادیان کرین -

نہ یہ بل کسی برادری یا پنچایت کے رسم و رواج یا فیصلون مین کوئی دست اندازی کرتا ہے۔ اِس بل کے قانون ہو جانی پر بھی ہر ایک برادری یا پنچایت کو یہ اختیار باقی رہیگا کہ وہ لپنے کسی ممبر کو اپنی ذات کے سوا کسی دوسری ذات مین شادی کرنے پر اگر مناسب سمجھے تو برادری سے خارج کر دے۔

سنہ ۱۸۳۲ء سے گورمنٹ آف انڈیا کی بھی یہی پالیسی رہی ہے کہ ہر فرقہ و جماعت و افراد کی ضمیر کی آزادی کا پورا لحاظ کیا جائے۔ چنانچہ ریگولیشن ۱۸۳۲ء کی رُو سے گورمنٹ نے یہ قرار دیا تھا کہ کوئی شخص محض ترک مذہب یا برادری سے اخراج کی وجہ سے لپنے حقوق یا جائداد سے محروم ہو سکے گا اسی پالیسی کا اظہار بذریعہ ایکٹ ۱۸۵۰ء کیا گیا ہے۔ ہندؤن کے لئے یہ کوئی نیا اصول نہ تھا کیونکہ ضمیر کی آزادی کی ہندؤن مین ہمیشہ سے قدر رہی ہے۔ منو مہاراج نے جو چار معیار دھرم جانچنے کے لئے بتلائے ہین اُسمین بھی آخری معیار یہی ہے کہ جو تمہاری آتما کو اچھا معلوم ہو یعنی جو تمہارا ضمیر تسلیم کرے۔

پریوی کونسل نے سنہ ۱۸۱۱ء مین (۵ اکلکتہ ویکلی نوٹس صفحہ ۵۴۵) قانون متذکرہ صدر کی بنا پر یہ طے کیا ہے کہ کسی ہندو یا اُسکے وارث کا کوئی حق ذاتی یا متعلق جائداد محض اسوجہ سے زایل ہوگا کہ وہ مسلمان یا عیسائی ہو گیا ہے۔ یا برادری نے اُسکو خارج کر دیا ہے۔ اِسی طرح جو ہندو کہ سول میرج ایکٹ ۱۸۷۲ء کے مطابق اپنی ذات کے باہر شادی کرکے یہ اعلان کر دے کہ وہ ہندو نہین ہے تو بھی اُسکے کوئی حقوق زایل نہین ہوتے اور شادی جائز شادی قرار باقی ہے۔

پس قوانین اور پریوی کونسل کے فیصلون کا نتیجہ یہ ہے کہ اگرچہ ہندو برادری کو یہ پورا استحقاق حاصل ہے کہ وہ لپنے اُن ممبرون سے جو اپنی ذات کے باہر شادیان کرین کسی مذہبی یا سوشل مراسم کو روا نہ رکھین لیکن اگر ایسے ممبر سول میرج ایکٹ یا ایکٹ ۱۸۵۰ء کے مطابق غیر ذاتون یا فرقون مین شادیان کرتے ہین تو وہ لپنے ذاتی حقوق سے محروم نہین کئے جا سکتے۔ نہ اُن ہندو اصحاب کے حقوق زایل ہو سکتے ہین جو ویشنو طریقہ پر محض کنٹھی کی تبدیلی کی رسم ادا کرکے غیر ذاتون مین شادیان کر لیتے ہین۔ نہ ایسے ہندو کو کوئی شخص اُسکے

ذاتی حقوق سے محروم کرسکتا ہے جو آج براہمو بن کر سول میرج ایکٹ ۱۸۷۲ء کے مطابق شادی کرلیتا ہے اور شادی کے دوسرے دن اپنے کو ہندو کہنے لگتا ہو - جب یہ صورت حال ہے تو کیا ہندوؤن کے لئے یہ بہتر ہے کہ جو شخص اپنے تئین ہندو کہہ کر کسی دوسری ذات مین شادی کرنا چاہے اُسکو ہندو کہنے کی اجازت نہ دیجائے - یا یہ بہتر ہے کہ وہ اپنے کو ہندو نہ کہہ کر دوسری ذات مین شادی کرلے - جس ہندو دھرم کے اعلیٰ فلسفہ نے انسانون کے درمیان کسی اونچ نیچ کی قدرتی تمیز روا نہین رکھی جو سب کے ساتھ برادرانہ سلوک کا وعظ دیتا ہے - جسکے اصولون کے مطابق انسانون کی تقسیم گن (اوصاف) اور کرم (اعمال) پر مبنی[۱] ہے -

اوسی ہندو دھرم کے پیرو اب اُسکو اتنا محدود کرنا چاہتے ہین کہ جسکا کچھ حد حساب نہین - یہ پالیسی حقیقت مین خودکشی کی پالیسی ہے - اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہندوؤن کا بندھا ہوا شیرازہ بالکل بکھر جائے گا -

کیا یہ بل ہندو دھرم کے خلاف ہے - لیکن غور سے دیکھا جائے تو یہ خوف کہ اس سے ہندو دھرم کو خطرہ پہونچے گا صحیح ثابت نہوگا - جو میموریل کہ سناتن دھرمی بھائیون کی طرف سے گورنمنٹ کی خدمت مین پیش کیا گیا ہے اور جسپر کئی راجاؤن - رئیسون اور کونسل کے ممبرون اور خطاب یافتہ اصحاب کے دستخط ہین اُسمین بھی یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہ بل ہندو دھرم کے اُصولون کے مغایر ہے لیکن ساسترون کی کوئی سند اس دعویٰ کی تائید مین پیش نہین کی گئی - درحقیقت دھرم شاستر اور سمرتیون کا اس مسئلہ کے متعلق کیا فتویٰ ہے - وہ ذیل کے سندات سے ظاہر ہوتا ہے - اور اسمین کچھ شک نہین ہے کہ سمرتی کارون کی کثرت رائے اس بل کے حق مین ہے -

اگرچہ سَورن (اپنی ہی ورن مین) شادیان مذہبی نگاہ سے زیادہ اچھی سمجھی جاتی ہین پھر بھی انولوم (جبکہ شوہر کسی اعلیٰ ذات کا ہو) شادیان جائز قرار دی گئی ہین (دیکھئے

---

[۱] مہابھارت شانتی پرو باب ۱۸۰ - بھگوت گیتا ۴ (۱۳) ۰۸ (۴۴۰۴۳) بھاگوت ، (۵-۳۵-۱۴)

منو کا دھرم شاستر ۳ (۱۳-۱۲) اور (۴۴-۴۳) - ۹ (۸۵) یاگیہ ولکیہ ۱ (۶۲-۵۷) وشنو ۴۴ اور ۱۶ نارد ۱۳ (۵-۶) ویاس ۲ (۱۰) سانکہہ ۴ (۱۴-۸-۶) - گوتم ۴ -
انوسوم شادیون سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ پدری ترکہ پانے کی مستحق قرار دی گئی ہے {منو ۹ (۱۵۵-۱۴۸) یاگیہ ولکیہ ۲ (۱۲۵) - نارد ۱۳ (۱۴) درہسپتی ۲۵ (۲۶-۲۷) وشنو (۱۸) -

پرتی سوم (جبکہ بیوی کسی اعلیٰ ذات کی ہو) شادیان اگرچہ مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے پسندیدہ نہین قرار دی گئی ہین لیکن وہ قانوناً جائز قرار دی گئی ہین اور سوسایٹی مین ایسی شادیان بھی ہوتی تھین {منو ۱۰ - یاگیہ ولکیہ ۱ (۹۰-۹۵) نارد ۱۲ (۱۱۲-۱۰۳) وشنو ۱۶ - وششٹ ۱۸ - گوتم ۴ - ویاس ۱ (۸) گلاب چندر سرکار جو قدیم خیال کے ہندو تھے اپنے دھرم شاستر مین جسکو کہ پریوی کونسل تک نے مستند مانا ہے یہ راے ظاہر کرتے ہین کہ "اگرچہ ایک ادنیٰ ذات کے مرد کی ایک اعلیٰ ذات کی عورت کے ساتھ شادی ناپسندیدہ اور بری سمجھی جاتی ہے لیکن اگر حقیقت مین ایسی شادی عمل مین آئے تو وہ جائز ہے - اور اسکی اولاد صحیح النسب سمجھی جائیگی -" (اڈیشن ۱۹۰۸ء صفحہ ۹۶) -

سواے بنگال کے جہان دایا بھاگ مستند سمجھا جاتا ہے باقی تمام ہندوستان مین متاکشرا ہندؤن کا مستند قانون قرار دیا گیا ہے - متاکشرا کے اس حصہ مین جسمین وراثت کا ذکر ہے بہت سے مقولون کا حوالہ دیا گیا ہے - یہ بتلانے کے لئے کہ اُن لڑکون مین ترکہ کی تقسیم کس طریق پر کی جائے جو ایک ذات کے مرد اور دوسری ذات کی عورت سے پیدا ہوئے ہون - ایسے لڑکے جائز لڑکے قرار دیئے گئے ہین - ویرمترودے (جو بنارس اسکول مین بقول پریوی کونسل متاکشرا کے بعد دوسرے درجہ پر مستند ہے) مین بھی یہی راے ظاہر کی گئی ہے (ترجمہ گلاب شاستری صفحہ ۱۰۰-۹۵) - دایا بھاگ جو بنگال کا مستند قانون ہے اُسکے باب ۹ مین اُن قواعد کا مفصل ذکر ہے جو مختلف ذاتون یعنی انترجاتیہ شادیون

کی اولاد کے وراثت کی تقسیم کے متعلق ہین۔ ووامیوکرنے بھی جو بمبئی اسکول کا مستند قانون ہے ایسے قاعدہ درج کئے ہین (ترجمہ مسٹر مانڈ لک صفحہ ۲۱۸)۔ وواد چنتامنی مین بھی جو متھلا کا رائج الوقت قانون ہے (یعنی اُس ملک کا جہان مہاراجہ دربھنگا کی سکونت ہے جنھون نے سب سے زیادہ مخالفت کا جھنڈا بلند کیا ہے) ایک خاص باب اس امر کے متعلق ہے کہ وراثت کی تقسیم ایسے بھائیون مین کس طرح پر ہو جو مختلف ذات کی ماتاؤن سے پیدا ہوئے ہون (ترجمہ پرسنو کمار ٹاگور صفحہ ۲۷۴-۲۷۱ کلکتہ اڈیشن ۱۸۶۳)۔

سمرتی چندرکا سرسوتی و مدس و مادہو یہ مین بھی انترجاتیہ شادیون کو جائز قرار دیا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض سمرتی کارون نے پرتی لوم شادیون کو ناپسندیدہ اور بُرا سمجھا ہے لیکن واقعی شادی ہو جانے کے بعد ایسی شادیان بھی جائز سمجھی گئی ہین۔+

وفات شدہ اصحاب کی آتما کے شانتی کی فکر

جس میموریل کا ہمنے اوپر ذکر کیا ہے اُسمین ایک دلیل یہ بھی دی گئی ہے کہ موت کے بعد ہندوؤن کے آتما کی شانتی شرادھ کی رسم کے صحیح طریقہ پر انجام دینے پر منحصر ہے اور شرادھ کا مذہبی مقصد پورا نہوگا اگر اولاد ایسی شادی سے نہو جسمین کہ والدین ایک ہی ذات ہون۔ اس کو پڑھکر ہماری زبان پر بے اختیار یہ شعر آگیا۔

تو کارِ زمین را نکو ساختی که با آسمان نیز پرداختی

ہمارے لاکھون ہندو بھائی آجکل فاقہ کشی کی زندگی بسر کر رہے ہین اُسکی فکر تو میموریل بھیجنے والے راجون مہاراجون کو جتنی ہے وہ ظاہر ہے۔ لیکن وفات شدہ لوگون کی روحون کی شانتی کی انھین اسقدر فکر ہے۔ بھلا یہ تو دریافت فرمایئے کہ وہ حلوا اور پوری جو یہان نام نہاد براہمنون کو کھلایا جاتا ہے کس ایجنسی کے ذریعہ سے مرے ہوؤن کی روحون تک پہونچ جاتا ہے۔ خیر۔

اب بھی تو بہت سے بیچارے ہندو مرجاتے ہین جنکا کوئی شرادھ نہین کیا جاتا۔ اُنکے لئے کیا تدبیر نکالی گئی ہے۔ لیکن اگر کوئی ہندو یہ خوشی سے چاہتا ہے کہ وہ اُس خطرہ کو برداشت

کرے جسکی طرف میموریل دینے والے اصحاب نے توجہ دلائی ہے ۔ تو وہ کیون اُسکے لئے بے چین ہین کہ خواہ مخواہ اُسکو پنڈ پہونچ ہی جائے ۔

تواریخی مثالین — مسٹر ہربلاس ساردا نے جو ایک مشہور مصنف ہین ایسی بہت سی تاریخی مثالین بتلائی ہین جنسے ثابت ہوتا ہے کہ ہندوؤن مین مختلف ذاتون کی شادیون کا رواج تھا مثلاً مہاراجہ چندر گپت کی شادی یونانی بادشاہ سلوکس کی لڑکی کے ساتھ ہوئی تھی (ارلی ہسٹری آف انڈیا مصنفہ ڈاکٹر ونسنٹ اسمتھ ۔ تیسرا اڈیشن صفحہ ۱۱۹) یا باپا راول کی ماتا موریہ خاندان کی ایک لڑکی تھی (ٹاڈ راجستان جلد ا صفحہ ۲۲۹)

سر جبر سدجی ابنسد مین لکھا ہے کہ وششٹ ایک بہت ہی نیچ درجہ کی استری کے لڑکے تھے ۔ پراشر ایک چانڈالنی کے پُتر تھے ۔ نارد ایک خادمہ کے اور مہابھارت کے مصنف مشہور ویاس ایک مچھلی بیچنے والی عورت کے اور بھارد واج ایک شودرا کے لڑکے تھے ۔

یہ ایک مشہور بات ہی کہ راجہ شانتنو نے جو کورو و پانڈو کے مورث تھے ایک ملاح کی لڑکی سے شادی کی تھی اور اُنکی اولاد ہستنا پور کے تخت کی جائز وارث سمجھی گئی ۔

ہندو سوسایٹی کی حالت ۔ — اِس سے انکار نہین کیا جا سکتا کہ ہندو سوسایٹی کی اب وہ حالت نہین ہے جو کئی صدیون پہلے تھی ۔ ہندو دھرم کی اصلیت سے آپ لوگ آگاہ ہوتے جاتے ہین ۔ مغربی علوم اور غیر ملکون کی سیر و سیاحت نے بھی لوگون کو وسعت نظری بخشی ہے اب تعلیم یافتہ جماعت کو محض مرع رسم و رواج کی زنجیرون مین جکڑا نہین جا سکتا ۔ اور کیا درحقیقت یہ عقلمندی کا تقاضا ہے کہ ایک طرف تو ہم حق انتخاب حکومت (سلف ڈٹرمینیشن) "آتم نرنے" کیلئے دوہائی دین اور دوسری طرف اُن لوگون کو جنکا ضمیر یہ کہتا ہے کہ مختلف ذاتون مین شادی کرنا ہندو دھرم کے خلاف نہین ہے ۔ اپنی ضمیر کے مطابق عملدرآمد کرنے کا موقع ندین ۔

ہندوستان کے تعلیم یافتہ جماعت کا ایک بہت بڑا حصہ اس بل کی تائید کرتا ہے پھر کیا یہ مسودہ قانون محض اِسوجہ سے پاس نہ ہونا چاہیئے کہ کثرت رائے اِسکے خلاف ہے ۔ ہرگز نہین ۔ جب مہھوا لواہ کے جوار کا قانون پیش ہوا تھا تب بھی ایسا ہی شور مچایا گیا تھا ۔

سلف یہ ۔۔۔ پنڈت ۔۔۔ چندر ۔۔۔ ایڈووکیٹ لاہور کے مضمون سے اخذ کئے گئے ہیں ۔

جب رسم ستی کے انسداد کا قانون راجہ رام موہن رائے نے پیش کیا تھا اُسوقت بھی دھرم دھرم کی دوہائی دی گئی تھی۔ لیکن اسکا کچھ اثر نہین ہوا۔ جیساکہ سر بین چندر بوس نے اپنے ایک عالمانہ مضمون مین لکھا ہے کہ محض اسوجہ سے کسی قانون کے پاس کرنے مین لیس و پیش ہونا چاہیئے کہ کثرت رائے اُسکے خلاف ہے۔ خصوصاً جبکہ ہر قانون سے ایک قلیل التعداد جماعت کے حقوق کی حفاظت ہوتی ہے۔ اور یہ طریقہ اخلاق عامّہ کے خلاف بھی نہین ہے۔ اس مسودہ قانون کے پاس ہونے سے کسی جرم کے ارتکاب کا خطرہ نہین ہے۔

بڑا خوف یہ دلایا جاتا ہے کہ اگر یہ قانون پاس ہوگیا تو یہ ممکن ہے کہ کسی نیچ ذات کا مرد کسی اعلیٰ ذات کی عورت سے شادی کرلے۔ یہ اب بھی ہو سکتا ہے اگر کوئی ایسا کرنا چاہے فرق صرف یہ ہوگا کہ ابھی شادی سول میرج ایکٹ کے مطابق ہوگی اور اُس شخص کو یہ اعلان کرنا ہوگا کہ وہ ہندو عیسائی یا مسلمان وغیرہ نہین ہے۔

ہمارے خیال مین آنریبل مسٹر پٹیل کا بل ہندو سوسایٹی کے لئے ایک مفید قانون ہے اور اُسکی مخالفت مین جو دلیلین پیش کی جاتی ہین وہ کچھ وقعت نہین رکھتی ہین اور زیادہ تر ناواقفیت پر مبنی ہین۔ اور سر رابندر ناتھ ٹیگور کی اس رائے پر ہمارے اہل وطن کو توجہ دینا چاہیئے جبکہ اس بل کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ نہایت زور کے ساتھ یہ کہتے ہین کہ وہ لوگ جو سلطنت کی قوت کو اسلئے استعمال کرانا چاہتے ہین کہ جس سے ایک قلیل التعداد جماعت پر سوشل ظلم روا رکھا جائے وہ ہرگز اس قابل نہین ہین کہ انہین سلطنت کے انتظامی معاملات مین کچھ حصّہ دیا جاسکے۔

جوالا پرشاد

رسالہ زمانہ ماہ جنوری کی ضرورت ہے اگر کوئی صاحب قیمتاً دینا چاہین تو اطلاع دین

منیجر زمانہ

غلطی کسکی تھی؟

(ایک قصہ)

محبت کو جانے دیجیے، عیش پسند زندگی، دنیاوی آرام و راحت کے لیئے بڑے بڑے اُمرا اپنی موٹر دن کار گاڑیون کو اُسکے پیچھے لیئے پھرتے تھے - ہر شخص محبت جتلاتا تھا مگر وہ جانتی تھی کہ یہ تمام مکر و فریب ہے - مُصوّر اُسکی تصویر کے لیئے بیش قرار رقوم دیتے تھے مگر وہ انکار کرتی تھی -

ایسا ہی تھا - یہ بہت تعجب انگیز تھا - آخر کار اُسنے مفصلات مین شادی کر لی - وہ ایک ایسے مکان مین رہنے لگی جس مین چھ آراستہ کمرے تھے اور ایک خادمہ اُسکی خدمتگذاری کو موجود تھی -

اُسنے ایک بہترین بیوی بننے کی کوشش کی، اُسنے اپنے خاوند کے لیے آرام و آسائش و خوشی و خورمی کے جملہ لوازم مہیا کرنے کا ہمیشہ خیال رکھا -

اُسکا خاوند مسرور تھا - مغرور تھا - اُسکی بیوی ایسی حسین تھی جسکی تصویر کے لیئے چابکدست مُصَوّر بیتاب نظر آتے تھے - ہر شخص ایسا خوش قسمت نہین ہوسکتا - وہ اکثر فخریہ کہا کرتا تھا کہ وہ دنیا مین سب سے خوش قسمت شخص ہے - اور یہ درست بھی تھا اُسکی چلبلی بیوی کا حسن خداداد فرشتون کو بھی جنت سے کھینچ لانے کی تاثیر رکھتا تھا -

وہ اپنی بیوی سے کہا کرتا تھا کہ مین نے تمام جہان سے تمکو انتخاب کر لیا تھا -

بیوی حقیقت مین نیکی کی زندگی بسر کرتی تھی - اور ہر چیز کے لیئے جو اُسکے خاوند نے اُسکے لیئے مہیا کی تھی تہ دل سے مشکور تھی - وہ جانتی تھی کہ موجودہ زمانہ کی لڑکیان شادی کرنا پسند نہین کرتین - اور عیش و عشرت کی زندگی کو موجودہ زندگی پر ترجیح دیتی ہین - لیکن ایک دن وہ سُرخ سُرخ گلاب کے پھولون والی ٹوپی اور عمدہ لباس پہنے ہوئے نظر آتی ہین تو دوسر

دن یا پیادہ کسی گندی گلی مین جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہین - یا اُنکی لاش برہنہ حالت مین لب
دریا پائی جاتی ہے - وہ اِن نظارون سے نگاہ پھیر لیتی تھی - اور اپنی موجودہ حالت پر ایسی
قانع تھی کہ اپنے تئین کسی ملکہ سے کم نہ سمجھتی تھی -

اُسکو وہ ایام یاد تھے جب محبت اُسکو مبہوت بنادیتی تھی اُسکے ہوا مین ہلتے ہوئے
معطر و معنبر بالون پر اُسکا پیارا جوش آمیز الفاظ کے تازیانہ دہ دیتا تھا - اُسوقت نوخیز لڑکی
جسکا دل محبت و پیار کے پاک جذبات سے ایک چشمہ کی طرح پُرنظر آتا تھا جسکے کنارے لبالب
تھے - وہ جوش اُسکو باہر نکالنے کا راستہ تلاش کرتا تھا - وہ ایسے موقعہ کی منتظر تھی کہ جب وہ
یہ ثابت کر سکے کہ وہ بڑے بڑے کامون کے قابل ہے -

آخرکار ایک دن یہ موقعہ آن پہونچا - اُسکا پیارا ہانپتا اور کانپتا ہوا مکان مین داخل
ہوا - اُسکے چہرہ کا رنگ فق تھا - اُسنے اپنی بیوی سے کہا کہ مجھے کہین سے آیندہ جمعہ تک
بیس پونڈ پیدا کرنا چاہیئے ورنہ . . . . جیل خانہ -

قاعدہ کی بات ہی کہ مالکان اپنے ملازمون پر اتنا رحم نہین کر سکتے کہ وہ اُنکے روپیہ
کو اُڑا سکتے رہین -

"مین پرسون رات کو بازی جیتنے والا تھا - لیکن بدقسمتی سے ہار گیا - ورنہ سنو پونڈ
جیت لیتا - آہ اُسکی بجاے اب یہ مشکلات . . . . "

اور ہمارے پاس اِسوقت بیس پنس (آنہ) بھی نہین ہین -"

اُسکی بیوی نے اُسکی طرف خوف و ہراس سے ملی جلی نگاہون سے دیکھکر کہا کہ
"کم ازکم فالتو نہین"

آہ - اگر - کاش مین شادی نہ کرتا تو . . . . "

وہ میز پر بیٹھ گیا اور اُسنے دونون ہاتھون سے اپنا چہرہ چھپا لیا -

لڑکی تیز و فیاض طبیعت تھی اُسنے ان خیالات کا زیادہ لحاظ نہ کیا - یہ سچ تھا کہ اُسکے
خاوند کا تمام اندوختہ گھر کی ضروریات مین صرف ہو چکا تھا - اور ایک طرح سے وہ خود بھی اِس
تمام مصیبت کا سبب تھی -

آخرکار وقت آن پہونچا کہ وہ تمام قرضے آتارو سے - لڑکی کی طبیعت مین آناً فاناً ایک جوش سا پیدا ہوگیا - جیسے کہ اسپ عربی تازیانہ کھاکر فوراً کھڑا ہوجاتا ہے -

مدت ہوئی کہ ایک مصور اُسکی تصویر بنانے کا خواہشمند تھا - وہ اکثر اُسکے سیئے بیش قرار رقمین پیش کرتا تھا - وہ دولتمند آدمی تھا اس لیئے زیادہ سے زیادہ اُجرت دینے کی طاقت رکھتا تھا - مگر لڑکی ہمیشہ اُسکی درخواست مسترد کرتی رہتی تھی - لیکن اب میز پر بیٹھے ہوئے شکستہ دل خاوند سے بیوی نے ایک لفظ بھی نہ کہا اور چپکے سے کمرہ سے باہر نکل گئی -

آدھ گھنٹہ کے اندر اُس مصور کے کمرہ مین موجود ہوگئی -

سُرخ سُرخ گالون والی لڑکی نے اپنا کوٹ اُتار کر ایک طرف رکھدیا - اور نیچی نگاہ کرکے مصور سے بولی کہ تم میری تصویر کے خواہشمند تھے - مین اُسوقت تمھاری درخواست قبول نہ کرسکتی تھی - لیکن اب میرے ارادہ مین تبدیلی ہوگئی ہے - اگر تم اسوقت مجھکو صرف بیس پونڈ دیدو تو میری تصویر بنا سکتے ہو"

مصور اُسکی طرف گھور رہا تھا اُسکی دونون بھوون کے درمیان خوشی وتعجب کی کشمکش صاف نظر آرہی تھی -

"نادان لڑکی" تمکو بیس پونڈ کی کیا ضرورت ہی - مین نے تم کو بڑی بڑی رقوم پیش کی تھین - اور تم ہمیشہ انکار کرتی رہی ہو - کیا شادی کرنا ایسا برا ہے کہ جب تم اکیلی تھین تو تم ہمیشہ نفرت کا اظہار کرتی رہین لیکن شادی کے بعد اسپر آمادہ ہوگئی ہو -

لڑکی فکر کے دریا مین غرق ہورہی تھی اُسنے جلدی سے کہا :-

"تمکو ایسے سوالات کا حق نہین - تم بتلاؤ کہ میری تصویر کے خواہشمند ہو یا نہین ورنہ مین "

مصور نے بیتاب ہوکر کہا ' بیشک یہی چاہتا ہون - مین تو صرف مذاق کررہا تھا جسکے لیے معافی مانگتا ہون - مجھے اِسکی پرواہ نہین کہ تمکو روپیہ کی کیون ضرورت ہے - مین بڑے دن سے تمھاری تصویر بنانے کا آرزومند تھا -

مصور نے فتحمندانہ انداز سے لڑکی کی طرف دیکھا اور مسکراکر کہا۔

"اے دوسری دنیا کی حور تیری تصویر میرے لئے عزت اور دولت لائیگی"

"کہان سے! اور کیونکر"؟ اُسکے خاوند نے کہا

جب اُسکی بیوی نے بیس پونڈ کے نوٹ اُسکے ہاتھ مین دیئے۔

"مجھے اتفاقاً یاد آگیا تھا"

اُسکی کمزور آواز سنائی دی جبکہ اُسکی صاف آنکھین خاوند کی طرف دیکھ رہی تھین۔

کہ میری ایک خالہ اینلاک بھی رہتی ہین شاید وہ میری مدد کرسکین۔

"میری اچھی دُلہن"

خاوند نے اپنی بیوی کو بغل مین لیکر اُسکو بوسہ دیا

اِس واقعہ کو زیادہ عرصہ نہین گذرا کہ وہ ایک دن اُفتان وخیزان گھر پہونچا۔ مگر اِس دفعہ غصہ سے بھرا ہوا تھا۔

. . . .

لڑکی اُسکے مضبوط ہاتھون سے ڈر کر علیحدہ ہوگئی۔ آہ تم نے وہ روپیہ کہان سے لیا تھا۔ تم اور تمھاری فرضی پھوپھی۔

اُسنے ایک حقارت آمیز قہقہہ لگایا۔

"پیارے جارج"! لڑکی کانپتی ہوئی اپنی کرسی سے اُٹھی۔

"مجھکو پیارا مت کہو"

غصہ اُسکو دیوانہ بنا رہا تھا۔

"مین حیران اور پشیمان ہون ہمارے دفتر کا ایک کلرک آج مسٹر مارٹن کے مکان پر کچھ روپیہ وصول کرنے گیا تھا۔ لیکن مسٹر مارٹن مکان پر موجود نہ تھا اور اُنکے ملازمون نے ہمارے کلرک کو مسٹر مارٹن کے دفتر والے کمرہ مین بٹھادیا۔ اُسنے وہان تمھاری ایک تصویر جو ابھی مکمل نہین ہوئی ہے دیکھی۔ اُسنے تمکو شناخت کرلیا۔ تمام دفتر کے کلرک میرا مذاق اُڑا رہے ہین۔ یہ ایک خوفناک بے عزتی ہے۔

افسوس! کوئی شوقین لڑکی کبھی ایماندارانہ زندگی بسر نہین کرسکتی - مجھکو اسکا پیشتر سے علم ہونا چاہیئے تھا -

اُسنے اپنے راستہ سے سٹول کو اُٹھا کر دور پھینک دیا -

"مجھے اس بات کا خیال بھی نہ تھا کہ جونہی مین سے پیٹھ پھیری تم اپنے کامون مین مشغول ہوجاؤگی"

یہ اُسکا خاوند تھا! یہ شخص جس نے ایسے اہم معاملہ مین اپنی راے بغیر جواب طلب کئے ہوئے قائم کرلی تھی - وہ اُسکو مجرم سمجھا تھا - کہ کیون اُسنے اپنی خوبصورتی اُسکے سوئے فروخت کردی -

وہ اپنی پاک اور سچی روح سمیت اپنی آنکھین خاموشی سے اُسیر جمائے ہوئے تھی اُسکی دلی محبت آہستہ آہستہ اُسکے جسم کے رونگٹین رونگٹین - سے آنکھون کے راستہ سے نکل رہی تھی -

یہان تک حالت پہونچ گئی تھی کہ وہ چلا اُٹھی -

مگر مین نے صرف تمکو قیدخانہ سے بچانے کے لئے ایسا کیا - لیکن وہ چپ رہی یہ خیال کرکے کہ ایسے آدمی سے سچ کتنا غلطی ہے وہ اس قابل نہین ہے کہ اُس سے سچائی کا برتاؤ رکھا جائے"

اگر مسٹر مارٹن میری کوئی تصویر بنا رہا ہے تو وہ اُسکی نقل ہوگی جو تم سے شادی کرنے سے پیشتر اُسنے اُتاری تھی - کیا اس حالت مین مین قابل الزام ہون - اُسنے آہستہ سے پوچھا - اگر تم میری بات کا اعتبار نہین کرتے تو مسٹر مارٹن سے معلوم کرلو -

لڑکی کی بناوٹ اُسکے شوہر پر غالب آگئی -

"خدا کی قسم مین نے یہ بات کبھی خیال ہی نہ کی تھی" یہ کہکر وہ مجھولون کی طرح اُسکی طرف دیکھنے لگا -

"مین افسوس کرتا ہون - پیاری! میرا ایک پیار لو"

آہ اس بدنصیب آدمی کو یہ خیال نہ ہوا کہ وہ ایک دوسری عورت تھی جو اب اُسکی بغل

مین تھی۔ وہ عورت جو اُسکی پرستش کرتی تھی وہ جسم سے روح کی مانند پرواز کر گئی۔

ایک ہفتہ کے بعد وہ بالکل اُس سے علیحدہ ہو گئی۔ وہ نازنین مصور کے ساتھ اٹلی کے ایک عالیشان محل مین رہنے لگی۔ جہان خوش نوا طیور تمام دن ہوا کی جنبش مین سُریلی تانین ملاتے تھے۔ اور آسمان کے نیچے اس محل کے قدمون پر نیلگون سمندر قدمبوسی کرتا تھا۔

اُسکے خاوند نے جب سُنا۔ تو اُسنے کہا۔

یہ عورت پر بھروسہ کرنے کا نتیجہ ہے۔

لیکن وہ غلطی پر تھا۔

یہ صرف عورت پر بھروسہ نہ کرنے کا نتیجہ تھا۔

حکیم محمد یوسف حسن لاہوری

قدردانی۔ ہمارے دوست منشی پریم چند کے مضمون دور قدیم و جدید پر ہمارے عنایت فرما جناب اکبر تحریر فرماتے ہیں۔

لکھا ہے خوب دور قدیم و جدید پر | کیونکر کرے نہ دیدۂ حق بین اسے پسند
مین تو کہونگا آج زمانہ کو دیکھکر | بس مستحق ہین مدح کے منشی پریم چند

تردید۔ زمانہ فروری ۱۹۱۹ء مین امجدی بیگم صاحبہ کے مضمون کے آخر مین جناب لسان العصر اکبر کے نام سے جو اشعار طبع ہوئے ہین اُنکے نسبت حضرت اکبر نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ اشعار اُنکے نہین ہین۔

تصحیح۔ زمانہ کے فروری نمبر مین جو مضمون "شاعری اور انشا پردازی" کے عنوان سے درج ہو وہ ہمارے محترم دوست قاضی محمد جلیل صاحب جیرآن بریلوی کا لکھا ہوا ہے۔ مگر ٹائٹل پیج پر غلطی سے شیخ خلیل الدین درج ہو گیا ہے۔

معذرت۔ ایڈیٹر کی علالت کے باعث اس ماہ مضمون فلسفہ طلو مکمل درج رسالہ نہ ہوسکا آیندہ نمبر مین اسکی تلافی ہوگی۔ ہز مجسٹی امیر افغانستان کی تصویر جو اس پرچہ کیلیے تیار کرائی گئی تھی (وقت) پر چھپکر نہین آئی۔ آیندہ پرچہ مین ہدیہ ناظرین ہوگی۔

نیرنگِ شفق

کلام منشی نادرعلیخان خلدمکان معہ اضافہ حسنِ تخیل

اے شفق تیری شعاعِ آتشین سے آسمان
حسنِ دلکش مین ہو جیسے اک عروسِ نوجوان

جو تڑپ تیری نکلتی ہے رخِ گلنار سے
عکس سیمین ڈالتی ہے گرمی بازار سے

مندر و مینار پر بھی ہو مینا باری تری
چوٹیون پر کوہسارون کے ہو گلکاری تری

تیرے جلوے سے کھلی جاتی ہی سبزی شکل گل
دلربا ہے تجھ مین رنگِ ارغوانِ جامِ مل

سبزۂ خوابیدہ پر تو سے دمک اُٹھے ترے
آبجو مین حسن کے شعلہ چمک اُٹھے ترے

مچھلیان رنگین طلائی اور انکا ارتعاش
جو نظر بازون سے کہتی ہون چلکر دور باش

جلوۂ رنگین ہر ایک اہل نظر کو ہے دکھا
اور اُڑھا دیتا ہے خود گردون کو چادر خوشنما

آگ پانی مین لگا دینا بھی تیرا کام ہے
خوب شغلِ رنگ پاشی تیرا وقت شام ہے

تو سما دلکش دکھاتا ہے اُٹھا کر ایک حجاب
نیلگون مطلع یہ ہے صنعت گری کیا لاجواب

جام خالی گو یہ دورِ چرخ نیلی فام ہے
بادہ آشامی میسر مجکو صبح و شام ہے

خاک ہو کر کاش مین بھی خاکدان پر پھیلتا
سبزہ و گل بن کے رنگ آسمان پر پھیلتا

قاضی نثار احمد خان کاکوری

کلام اکبر

اپنی مرضی کے موافق دہر کو کیونکر کرون
بیحد آتا ہی مجھے غصّہ مگر کس پر کرون

جل بسے چھوڑ بڑے تقاضے لطف زندگی
مجھ پہ کس کو ناز ہے مین ناز اب کس پر کرون

مل کی شب جب سحر ہو ہی جائیگی سحر
لطف اُٹھاؤن یا درازی کی عاشب کرن

در بے مہری ہی اُمید محبّت کس سے ہو
اُڑ رہی ہے خاک پُرسو کس کے دلمین گھر کرون -

ہمبر لیگم صفت مسجد مرا درکار نیست
جان بہا ہو چکا ہے حاجت غمخوار نیست

ہم نشین من اگر شاعر نباشد گو مباش
باگزٹ کا راست ما را منقبت درکار نیست

شیخ می گوید کہ اکبر مس پرستی میکند
آرے آرے میکنم با شیخ واعظ کار نیست

اکبر

وارداتِ دِل

دور ہو جاؤ خیالات پریشان دل سے دور
گنج پنہان کی طرح آلام کا کھٹکا دور

ابر چھٹ جاتا ہے جیسے اور نکھر آتا ہی مہر
یون فضا سے بے نہایت ہی وال وال دور

غنچہ سان دل ہو کنول کی طرح سے کھلتا ہے
اور سواد زلف مین بکھر نگے کیا گلبرگ یاس

فکر شاعر ابتک محو لن ترانیہا سے آج

رہ نورد وسعت صحرا ہو نیوفر ہر

ماخوذ

سفیر

غزلیات

از فکر تازہ مولینا حسرت موہانی

عشق مین جذب کیا اثر بھی نہین — مر مٹے ہم اُنھین خبر بھی نہین
نہ ملے گر ملا نہ سرمۂ طور — کیا تری خاک رہگذر بھی نہین
سخت یونہی تھی منزلِ غمِ عشق — پھر کوئی دل کا ہمسفر بھی نہین
چھپ چکا آپ کا فریبِ وفا — اب مین اسدرجہ بے خبر بھی نہین
ہمکو اب شوقِ مے کہان لیکن — مفت ملجائے تو حذر بھی نہین
بیدلی مین فغانِ شام تو کیا — لذتِ گریۂ سحر بھی نہین

بادہ نوشی مین ہیچ تو ہے حسرت
نفع شاید نہو ضرر بھی نہین

از نتیجۂ فکر نواب مرزا جعفر علیخان صاحب اثر لکھنوی

اس سے بہتر ہے خوشی آپ کی یون غم کیون ہو — غیر کے گھر مین مری مجلسِ ماتم کیون ہو
اب کوئی دم کا ہے مہمان تمھین غم کیون ہو — کیون ہو اک کشتۂ اندوہ کا ماتم کیون ہو
شادی و غم جو زمانے مین نہین دوش بدوش — خندۂ گل سببِ گریۂ شبنم کیون ہو
بار الہا مرے سینہ مین بھی دل ہو کہ نہین — ضبط میرا سببِ ہستیٔ عالم کیون ہو
ہمنے مانا کہ تغافل ہو تمھارا شیوہ — پھر تماشا گہِ صد حسرتِ عالم کیون ہو
دامنِ گل پہ ہو خونابۂ دل کی ریزش — بلبلِ شیفتہ منت کشِ شبنم کیون ہو
دامنِ گل متاثر ہو مگر اے بلبل — نالۂ گرم سے دلسوزیٔ شبنم کیون ہو
فائدہ اِس سے کہ برہم ہو نظامِ دُنیا — کاشفِ رازِ حقیقت دلِ محرم کیون ہو
ایسے آوارۂ عزت کا نہونا اچھا — فائدہ کیا دلِ ناکام کا ماتم کیون ہو
غیرتِ عشق گوارا نہین کرتی ہے اثر — دامنِ زخم بھی آلودۂ مرہم کیون ہو

اثر لکھنوی

رفتارِ زمانہ

رولٹ بل ۔ ہندوستان کی بدقسمتی ہو کہ ایک آفت ٹلنے نہین پائی کہ دوسری بلا سر پر آموجود ہوتی ہو۔ جنگ کے
خاتمے کیساتھ لوگون کو ایک حفاظت ہند دجمہور کے منوخی کی امید تھی۔ عام خیال تھا کہ آئینی اصلاحات کیساتھ اہل ہند بھی اپنے
ملک مین اُن اختیارات سے محروم نہ رہینگے جو یورپین ممالک کے باشندون کے پیدایشی حقوق سمجھے جاتے ہین مگر ابھی اس اسکیم
کی نوعیت بھی پورے طور سے معلوم نہ ہونے پائی کہ حضور والیسرائے کے کونسل مین یکایک تمام رولٹ بل کے نام سے دو
سخت اور شدید مسودات قانون منظوری کے لیے پیش کر دیے گئے۔ ناظرین کو معلوم ہو گا کہ پچھلے سال ہندوستان مین باغیانہ
تحریک کے تحقیق و تفتیش کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا گیا تھا جسکے ارکان تین انگریز اور دو ہندوستانی صاحبان تھے۔ اس کمیشن نے
باغیانہ تحریک کے وجود کو تسلیم کر کے قانون تعزیرات ہند اور ضابطہ فوجداری مین چند ترمیمات تجویز کی تھین جنکے رو سے حکام
گورنمنٹ کو باغیانہ تحریک کے بیخکنی کے حیلہ سے بہت وسیع اختیارات ملجائین گے۔ انھیں سفارشات پر یہ مسودات قانون مبنی
ہین۔ بلکہ درحقیقت انمین اصلی سفارشات سے بھی زیادہ جبر و تشدد سے کام لیا گیا ہو۔ ابتک تمام مہذب ممالک کا یہی قاعدہ رہا ہو
کہ ثبوت جرم کا بار استغاثہ پر رہتا ہے۔ لیکن مجوزہ قوانین کے رو سے ملزم گنہگار فرض کر لیا جائیگا اور اُسکو خاص عدالت کے روبرو
اپنی بیگناہی ثابت کرنا ہوگی۔ اپیل وغیرہ کا حق نہ رہیگا۔ اور مُردہ گواہون کے بیانات بھی ملزمان کے خلاف ثبوت مین پیش ہو سکینگے
باغیانہ کاغذات و تحریرات کے خلاف ایک عام جہاد برپا کرنے کے جوش مین گورنمنٹ موجودہ قوانین کو کافی نہین سمجھ رہی ہے حالانکہ
ابھی تک انھین سے کام چلا ہے۔ اور انھین اسدرجہ سخت کرنا چاہتی ہے کہ معمولی آدمیون کو بھی اپنی عزت و آبرو کا خوف ہو رہا ہے
یہی وجہ ہو کہ ان قوانین کی کونسل کے اندر اور باہر ایسے زور و شور سے مخالفت ہو رہی ہے۔ کونسل مین سب غیر سرکاری ممبرون
نے (جنمین سرکار کے نامزد ممبران بھی شامل ہین) یکزبان ہو کر ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی ہو۔ حتیٰ کہ آنریبل محمد شفیع
اور پٹیالہ کے معزز رکن کو بھی اس دفعہ سرکار کی مخالفت کرنا پڑی۔ ملک مین ایک سرے سے دوسرے سرے تک ان مسودات
نے ایک ہلچل سی ڈالدی ہے۔ اور شاید ہی کوئی مقام رہگیا ہو جہان ان قوانین کے مخالفت مین پُرجوش جلسے نہ ہوے
ہون۔ گورنمنٹ نے اس عام مخالفت کا کچھ خفیف سا اثر قبول کیا ہے۔ مگر افسوس ابھی تک اسکی پوری اہمیت محسوس نہین
کر سکی۔ چنانچہ پہلے بل کو فی الحال صرف تین سال کے لیے عائد کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ لیکن یہ بہت خفیف رعایت ہے
اور اس سے کسی طرح اہل ملک کی بے اطمینانی دُور نہین ہو سکتی۔ چنانچہ اس اعلان کے بعد ہی مسٹر گاندھی نے مخالفت مجہول
شروع کرنے کا اعلان کیا ہے۔ اور گو بعض محبان وطن نے اس سے سلسلہ عالمت کی ہو تاہم یہ تحریک اسطرح دبتا ہوا نظر
نہین آتا۔ اسمین شک نہین ہے کہ کسی عظیم پیمانہ پر ملکی ایجیٹیشن شروع کرنے کا یہ موقع نہین ہے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اسکی
ساری ذمہ داری حکام ہند پر ہے۔ جنھون نے ایسے شدید قوانین کے نفاذ کے لیے اس موقعہ کو مناسب سمجھا ہے۔ ہمکو
واقعی افسوس ہے کہ جب لوگ اصلاحات کے اُمیدوار تھے۔ جب ایکٹ اسلحہ کے سختیون مین کمی ہونے کی آس ہو رہی تھی
جب ملک مین صنعتی ترقی کے خواب دیکھے جا رہے تھے۔ اُسوقت اہل ہند کی تعلیمی آزادی اور ذاتی حقوق مین مزید قیود تجویز کی
گئین۔ ہم حضور والیسرائے سے اس سے بہتر سلوک کے مستحق و منتظر تھے۔ اجلاس کونسل کی افتتاحی تقریر بھی جو حضور نے

ارشاد فرمائی ہے۔ رعایا کے نقطہ خیال مین کچھ بھی حوصلا افزا نہین ہے غرض اسوقت ہندوستان کا پولٹیکل مطلع تیرہ و تار نظر آرہا ہے۔ اور صورت حال بہت نازک ہو گئی ہے ہماری دعا ہے کہ حکام ملکی بھر مجرمون کے سرزنش کے کوشش مین تمام ملک کو بد دل نکرین۔ کوئی بھی ملک مین انارکزم کی ترقی نہین چاہتا۔ لیکن کسی مرض کا علاج ایسا سخت ہونا چاہیئے کہ مریض کی جان ہی کے لالے پڑجائین۔ یاد رہے کہ ملکی حقوق کیسا تھ فیاضانہ برتاؤ شروع ہوتے ہی انارکزم کی خود بخود بیخکنی ہوجاتی ہے۔ خصوصاً ہندوستان کی آب وہوا ہی انارکزم کے لیے موزون ثابت نہین ہوئی ہے۔ اور اس جنگ نے بخوبی ثابت کردیا ہے کہ ہمارے اہل ملک کا دل و دماغ دونون صحیح ہے۔ ایسی صورت مین گورنمنٹ کو ان مسودات قوانین کو واپس لیکر اپنی بلند نظری اور عالی ہمتی کا ثبوت دینا چاہیئے۔

امیر کابل فروری کے آخری ہفتہ مین ہز مجسٹی امیر حبیب اللہ خان والی افغانستان کے قتل کی خبر وحشت اثر سے ہر ہندوستانی کو دلی افسوس ہوا۔ سنہ ۱۹۰۷ء مین امیر مرحوم ہندوستان تشریف لائے تھے آپ کے سیر و سیاحت کے واقعات ابھی تک زبان زد خاص و عام ہین اور اُن سے مرحوم کی بے تعصبی۔ بیدار مغزی حب الوطنی اور اولوالعزمی کا ثبوت ملتا ہے۔ امیر حبیب اللہ خاں اپنے دارالسلطنت سے ایک دور دراز مقام پر ۳ بجے رات کو قتل ہوئے قاتل کا ابھی تک پتہ نہین چلا جس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ قتل کسی سازش کا نتیجہ ہے۔ اس سلسلہ مین یہ واقعہ بھی غور طلب ہے کہ پہلے آپ کے چھوٹے بھائی شہزادہ نصر اللہ خان نے اپنی تخت نشینی کا اعلان کیا۔ لیکن ایک ہفتہ کے بعد معلوم ہوا کہ مرحوم کے تیسرے شہزادہ امین اللہ خان امیر کابل تسلیم کیئے گئے۔ افغانستان کی گذشتہ تاریخ پر نظر کرتے ہوئے یہ حادثہ کوئی تعجب انگیز نہین کہا جاسکتا۔ لیکن مرحوم کی شخصیت اور اُنکا اقتدار دیکھتے ہوئے یہ انجام بہت ہی حسرتناک ہے۔ یورپ کی جنگ عظیم کے نازک موقعہ پر امیر حبیب اللہ خان نے جس استقلال اور وفاداری کے ساتھ سلطنت برطانیہ کا ساتھ دیا۔ اپنے عہد مین جس ہمت و اولوالعزمی کے ساتھ آپ نے سیاسی دُنیا مین اپنی اور اپنے ملک کی پوزیشن کو مضبوط کیا۔ اس سے انکا نام نیک تاریخ عالم مین عرصہ تک یادگار رہیگا۔ ہندوستان مین آکر امیر نے بقرعید کے موقعہ پر گاؤکشی کی ممانعت کرکے اہل ملک کے روبرو حسن سلوک اور رعایت باہمی کی قابل قدر مثال پیش کی اسکی یاد دلون سے کبھی محو نہین ہوسکتی۔

مرحوم ۳ جولائی سنہ ۱۸۷۲ء کو سمرقند مین پیدا ہوئے تھے اس حساب سے آپکی عمر ۴۶ سال کی تھی۔ آپ سنہ ۱۹۰۱ء مین تخت نشین ہوئے تھے۔ گذشتہ سترہ برس کے اندر آپ نے کابل کی حالت کو بہت کچھ سنبھالا۔ آپ نے ٹیکسون اور مالگذاری مین تخفیف کی۔ فوج کی تنخواہ مین اضافہ کیا۔ قبایل کے قیدیون کو آزادی بخشی۔ اور کابل مین برقی نئے کارخانے قائم کیئے۔ اسلحہ سازی اور برقی کارخانون کو بھی جو امیر عبدالرحمن کے عہد حکومت مین قائم ہوئے تھے آپ نے بہت ترقی دی۔ غرض آپ کا عہد نہایت امن وامان سے گذرا۔ خدا آیندہ بھی سرزمین افغانستان کو خانہ جنگی کے مہیب اثرات سے محفوظ رکھے۔ اور امیر جدید امین اللہ خان کو اپنے نامور والد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مُباحثہ

ڈاکٹر اقبال و کرنل بھولاناتھ

مکرمی ایڈیٹر صاحب -

آپ کے رسالہ کی فروری نمبر مین لفٹنٹ کرنل بھولاناتھ صاحب کی مراسلت میری نظر سے گذری - غلطی ہر فرد بشر سے ممکن ہے - اِس باب مین متقدمین متاخرین، اہل زبان غیر اہل زبان، فارسی گو اور ریختہ گو سب ایک سطح پر ہین - اس انسانی کمزوری کا علاج صحیح اور بے لاگ تنقید ہے - صحیح تنقید ہی وہ آئنہ ہے جسمین شاہد سخن کا ایک ایک خط و خال صاف صاف نظر آتا ہے - عام ناظرین پڑھتے ہین - نازک اور دلفریب اداؤن سے واقف ہوتے ہین اور کمال فن کی داد دیتے ہین - خود شاعر دیکھتا ہے تو اُسے اپنے جوہر کمال کے پہلو بہ پہلو اپنے نقائص بھی بے نقاب نظر آتے ہین (اگر طلب کمال کا شوق ہے تو) اپنے جوہر کو اور چمکاتا ہے اور نقائص کی اصلاح کرتا ہے - عہد مغلیہ مین ایران کے شعراء نے ہندوستان مین آکے جو ترقی کی وہ اُنکو خود ایران مین حاصل نہوئی - اسکا اصلی راز یہ ہے کہ اِس زمانہ مین ہندوستان کے سلاطین و امراء فیاض و فن پرور ہونے کے ساتھ خود اہل نظر اور جوہر شناس بھی ہوتے تھے - اپنی صحیح نکتہ چینیون سے ذی استعداد شعراء کے جوہر چمکاتے اور اُنکی خامیان دور کرتے تھے - عرفی، نظیری، صائب، کلیم فارسی شاعری خصوصاً غزل گوئی کے مہر و ماہ ہین - لیکن اُنکے اس کمال سخن نے مغلیہ سلاطین و امراء کے دامن تنقید مین پرورش پائی تھی -

لیکن بدقسمتی سے آج حالت برعکس ہے - سلاطین، امراء، جمہور سب سے مذاق سلیم رخصت ہوچکا ہے - اگر کوئی شاعر شہرت کے منظر عام پر آچکا ہے تو اُسکا ادنیٰ و اعلیٰ رطب و یابس ہر قسم کا کلام یکسان شوق و ذوق کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور اگر کوئی

خوشگو شاعر بدقسمتی سے گوشۂ گمنامی مین پڑا ہوا ہے تو اُسکے عمدہ سے عمدہ اشعار کی داد دینے والا نہین ملتا۔

ڈاکٹر اقبال شہرت کی حد سے گزر کے "ترجمانِ قوم" کے درجہ تک پہونچ چکے ہین اِسلیئے بہت ممکن ہے کہ بعض لوگون کو اُنکے کلام کی حرف گیری ناگوار معلوم ہو لیکن اگر پہلے اُنکے کلام کی آزاد تنقید ضروری تھی تو اب بھی ازبس ضروری ہے۔ کیونکہ کامل سے کامل اُستاد بھی لغزش و خطا سے معصوم ہونے کا دعویٰ نہین کرسکتا۔ درحقیقت کسی شئے کا انسانی "ہونا ہی اسکے "بے عیب" نہ ہونے کی دلیل ہے۔ کرنل بھولا ناتھ صاحب اقبال کی ایک فارسی نظم مین بعض فروگذاشتین دکھانا چاہتے ہین مگر مجھے اُنکی اُردو شاعری مین ہی اس قسم کی کمزوریان آنکھ کو نظر آتی ہین "ترانہ" اور "شکوہ" اُنکی شاعری کا واسطۃ العقد ہین لیکن کیا اُنکا دامن شہرت اغلاط کے دامن سے پاک ہے؟

مگر یہ لغزشین اُنکے ماہتاب کمال کے داغ ہین چاند مین بھی داغ ہین مگر ان داغون کی وجہ سے اسکے جمال جہان آرا سے انکار نہین کیا جاسکتا۔ اقبال کی شعر مجسم طبیعت سے غلطیان ہوتی ہین اور اردو اور فارسی دونون مین ہوتی ہین مگر ان غلطیون کی وجہ مین کرنل بھولاناتھ صاحب کے ہم آہنگ ہو کر یہ نہین کہہ سکتا کہ "بہت ہی اچھا ہوتا اگر ہمارے دوست (اقبال) اپنے سمند خوشخرام کا جولان اُردو ہی کے میدان مین محدود رکھتے۔ فارسی کی زمین سنگلاخ مین آپ کا اسپ تازی ناخون لیتا ہوا دکھائی دیتا ہے" واقعہ یہ ہے کہ طبع اقبال کے "سمند خوشخرام" نے اپنی خوشخرامی سے دونون میدانون کو محشرستان خیال بنا دیا ہے۔ "رموز بیخودی" اور "اسرار خودی" اسکے شاہد عدل ہین۔ غالبًا اسرار خودی کے متعلق یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ پروفیسر نکسن لیکچرر کیمبرج یونیورسٹی اسکا ترجمہ انگریزی مین کر رہے ہین۔ اور یہ تو میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک صحبت مین "اسرار خودی" پڑھی جا رہی تھی۔ پروفیسر محمد کاظم شیرازی (جو خاص ایرانی ہین اور مغربی زبانون مین سے انگریزی اور فرانسیسی سے واقف ہین) موجود تھے۔ اشعار سُنکر جھومتے تھے اور کہتے تھے کہ "کاش یہ شاعر ایران مین پیدا ہوتا" ان سب باتون سے قطع نظر مشہور مستشرق پروفیسر برون نے اپنی کتاب "پرنس اینڈ

پوئیٹری آف ماڈرن پرشیا" مین جدید شاعری کے عمدہ عمدہ نمونے درج کیے ہین۔ انکا مقابلہ اقبال کی مذکورہ دونون مثنویون سے کیجیے اور انصاف کیجیے کہ فارسی کی زمین سنگلاخ ہندوستان کا یہ "اسپ تازی" ایران کے سمند خوشخرام سے پہلو مارتا ہوا جارہا ہے یا نہین۔

تاہم کرنل بھولا ناتھ صاحب کا یہ مراسلہ دلچسپی سے خالی نہین۔ کم از کم کرنل صاحب کی اخلاقی جرأت اور صاف گوئی کی ضرور داد دینا چاہیے۔ کرنل صاحب فرماتے ہین کہ مین شاعر نہین۔ ممکن ہے یہ ایشیائی انکسار ہو لیکن اگر یہ واقعہ ہے تو آپ کے شوق سخن اور ذوق سلیم کی داد نہ دینا ظلم ہے۔ آپ نے اقبال کی نظم مین اصلاح دی ہے اور از راہ عنایت وجوہ اصلاح اپنے مراسلہ مین بیان فرمائے ہین۔ اجازت دیجیے کہ دونون کے متعلق کچھ عرض کرون۔

(۱) اقبال کے پہلے شعر کے مصرع اول پر کرنل بھولا ناتھ صاحب نے (آیندہ سے بغرض اختصار ہم صرف کرنل صاحب لکھینگے) چند اعتراض فرمائے ہین پہلا اعتراض یہ ہے کہ "صورت بند محاورہ نہین . . . بند کے ساتھ نقشبند ہوا کرتا ہے" مگر واقعہ یہ ہے کہ نقشبند کی طرح صورت بند بھی محاورہ ہے۔ لغت کی متداول اور مستند کتابون کی تصریح موجود ہے۔ امیر خسرو فرماتے ہین۔

منظرے بوس کشیدہ بلند ؎ چشم جد ہزار صورت بند

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ با فراش یعنی فراش را کے صحیح نہین۔ یہ اعتراض پڑھکے میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ با کا را کے معنی مین آنا اسقدر مشہور و معروف بات ہے کہ لغت و قواعد کی مشہور و مستند بلکہ معمولی سادی کتابون مین بھی مذکور ہے۔ یہ مصرع سند اً عرض ہے۔

سنجاب دہ زمیغ باکوہ

تیسرا اعتراض لفظ فراش پر ہے۔ اس اعتراض کے دو جزو ہین۔ جزو اول کا تعلق لفظ سے ہے اور جزو دوم کا تعلق وزن سے۔ اعتراض کے جزو اول سے تفریس اسماء کی ایک اصولی بحث پیدا ہوتی ہے۔

اصل یہ ہے کہ انیسوین صدی مین فارسی بولنے والے ممالک پر مغربی تہذیب کا

اثر پڑنا شروع ہوا - ہندوستان سیاسی اور علمی دونون حیثیتون سے انگلستان کے
زیر اثر رہا - ایران سیاسی حیثیت سے تو انگلستان اور اُس کے زیر اثر رہا مگر علمی حیثیت
سے فرانس کا اثر قبول کیا - وسط ایشیا علمی اور سیاسی دونون حیثیتون سے اُس کے
زیر اثر رہا - اور فرانس کا اثر اگر پڑا بھی تو اُسکی وساطت سے - اسلیے مغربی نامون کا تلفظ
ہر ملک نے الگ الگ کیا - ہندوستان مین چونکہ یہ نام انگریزون کی وساطت سے
آئے تھے اسلیے تلفظ انگریزی کے قاعدہ سے کیا گیا - ایران مین یہ نام فرانسیسی زبان
سے گئے تھے - اسلیے اُدن کا تلفظ فرانسیسی تلفظ کے مطابق کیا گیا -

لہذا وسط ایشیا مین ان ناموں کا تلفظ اُسی قاعدہ سے کیا گیا - یہ تو ایک اصولی تمہید
تھی - اب لفظ فرانس کو لیجیے - انگریزی مین تو اس کا تلفظ فرانس ہے جو بعینہ اُردو مین قائم
ہے - فرانسیسی مین اسی کا تلفظ فرانسے اور فران کے بین بین ہوتا ہے جو غیر فرانسیسی کلام
و زبان سے بغیر مشق کے بمشکل ادا ہوتا ہے - اسلیے اگر ایرانی فرانس کو فرانسہ کہتے ہین
تو یہ نہ تعریب ہے اور نہ کوئی مستقل نام بلکہ درحقیقت اختلاف تلفظ ہے جو درحقیقت
انگریزی اور فرانسیسی زبانون کے اختلاف تلفظ کا نتیجہ ہے - اب سوال یہ ہے کہ جب
مغربی نام فارسی زبان مین استعمال کیے جائین تو انکو مفرس بنا لینا چاہیے یا اپنی اصلی
حالت پر قائم رکھنا چاہیے - اور اگر مفرس بنایا جائے تو کس قاعدہ سے ؟ مگر واقعہ یہ ہے
کہ اُسکے متعلق کوئی اصول اب تک طے نہین ہوا ہے - ایرانی ارباب قلم عام قدرتی طریقہ
کے پابند ہین - جس نے جو لفظ جس طرح سُنا ہے اُسی طرح استعمال کرتا ہے - بمبئی، کلکتہ،
حیدرآباد جو فارسی اخبارات خود ایران یا ایرانیون نے نکالے تھے انمین مغربی نامون
کا تلفظ انگریزی قاعدہ سے ہوتا تھا - ترکستان مثلاً باغچہ سرائے وغیرہ سے جو فارسی اخبار
نکلتے تھے انمین مغربی نامون کا لفظ اُسی قاعدہ سے ہوتا تھا - معلوم ہوتا ہے کہ اقبال بھی
اس عام قدرتی قاعدہ کے پابند ہین - کرنیل صاحب اس روش کو قابل اعتراض فرماتے
ہین یہ درحقیقت محاورہ و زبان کی غلطی نہین بلکہ اختلاف رائے ہے - لیکن ایک عجیب
بات ہے کہ کرنیل صاحب جس طریقہ کو پسند نہین فرماتے خود اسی پر عمل کرتے ہین - ایرانی اگر

فرانس کو فرانسہ کہتے ہین تو جرمنی کو المانیا - اٹلی کو اطالیا' جاپان کو زابون کہتے ہین - مگر کرنل صاحب نے اپنی اصلاح مین ان تمام نامون کا وہی تلفظ کیا ہے جو ہندوستان مین رائج ہے -

پہلے شعر کے مصرعۂ ثانی کے متعلق کرنل صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ فکر رنگین اور دل گرم محاورہ نہین - کیا عرض کرون اسوقت کوئی شعر یاد نہین آتا - تاہم کرنل صاحب اتنا تو ضرور تسلیم فرمائینگے کہ خیال رنگین اور رنگین خیال و نیز گرم دل یعنی عاشق سوختہ آتا ہے کیا اسکے بعد بھی فکر رنگین اور دل گرم یعنی سوختۂ عشق غلط ہوگا مگر بہتر یہ ہے کہ یہ اعتراض سند کے ملنے تک ملتوی رکھا جائے - اسلئے اسوقت صرف اس سرسری اشارہ پر اکتفا کرتا ہون -

(۲) اقبال کے دوسرے شعر کے مصرعۂ ثانی مین کرنل صاحب چشم حیران کے بدلے سرگران (زیادہ "موزون" خیال فرماتے ہین - معلوم نہین کہ یہ موزونیت شاعری کے لحاظ سے ہے یا واقعہ کے خیال سے - شاعری کے لحاظ سے تو دل بیتاب کے لئے چشم حیران ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے - رہا واقعہ تو اسکے متعلق وہ حضرات فیصلہ کرسکتے ہین جو جرمن قوم کے اصلی کیریکٹر سے واقف ہین - لیکن اگر واقعہ کے لحاظ سے سرگران زیادہ موزون ہے جب بھی سرگران چندان مناسب نہ ہوگا کیونکہ سرگران کے معنی بقول کرنل صاحب متکبر اور مغرور ہونگے - اور آگے واد ہے - اسلئے سرگرانی ہونا چاہیئے -

(۳) چوتھے شعر کے پہلے مصرعہ پر یہ اعتراض ہے کہ "ساز سے صدا نکلتی ہے نہ کہ نوا" اسلئے نوا کے بجائے صدا ہونا چاہیئے"

لیکن واقعہ یہ ہے کہ نوا مطلق آواز کو بھی کہتے ہین اور نغمہ کو بھی - موسیقی کے بارہ مقامون مین سے ایک مقام کا نام بھی ہے - امیر خسرو فرماتے ہین - ؎

شد زن مطرب بنوا گستری

حضرت نظامی گنجوی فرماتے ہین - ؎

بر زخمہ چون نے نوا سازم

کیا اب بھی "سازِ دہر سے نوائے حریت" کا لکھنا خلاف محاورہ ہے؟

کرنل صاحب کی اصلاح واقعی قابل داد ہے۔گویہ اصلاح خود اصلاح طلب ہے۔

(۱) پہلے شعر کا مصرعہ اول صاف بے عیب اور چست ہے۔البتہ ابتدا ربا ستفہام کی وجہ سے جو بلاغت کے مصرعہ مین پیدا ہوگئی تھی وہ ہاتھ سے جاتی رہی۔دوسرے مصرعہ مین دل شاد سے مفہوم بدل دیا۔اقبال نے فرانس کی عشق پرستی بیان کی تھی۔کرنل صاحب اسکی زندہ دلی اور خوش باشی بیان فرماتے ہین۔

(۲) دوسرے شعر مین مصرعہ ثانی غور طلب ہے۔سرگران کے متعلق اعتراضات کے سلسلہ مین عرض کرچکا ہون۔لفظ واو دوجگہہ آیا ہے۔ایک بالکل فضول اور حشو ہے۔

(۳) تیسرے شعر مصرعہ اول مین "شں" را دونون مین سے ایک زائد ہے۔از ہم بالکل بھرتی کے لئے لایا گیا ہے۔اگر شیرازہ کا لفظ استعمال کرنا تھا تو یون کہنا چاہئے تھا۔

روس را شیرازہ جمعیت ملت گسیخت

(۴) چوتھے شعر کے دونون مصرعہ یونان اور چین کے اُنکے اعلان کے بغیر موزون نہین ہوتے کیا فارسی ترکیب کی حالت مین یہ جائز ہے؟

(۵) پانچوین شعر مین دوسرے مصرعہ کو موزون کرنے کے واسطے ہالند کی دال کو مشدد پڑھنا پڑتا ہے۔حالانکہ دال مشدد نہین بلکہ ساکن ہے۔

(۶) چھٹے شعر کے پہلے مصرعہ مین دردل ماہی کے بدلہ در دل دریا ہونا چاہیئے۔ناروے کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ماہیگیری ہے اور مچھلی دریا سے نکلتی ہے۔

(۷) آٹھوان شعر نظم کے سلسلہ بیان سے الگ معلوم ہوتا ہے۔کیونکہ نظم مین تقسیم ازل کا ذکر ہے نہ کہ انقلاب زمانہ کا۔اور اس شعر مین گردش روزگار کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

آخر مین چند لفظ ان دونون نظمون کی عام روح (اسپرٹ) کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہون۔اقبال کی نظم پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے اپنی انفرادی شخصیت وطن کی

اجتماعی شخصیت مین جذب کردی ہے۔ اقبال۔ اسوقت اقبال نہین بلکہ بدنصیب ہندوستان ہے۔ اسکا دل ہندوستان کا دل ہے۔ اسکی زبان ہندوستان کی زبان ہے۔ اسکا کلام اقبال کے خیالات کی تعبیر نہین بلکہ ہندوستان کے جذبات کی ترجمانی ہے۔ غرض وہ اسوقت ہندوستان کے دل سے محسوس کررہا ہے۔ اسی کے دماغ سے سوچ رہا ہے اور اسی کی زبان سے بول رہا ہے۔ اسلیئے وہ جانتا ہے کہ اس موقعہ پر وہ واعظ ناصح یا خطیب نہین بن سکتا اسے شاعر اور صرف شاعر بنا چاہیئے۔ یعنی الفاظ کے آب و رنگ سے وطن کے جذبات کی تصویر کھینچنا چاہیئے۔

تھوڑی دیر کے لیئے چشم ظاہربین کو بند کیجیئے اور ہندوستان کا دل بنکر تخیل کی نظر سے دیکھنا شروع کیجیئے۔ عالم اور کاروبار عالم پیش نظر ہے۔ فرانس عیش وطرب کی داد دے رہا ہے انگلستان تجارت وحکومت کا نقارہ بجارہا ہے۔ اس حالت کو دیکھکے جرمنی کی نگاہ رشک حیران اور دل حوصلہ بے تاب ہی۔ اُس کا کوہ استبداد زیر وزبر ہوچکا ہے۔ امریکہ سے انسانیت پرستی اور حریت پروری کا غلغلہ بلند ہورہا ہے۔ خیال کا مسافر بحیرہ اٹلانٹک کے دونون جانب سیر کرکے اپنی طرف لوٹتا ہے۔ ہم یعنی ہندوستان۔ کون ہندوستان؟ جو کبھی روحانیت کا چشمہ فیض تھا! جو کبھی آفتاب علم کا مطلع الانوار تھا!! جو کبھی تہذیب وتمدن کا گہوارہ تھا!!! جو کبھی عیش وعشرت کا جنت آباد تھا!!!! آج اسکی کیا حالت ہے!؟ دل پر ایک چوٹ لگتی ہی۔ حسرت کی آنکھ سے یاس کے اشک خونین ٹپکنا چاہتے ہین۔ ایک نہایت نازک موقع۔ ایک علم النفسی لحظہ کمال شاعری کی امتحان گاہ، اقبال معمولی شاعر نہین ورنہ ایک حسرت آمیز شعر کہکے اپنے فرض سے سبکدوش ہوجاتا۔ اسکی طبیعت نکتہ رس اور دقیقہ سنج ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایک پس ماندہ قوم کے سامنے حسرت ویاس کی تصویر پیش کرنا اُسکو موت کا پیغام دینا ہے۔ اسلیئے وہ ایک ایسا مضمون تلاش کرتا ہے جو عبرت انگیزی اور خودداری دونون کی روح سے معمور ہو۔ اسے معلوم ہے کہ ناامیدی کی حالت مین نفس انسانی تسلی آمیز خیال کے لیئے تشنہ لب ہوتا ہے۔ اسے یہ بھی خبر ہے کہ یورپ وامریکہ اگرچہ مادیات مین اوج ترقی پر ہین لیکن روحانیات مین اُنکے یہان صفر ہے۔ اُسکے مقابلہ مین ہندوستان گو دنیاوی حیثیت

ودماندہ و بے نوا ہے لیکن روحانیت ومذہب اسکی زندگی کا عنصر غالب ہے - ان حالات کو پیش نظر رکھکے وہ ایک ایسا مرقع پیش کرنا چاہتے ہین جسمین مغرب کی مادی ترقی اور روحانی تنزل اور ہندوستان کا مادی افلاس اور روحانی دولتمندی پہلو بہ پہلو نظر آئین - وہ یہ خوب جانتا ہے کہ خدا کا نام اسکے ہموطنون کے لیئے کیا کشش رکھتا ہے - اسلیئے وہ ساز شاعری کے اسی تار کو چھیڑتا ہے اور ایک عبرت وتسلی آمیز نغمہ اس شعر کی صورت بنکے نکلتا ہے -

ہر کسے در خورد فطرت از جناب او ببرد
بہرما چیزے نہ بود خویش را با ما سپرد

کرنل صاحب کی نظم پڑھنے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُسکا ناظم قوم کا ایک دردمند وغمگسار ناصح ہے - وہ دنیا کی چہل پہل، ہلچل، جدوجہد اور رونق وگرم بازاری اور اسکے مقابلہ مین اپنے عزیز وطن کی بے چینی و بے بسی کو دیکھتا ہے - اسکا دل خون ہوتا ہے - اور یہ خون دل شعر بنکے ٹپکنے لگتا ہے - وہ درد وغم سے بے چین ہے - اس بے چینی کے عالم مین اقبال کی سبق آموزی اور خودداری کا سررشتہ ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے - وہ اپنے وطن کی پس ماندگی کا ذمہ دار "صورت آراے ازل" کو سمجھتا ہے اور ایک شکوہ سنج لہجہ مین چیخ اُٹھتا ہے -

پیش ہر یک بہرہ از خوان الوالنش نہاد
ہند را بہر تماشہ چشم دو پر آب داد

اصل یہ ہے کہ کرنل صاحب نے اقبال کے نقطہ خیال کو نظرانداز فرما دیا چونکہ نقطہ خیال بدل گیا اسلیئے اصلاح شدہ نظم مین نہ وہ روح رہی جو اسُ نظم مین تھی اور نہ وہ اثر وکیف -

محاکمہ اقبال و بھولا ناتھ کے متعلق یہ چند سرسری اشارات ہین - اقبال کی نظم مین بلاغت کے جو لطیف و نازک نکتہ ہین وہ تفصیل کے طالب ہین جو اس مختصر مراسلت کے لئے موزون نہین - اسلیئے قلم انداز کرتا ہون -

خواجہ عبدالواحد ندوی سابق سب ایڈیٹر الہلال

آپ کا جسم
ایشور نے روزمرہ ادویات کا امتحان کرنے کے واسطے نہین بنایا ہے
ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپ کو ایسا مہلک مرض ہو جائے جس سے پیچھا چھوڑانا قریب قریب
قطعی ناممکن ہو - چنانچہ آپ کو مناسب ہے کہ ناممکنات پر یقین نہ کرکے ہمارے بیان سے
۲۶ سو سال کی آزمودہ بناؤ نوپان کی دوا سُدھا سندھو کو استعمال کیجئے - اس سے کف - کھانسی
ہیضہ - شول - سنگرہنی - اتیسار - پیٹ کا درد - قے ہونا - جی متلانا - اطفال کے ہرے پیلے دست -
وغیرہ امراض ایک ہی دن مین دفع ہو جاتے ہین - یہ دوا خوش ذائقہ اور خوشبودار ہے -
قیمت فی شیشی ۸ / محصولڈاک ایک سے دو تک ۴ / پیکنگ معاف
بال سُدھا
اگر آپ کو اپنے بچون کو لحیم و شحیم اور تندرست بنانا اور روزمرہ کے مرضون سے پیچھا
چھوڑانا ہو تو اس ذائقہ دار دوا کو منگا کر استعمال کرایئے - ایک شیشی ایک ماہ کے واسطے
کافی ہے - قیمت فی شیشی ۱۲ / محصولڈاک ایک سے دو تک ۴ /
درود گجکیسری - یعنی داد کی دوا بلا جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے
والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے - قیمت فی شیشی ۴ / محصولڈاک ۶ /
نئے سال کا کلنڈر تیار ہے کارڈ آنے پر مفت مین ارسال خدمت ہوتا ہے
ملنے کا پتہ - سُکھ سنچارک کمپنی متھرا

میرے کا سُرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزون میڈیکل کالج کے پروفیسرون والیان ریاست ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سُرمہ کی تصدیق فرمائی ہے - یہ سرمہ امراض ذیل کے لیئے مفید ہے ضعف بصارت - تاریکی چشم - دھند - جالا - پر وال - غبار - سرخی - پھولا - ابتدائی موتیا بند - ناخونہ - پانی بہنا خارش وغیرہ مین معزز ڈاکٹر بجائے اور ادویہ کے مریضون پر اس سُرمہ کا استعمال کرتے ہین - چند روز کے استعمال سے بینائی زیادہ بڑھجاتی ہے اور عینک کے استعمال کی حاجت نہین رہتی - بچے سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکسان مفید ہے - قیمت اسلیئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص ایسے سرمہ سے فائدہ اوٹھا سکین - قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لیئے کافی ہے قیمت [illegible] - میرے کا سفید سرمہ اعلی قسم فی تولہ [illegible] - خالص میرے فی ماشہ [illegible] مصری سرمہ فی تولہ [illegible] خرچ ذمہ خریدار

المشتہر

سردار سنگہ منیجر کارخانہ پروفیسر میا سنگہ الہوالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

مین نے میرے کا سُرمہ جو کہ سردار میا سنگہ صاحب نے خود بنایا ہے بہت سے بیمارون پر استعمال کرکے دیکھا ہے اور مین اس امر کی تصدیق کرتا ہون کہ یہ میرے کا سرمہ نہایت ہی مفید ہے اور آنکھونکی بیماری کے واسطے کا حکم رکھتا ہے - مین نے اپنے تجربہ مین آجتک کوئی سرمہ اس سے فائدہ بخش نہین دیکھا - مین اونکو جنکی آنکھون مین [illegible] کسی قسم کی شکایت ہے بڑے زور [illegible] استعمال کرنے کی سفارش کرتا ہون او [illegible] مفید [illegible] ثابت ہوگا - پانی آنے [illegible] سرخی چشم کیواسطے تمام انگریزی ادویات [illegible] ثابت ہوگا - حقیقت آپنے اسقدر [illegible] تیار کرکے [illegible] قوم پر بڑا احسان کیا ہے آپکا شکریہ الفاظ مین محال ہے - ضروری ہے کہ ملک کے تمام لوگ آپکے سرمہ سے فیضیاب ہوکر فائدہ اوٹھائین اور ہر طرح کی آنکھونکی بیماری سے نجات حاصل کرین - راقم پنڈت گنگا رام صاحب ڈاکٹر حضور نواب صاحب بہادر بہاولپور -

(۲) مین نے میرے کا سُرمہ جو سردار میا سنگہ نے تیار کیا ہے ان مریضون کیواسطے جنکی آنکھین بہت کمزور اور بیمار تھین استعمال کرکے دیکھا مفید پایا - میری رائے مین خاصکر ان مریضون کیواسطے جنکی آنکھون سے پانی جاری رہتا [illegible] دھند [illegible] نظر ہو یہ سرمہ نہایت ہی مفید ہے - [illegible] رائے بہادر ایل - ایم - ایس [illegible] سرجن پروفیسر میڈیکل کالج لاہور - حال [illegible] سرجن گورنر جنرل ہند

صبحِ امید

اُردو کا بہترین ماہواری رسالہ جس میں اردو علم ادب کے نامور اہل قلم اور مشاہیر ملک کے
ادبی تاریخی سیاسی اور معاشرتی مضامین ماہ بماہ شائع ہوتے ہیں

زیرِ ادارت

پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی نہایت آب و تاب سے جاری ہے

رسالہ کا حجم تقریباً ۸۰ صفحہ ہوتا ہے۔ کاغذ لکھائی چھپائی نہایت عمدہ۔ اور با اینہمہ

قیمت صرف للعہ سالانہ

اصحاب ذیل نے صبح امید میں مضامین نظم و نثر لکھنے کا وعدہ فرمایا ہے
جناب سید اکبر حسین صاحب اکبر۔ منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی۔ ڈاکٹر پروفیسر
اقبال۔ مولانا حسرت موہانی۔ آنریبل ڈاکٹر تیج بہادر سپرو۔ نواب ذوالقدر
جنگ۔ سید سجاد حیدر۔ پروفیسر سید عبدالماجد۔ پنڈت ہردے ناتھ صاحب
کنزرو۔ لالہ سری رام صاحب۔ جناب صاحبزادے آفتاب احمد خان صاحب
جناب آنریبل پنڈت جگت نرائن صاحب وجناب مولانا محمد سلیمان صاحب ندوی

درخواست خریداری

بنام

منیجر ہندوستانی پریس امین الدولہ پارک لکھنؤ آنی چاہیے

نمونہ کا پرچہ ۴ کا منی آرڈر وصول ہونے پر بھیجا جاتا ہے
واضح ہے کہ سال سے کم مدت کے لیے پرچہ جاری نہیں ہوگا۔

... ارن ۸ر-جریارہ لاہور سے طلب فرمایئے -

لال شربت لال شربت لال شربت

یہ بچون اور پرسوتی کے لئے نہایت طاقت بخش دوا ہے - قیمت فی شیشی بارہ آنے ۱۲ر - محصولڈاک ۶ر

دیکھئے محترمہ ش م صاحبہ بنت مجاہد حسین صاحب ضلعدار نہر اخبار تہذیب نسوان مورخہ ۱۲- جولائی ۱۹۱۳ء

مین کیا لکھتی ہین - پیاری بہن عباسی بیگم صاحبہ - تسلیم - کل کے پرچہ اخبار تہذیب سے آپ کا استفسار معلوم ہوا گو اشتہاری دنیا مین قدم رکھنے اور اشتہاری ادویات کے استعمال کرنے سے مین بھی سخت متنفر تھی - اور مین ہمیشہ سے انکو نقصان مال اور صحت کا زوال بر عکس نہند نام زنگی کا فور خیال کیا کرتی تھی - مگر اس لال شربت نے واقعی لال رنگ کر کے لال ولال کر دیا - مین آپ بیتی سناتی ہون - جو تازہ تجربہ اور حال کا مشاہدہ ہے برخورداری نجم النساء بیگم جسکی عمر اب پورے دو سال کی ہے - عرصہ تین ماہ سے نصیب اعدا ایسی لاغر ہوتی گئی کہ کوئی اوس کے دشمنون کو اثر خلش - اوپر والیون کا سایہ اور کوئی سوکھا بیر بتانے لگین - پرانے خیالات کی بزرگوارون نے گنڈہ - تعویذ - حاضرات مین کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا - بعض ضعیف الاعتقاد بہنین اس معصوم بچی کے سایہ سے حذر کرنے لگین - مین چونکہ بھوت پریت کی قائل - گنڈے تعویذ کی معتقد نہ کبھی ہوئی اور نہ ہون - آخر کار ڈاکٹر ایس کے برمن صاحب کا لال شربت مایوسی مین استعمال کرایا - جسکے فوری اثر نے دن بدن برقی اثر کا نمایان کرشمہ دکھایا - بہ افضال آلہی اب عزیزہ اپنی پوری طاقت اور اصلی حالت پر تین ہفتے ہی کے استعمال سے پہونچ گئی - گویا ایس کے برمن صاحب کا شربت بھوت - پریت - سایہ پرچھائی کے دور کرنے کے لئے مجرب تعویذ اور سوکھے بیر کے لئے سریع التاثیر نسخہ ہے - مین نے قصد مصمم کر لیا ہے کہ متواتر بارہ سال تک بلا ناغہ شربت استعمال کراؤنگی - اس لئے اپنی مکرم بہن کی پریشانیون کے دور کرنے کے لئے ترغیب دیتی ہون کہ وہ بھی برخورداری عطیہ بانو بیگم کو کم از کم دو شیشیان ضرور پلائین - اور قدرت الہی مشاہدہ کرائین اور نتیجے سے اطلاع بخشین -

راقمہ - ش م - بنت مجاہد حسین - ضلعدار نہر

ملنے کا پتہ - ڈاکٹر ایس کے برمن نمبرہ ۵ تاراچند دت اسٹریٹ - کلکتہ

کشمیری زعفران

درجہ اول ۱۲ر تولہ خالص مونگیا ئی ۸ر تولہ - خالص سرمیز قیمتی ۲ر تولہ
انگوری ہینگ ۱ر تولہ - خوشبودار زیرہ سیاہ للعہ سیر
خالص مشک نتہ تولہ - شہد خود رنگ ۵ر تا ۵ر
لونی سفید خود رنگ ۵ر تا ۵ر

کشمیر اسٹورس راولپنڈی نمبر ۵۹

باہتمام منشی دیانرائن نگم بی - اے زمانہ پریس کانپور مین طبع ہو کر شائع ہوا

مرتبہ دیا نرائن نگم بی۔ اے

جلد ۳۳	نومبر ۱۹۱۹ء	نمبر ۲۰۰

فہرست مضامین

تصویر۔ شاہان اودھ

قیمت سالانہ للعہ — زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا — فی پرچہ ۸ آنہ

اُردو ادب کی بہترین کتابوں کا ذخیرہ

رسالہ زمانہ کے ناظرین کی علمی ضروریات پوری کرنے کے لئے دفتر زمانہ مین بک ایجنسی قائم ہے جسمین وسیع پیمانہ پر اُردو کی کتابین شایقین کے لئے موجود ہین جنکی مختصر فہرست حسب ذیل ہے - اُمید ہے کہ آپ قدردانی فرماکر اُردو مصنفین کی ہمت افزائی فرماوینگے -

آپکا خادم - مینیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور

خیالات عزیز - مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی - اے مرحوم کے علمی ادبی تاریخی اور ملکی مضامین کا ایک قابل دید مجموعہ ہے - معہ دیباچہ نواب وقار الملک صاحب مرحوم قیمت صرف دو روپیہ ۲؍

پریم پچیسی حصہ اول - اُردو کے مشہور فسانہ نگار منشی پریم چند کے بہترین قصوں کا مجموعہ ہے - قیمت حصہ اول بارہ آنے ۱۲؍

پریم پچیسی حصہ دوم - یہ دوسرا حصہ بھی قابل دید ہے قیمت بارہ آنے ۱۲؍

بھارت درپن یا مقدس کہانی - ہندوؤن کی گذشتہ عظمت موجودہ تنزل اور آیندہ ترقی پر ایک دلچسپ نظم مسدس پنڈت برجموہن دتاتریہ کیفی دہلوی - ۴۰ صفحے قیمت صرف چھ آنے ۶؍

خمخانۂ سرور - جناب منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی مرحوم کی بہترین نظمون کا مجموعہ ہے - سرور صاحب کے نام سے کون آشنا نہین - اور انکی سحر نگاری اور معجز بیانی کا کون قائل نہین - قدردانِ سخن کو خمخانۂ سرور کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیئے کاغذ لکھائی - چھپائی سب اعلیٰ ہے - (زیر طبع ہے) قیمت ۱۲؍

نصائح جانکیہ یعنی نامور ہند جانکیہ کے مشہور و معروف لیتی کا ترجمہ - نصائح جانکیہ نے ڈھنگ کی رہنمائی کتاب ہے اسکا مطالعہ انسان کو عقلمند اور تجربہ کار بنا دیتا ہے قیمت ۶؍

ہوم رول - ہوم رول پر مسٹر اے رحمن کی قابل مطالعہ کتاب - سیلف گورنمنٹ کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ بھی ضروری ہے قیمت صرف پانچ آنے ۵؍

سیر و درویش - یہ فسانہ دلپذیر منشی پریم چند کے جادو نگار قلم کا نتیجہ ہے - اسمین ایک یورپین درویش کے عجیب و غریب سفر کا دلچسپ تذکرہ اور بھارت ورش کی استریون کے پتی دھرم کی طاقت اور اوسکا اثر ایک پرلطف پیرایہ مین بیان کیا گیا ہے - قیمت صرف چار آنے ۴؍

یادگار رام - یعنی مجموعہ مضامین عارف کامل سوامی رام تیرتھ جی مہاراج ایم اے مرحوم معہ انکی حالات و لوح وفات - دیباچہ آنریبل منشی گنگا پرشاد ورما مرحوم نے لکھا ہے (زیر طبع ہے) قیمت ۱۲؍

رہنمائے جاترا - اسمین ہندوؤن کے تمام تیرتھون کا حال راستہ کا پورا بیان دکھانے پینے کا سامان - ہر مقام کے حالات نہایت خوبی سے بیان کیے گئے ہین - یہ کتاب جاتریون کے لئے قابل رہنما کا کام دیتی ہے - ایسی کتاب ضرور منگا یے قیمت صرف آٹھ آنے ۸؍

اُردو مضمون نویسی - جسمین بچون کی اُردو مضمون نگاری کے طریقے درج ہین - اسکول ٹیکسٹ بک کمیٹی نے پسند فرمایا ہے - مصنفہ بابو نانک پرشاد بی - اے - قیمت صرف آٹھ آنے ۸؍

طریق دولتمندی - مصنفہ حکیم پیارے لال صاحب بسمل - اسمین دولتمندی کے طریقے نہایت خوبی سے دکھائے ہین - فی جلد آٹھ آنے ۸؍

سیلف گورنمنٹ - آنریبل سری نواس شاستری ممبر امپیریل لیجسلیٹو کونسل و پریسیڈنٹ سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی کی بہترین تصنیف جسمین ہندوستان کے لئے سیلف گورنمنٹ پر نہایت قابلیت سے بحث کی گئی ہے قیمت ۶؍

ملنے کا پتہ - مینیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور

عورتوں کی انشا - بیگم صفدر علی صاحب جو طبقہ نسوان
میں اپنی ادبی قابلیتوں کے لحاظ سے ایک ممتاز درجہ رکھتی
ہیں۔ یہ کتاب اونھون نے خط و کتابت میں رہنمائی کے لئے
اپنی صنف کی ضرورتوں اور خیالات کو پیش نظر رکھکر لکھی
ہے اور نہایت درجہ قدر کے قابل ہے - قیمت ایک روپیہ عہ

اسرار رنگون - دلچسپ افسانہ کے پیرایہ میں رنگون
کے مختلف اللون اور مختلف النسل
باشندون کے معاشرتی حالات کا مرقع پیش کیا گیا ہے۔
زبان نہایت شیرین اور طرز ادا نہایت بے تکلفانہ قیمت عہ

تاج ونشان - المعروف بہ تاج الملوک - دو جلد کامل
دنیا بھر کی سلطنتون اور ریاستون
وغیرہ کے تاج ونشان - قومی معرکے - پھریرے - مونوگرام
وغیرہ کی اصلی ہیئت وتصویر معہ انکی رنگتون کے دکھائی گئ - عہ

دستار وکلاہ تمام دنیا کی مختلف قسم کی پگڑی - ٹوپی
کنٹوپ - خود - شملہ - دکھنی پگڑیان -
پارسیون کی متفرق ٹوپیان - لڑکون لڑکیون اور لیڈیون
کی مختلف اوقات کی ٹوپیان - ان سب کے حالات وتصویرین
قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

عدد التاریخ بجد کے حساب سے تاریخ نکالنے کے فن
مین بےمثل کتاب ہے نمبر ۲ سے لیکر ۲۰۲ نمبر
تک ہر نمبر کے مقابلہ مین اتنے ہی عدد کے تمام الفاظ فقرے
محاورات ضرب المثل آیات - حدیث وغیرہ لاکھون اور
بعض جگہ مصرعے دئے گئے ہین اور وہ بھی اس کثرت سے
کہ پڑھنے والون کو حیرت ہوتی ہے - تاریخی نام نکالنے والون
اور تاریخی کلام کہنے والون کے لیے اس سے بہتر کوئی د
کتاب کارآمد نہین ہوسکتی - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عـہ ر

تاریخ اودھ چار جلدون مین نواب برہان الملک
سعادت علی خان کے عہد سے واجد
علی شاہ تک کی معزولی کے مفصل حالات درج ہین "
نایاب کتب سے یہ جامع تاریخ مرتب کی گئی ہے سنو ضلع ...
بلحاظ حسن صوری ومعنوی بے مثل ہے اور موجودہ زمانہ کی
قابل قدر تصنیف ہے قیمت فی جلد ... مکمل ہر چہار جلد ...

ملخص تاریخ اس کتاب مین ... کا کوئی نادر ذخیرہ
جمع کیا گیا ہے اور عجب خیز تاریخین تاریخ کے دائرے اور
نقشے لگائے گئے ہین - غرض تاریخگوئی کی تمام باتین اسمین
موجود ہین - قیمت ایک روپیہ عہ

مرقع کالج - علیگڈھ کالج مسلمانون کے واحد قومی
کالج کی اندرونی زندگی طلبا کی خوش فکریان
اساتذہ کی شفقت پاشیان - انفرادی واجتماعی اثرات معاشرت
غرضکہ ایک مختصر دنیا کی سیر اس رسالہ کے ذریعہ آسان ہوگئی
ہے - قیمت بارہ آنے ۱۲ر

گنج شائگان - معروف بہ ٹکسال قدیم شاہان ایران
سے لیکر آجتک کے دنیا بھر کے
ملکون کے سکون کی دونون رخون کی اصلی تصویر حال
وزن - ماہیت اور ایک مبسوط فہرست سلاطین ہندوستان
وجلال الدین اکبر کے سکون کی دی گئی ہے - دو جلد قیمت
دو روپیہ عاؔ

سوانحعمری مہاراجہ نارائن پرشاد اندر بہادر سابق
پیشکار دولت آصفیہ کے حالات اور
راجہ کشن پرشاد بہادر کے حالات نہایت شرح وبسط کے
ساتھ بیان کئے گئے ہین ونیز سلطنت حیدرآباد اور بعض
امرائے سلطنت کے حالات بھی لکھے گئے ہین قیمت عاؔ

خذ ما صفا - نواب حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب رئیس
دتاولی نے نہایت عمدگی سے مختلف اخبارون
سے اعلیٰ درجہ کے مضامین کا انتخاب کرکے خذ ما صفا کے
نام سے شایع فرمایا ہے انکے مضامین قابل دید ہین قیمت عہ

قصائد عزیز - مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی
سے کون واقف نہین کلام جس پایہ کا ہے وہ
اظہر من الشمس ہے - قیمت عہ

افسانہ خرد افروز - قیمت دو آنے ۲ر

لطائف الظرفا - ڈیڑھ سو سے زائد نہایت چیدہ
لطائف درج ہین قیمت ۳ر

القسان - علم نحو: ... کے ابتدائی مسایل
سلیس عام فہم زبان میں قیمت ۸ر

حقائق اسلام - اسلامی مسایل کی فلسفیانہ طور عقلی تشریح

ملنے کا پتہ منیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور

نفائس التواریخ یعنی تذکرہ حکماے یونان و فارس و عرب و ہند وغیرہ۔ قیمت چار آنہ ۴/

داتا گنج بخش حضرت شیخ علی مخدوم صاحب کی سوانحعمری نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھی گئی ہے قیمت ۱۰/

تہذیب اسلام فلسفہ یورپ کی تحقیقات موجودہ تمدن وسائنس جدیدہ کے انکشافات کو اسلام کے مسائل کے ساتھ نہایت خوبی سے تطبیق دیگئی ہے قیمت ۸/

آئینہ خود شناسی تصوف کی بینظیر اور لاجواب کتاب خداشناس ور خدارس کی رہبر ۸/

شریعت و طریقت۔ شریعت و طریقت کے متعلق جو غلط بیانیاں آجکل پھیلی ہوئی ہین انکو اس رسالہ مین نہایت خوبی سے جمع کیا گیا ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ شریعت و طریقت مین کوئی تناقض نہین قیمت صرف ۴/

وجدانی نشتر۔ اہل اللہ کے لیے راز و نیاز سوز و ساز و سکون و اضطراب و حال و قال اور وصال کا ایک لازوال خزانہ قیمت ایکروپیہ عہ/

برکات سلطانی نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ فرمانروا ے بھوپال کے مختصر حالات مع تذکرہ تصانیف قیمت چھ آنے ۔ ۶/

میلاد النبی۔ سرور کائنات فخر موجودات حضرت رسول کریم صلعم کے حالات زندگی نہایت خوبی سے بیان کیئے گئے ہین۔ قیمت بارہ آنے ۔ ۱۲/

تاریخی جوہر شبلی۔ اقبال اور اطہر دہلوی کی تاریخی نظمون کا ایک قابل دید مجموعہ ۳/

جذبات مسلم۔ ۲۸ مشہور دیگداز قومی نظمون کا مجموعہ جسمین علامہ شبلی ڈاکٹر اقبال اور ملک کے دوسرے شعرا کی مقبول عام نظمین جمع کی گئی ہین قیمت عہ/

نالۂ موزون۔ مذہبی اخلاقی قومی نظمون و غزلون کا نہایت اچھا مجموعہ ہے۔ قیمت ۹/

عذر شکوہ۔ نہایت خوبی سے پیرزادہ محمد عبدالعزیز صاحب عزیز نے لکھا ہے۔ قیمت ایک آنہ ۱/

قیصر جرمنی کے کارنامے۔ حیرت خیز واقعات عبرت انگیز انکشافات و پراسرار حالات قیمت دو لیے ۳/

انقلاب الامم موسیو لیبان مصنف تمدن عرب کی اس مشہور تصنیف کا دلچسپ ور فصیح ترجمہ جسمین قومونکی ترقی و تنزل کے اسباب یورپ کے تمدن کے زوال کی پیشنگوئی اور دنیا کی تمام قومون کے خصائص طبعی کا ذکر ہے اور جو اوس کی تمام تصنیفات کا خلاصہ اور عطر ہے مع مقدمہ شمس العلما قیمت عہ/

حیات حالی خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کے حالات زندگی قیمت ۶/

داغ دہلوی کے حالات زندگی اور آنکی شاعری پر تنقیدی نظر۔ قیمت چھ آنے ۔ ۶/

قصہ مہر افروز۔ ایک انوکھا اور دلچسپ قصہ خاص قلعہ معلی کی بیگماتی زبان مین قیمت ۸/

مکالمات برکلے۔ برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قیمت قیمت عہ/

تحفہ سائنس۔ پروفیسر فیروز الدین مراد ایم ایس سی کے سائنٹفک مضامین کا مجموعہ قیمت عہ/

علمی کہانیان۔ مختلف علمی اصول کو کہانیون اور مکالمون مین بیان کیا گیا ہے قیمت ۸/

آئینہ جنگ۔ جنگ یوروپ کی مفصل اور مبسوط قابل دید تاریخ۔ قیمت ۱۰/

اتالیق بی بی۔ شوہرون پر عورتون کی بہ امنی نکتہ چینیون اور بیجا شکایتون کا بہت ہی اچھا خاکا کھینچا ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸/

خانخانان نامہ۔ یعنی سوانحعمری خانخانان۔ قیمت چار آنے ۔ ۴/

فضلاے ہند۔ یعنی حالات مستند مصنفان علم سنسکرت ۱/

منظوم دل آرام۔ قیمت چار آنے ۔ ۴/

تضمین بے بہا۔ قیمت دو آنے ۲/

نوشیروان نامہ یعنی سوانحعمری عادل بادشاہ ایران قیمت چار آنہ ۔ ۴/

رسالہ میزان عدالت قیمت چھ آنے ۔ ۶/

دیوان اختر۔ لاجواب غزلون کا مجموعہ قیمت۔ ۸/

بھگت مال منظوم۔ قیمت ایک روپیہ۔ عہ/

دیوان بہجت ۔ قیمت آٹھ آنے ۔ ۸/

ملنے کا پتہ منیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور

تقریر — نواب ذوالقدر جنگ بہادر ایم۔ اے بیرسٹر ایٹ لا صدر مجلس استقبالی اُردو کانفرنس لکھنؤ قیمت صرف ایک آنہ ۱؍

قواعد اُردو — اُردو کے قواعد نہایت خوبی سے جناب مولوی عبدالحق صاحب بی اے سکرٹری انجمن ترقی اُردو نے لکھے ہیں۔ قیمت دو روپیہ عا؍

تسخیر فرانس — ملک لسٹر او انگلستان کے ڈراما ہسٹری کا ترجمہ نہایت سلیس اُردو قیمت عہ؍

سعید — قاضی سرفراز حسین صاحب کے قلم سے نکلا ہوا بہترین اخلاقی ناول ہے۔ قیمت چار آنے۔ ۴؍

تاریخ اخلاق یورپ — یہ تاریخ قابل دید ہے ایک جلد ضرور منگائیے قیمت سے؍

مثنوی سحر — کالی داس کی مشہور و معروف شکنتلا کا لطف اوٹھانا ہو تو مثنوی سحر پڑھیے۔ اور مصنف کے شاعرانہ کمال کی داد دیجیے قیمت ۶؍ مجلد ۱۰؍

ناول روٹھی رانی — حسن و عشق کی سچی داستان تریا ہٹ کی سچی کہانی۔ راجپوتوں کی بات انکی جان کے ساتھ ہے۔ یہ حقیقت اس دلکش فسانہ سے ثابت ہوتی ہے قیمت ۶؍ مجلد ۱۰؍

یادگار قومی — یعنے زمانہ کا مشہور قومی نمبر بابت ۱۹۰۶ء جسمیں ملک کے مشہور ترین استاپردازوں کے پندرہ دلچسپ محققانہ مضامین اور چار نادر و نایاب اور دلکش عکسی تصاویر ہیں۔ ۹۲ صفحات۔ مرتبہ منشی دیانرائن نگم بی۔ اے ایڈیٹر زمانہ۔ قیمت ایک روپیہ عہ؍

بیان خسرو — حضرت امیر خسرو کے حالات اور کلام پر تبصرہ۔ قیمت ۱۰؍

محبت اور جاہ و ثروت کی کشمکش ایک نہایت پُر لطف اور سبق آموز افسانہ۔ قیمت صرف تین آنے ۳؍

عالم خیال باتصویر — حضرت شوق قدوائی کی چار بے مثال اور بے بدل نظموں کا مجموعہ اُردو زبان میں ایسی دلچسپ اور معنی خیز نظمیں الفین کی ہیں۔ ایک جلد ضرور منگا کر ملاحظہ فرمائیے۔ فی جلد صرف آٹھ آنے ۸؍

سیاحت زمین — اس ناول میں ۸۰ دن میں اولن سے زمین کا طواف کرنے کا خاکہ نہایت خوبی سے درج کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ریاضی اور جغرافیہ کے چند مشکل مسائل بھی بتائے گئے ہیں جو فسانہ کے انداز میں نہایت آسان ہو گئے ہیں۔ آخر میں دنیا کا ایک نقشہ سفر کا راستہ اور اہم مقامات کے متعلق معلومات درج ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ۔ ۱؍۴

بیگمات بنگال — مسٹر برجیندرا ناتھ بنرجی کی بیگمس آف بنگال کا ترجمہ اس کتاب میں بیگمات بنگال کی زندگی کے حالات جمع کئے گئے ہیں قیمت ۶؍

انسانی قربانیاں — یعنی چند اصلاحی۔ معاشرتی مضامین کے دلگداز مجموعہ ۴؍

انقلاب یورپ — فرانسیسی زبان کے بہترین مصنف مارس میلاند کے عدیم النظیر ناول کا ترجمہ عشق۔ سیاست اور [illegible] رسانی۔ ان تینوں کا مرکب یہ ناول ہے جسکے ترجمے اس سے پیشتر یورپ کی تمام ترقی یافتہ زبانوں میں ہو چکے ہیں [illegible] کی [illegible] کا یہ عالم ہے اگر آپ پہلا باب پڑھ لیں تو ختم کیے بغیر کھانا پینا اور سونا بھی حرام ہو جائے اگر ناول کا شوق ہے تو یہ ضرور منگائیے قیمت عا؍

[illegible] رسالہ فلسفہ [illegible] مشہور فلاسفر [illegible] کے [illegible] ترجمہ [illegible] قیمت [illegible]

[illegible] انسانی — [illegible] کی تردید [illegible] کی [illegible] آف [illegible] کا نہایت فصیح اور [illegible] قیمت عہ

[illegible] یہ ایک محققانہ تصنیف [illegible] اور مذہب کی باہمی تطبیق پر بہترین تبصرہ عہ؍ ۲؍

تازہ تصانیف — سوز وطن ۵؍ — نوبہار ۲؍ آریہ سماج پالٹکس ۲؍ ہندوؤں میں ذات پات کی تفریق ۱؍ آثار الشعراء عہ — افتخار التواریخ سے؍ خیابان نجم ۲؍

زمانہ

جلد ۳۳ نومبر سنہ ۱۹۱۹ء نمبر ۲

ارتقاے سیاسی کا ایک ورق

مغرب و مشرق کے درمیان آمد و رفت شروع ہو جانے کے بعد تقریباً ڈیڑھ صدی تک تو ہندوستان
اپنے ہی خانگی جھگڑون مین منہمک رہا البتہ جب وارن ہیسٹنگز ہند کے گورنر جنرل مقرر ہوئے تو انھون نے
مسلمانون کی تعلیم کے لیے سنہ [illegible] مین [illegible] ایک مدرسہ قائم کیا جسکے مصارف [illegible] کمپنی نے
ذمہ لیا اس درسگاہ مین علوم انگریزی کی تعلیم نہ ہوتی تھی بلکہ علوم مشرقی ہی تک اسکا محدود رکھا گیا تھا
پھر ایک انگریز مسمی جوناتھان ڈنکن نے اپنے جوار میں مخصوص ہندوؤن کے لیے بنارس میں ایک کالج
کی بنیاد ڈالی [illegible] کے بعد سنہ ۱۸۱۳ء مین ایسٹ انڈیا کمپنی نے باشندگان ہند کی
تعلیم کے لیے بحیثیت مجموعی ایک لاکھ روپیہ سالانہ خرچ کرنا منظور کیا۔ اس قسم کی درسگاہین
قائم تو ہوئین اور [illegible] لوگون کے دماغون [illegible] خیالات کی اصلاح [illegible] شروع
[illegible] ہوئین ہمارے نزدیک اس وقت تک کہ علوم انگریزی کی اشاعت نہ پائی تھی اسوقت
تک مغربی انسٹیٹیوشنون کی وقعت و عظمت، خیالات مین وسعت و بالغ نظری، توہم پرستی سے
پرہیز اور حریت شخصی کی قدر و منزلت کا احساس باشندگان ہند کے دلون مین پیدا نہوا تھا۔ البتہ
در پردہ ایک جماعت اپنا کام ضرور کر رہی تھی وہ کون؟ مختلف مشنری سوسائیٹیان جنمین سے
بپٹسٹ مشنری سوسائٹی، لندن مشنری سوسائٹی، پریسبیٹیرین چرچ آف اسکاٹلینڈ وغیرہ جنھون نے
اشاعت مذہب عیسائیت کے دوش بدوش [illegible] دیگر مفید خدمات انجام دینا شروع کر دیے تھے

اور انکے یہان مغربی جاپون کے رسالجات بھی ضرور آتے ہونگے جنکے دیکھنے کا اتفاق بعض ہندستانیون
کو بھی پڑتا ہوگا اور انکے مضامین سے متاثر بھی ہوتے ہونگے۔لیکن مادر ہند کے اوّل فرزند رشید،
سرزمین ہندوستان کے افضل ترین شخص، پیشواے اہل سیاست یعنی راجہ رام موہن راے
(پیدایش ۱۷۷۲ء وفات ۱۸۳۳ء) کے حصہ مین یہ سعادت آنیوالی تھی کر وہ اس چیستان کو پورے طور
پر بوجھین علوم مشرقی کے عالم متبحر ہونے کے علاوہ انکو انگریزی و فرانسیسی علوم مین بھی اچھا خاصہ دخل
تھا اور یہ انہی علوم دانی کی برکت تھی جسنے انکو اشاعت تعلیم انگریزی کے لیے جدوجہد کرنے پر آمادہ
کر دیا تھا اور انہی کی تحریک پر ڈاکٹر ڈف نے پہلا انگریزی اسکول قایم کر دیا بعد کو سرچارلس وڈ کا مشہور
مراسلہ ۱۸۵۴ء مین شائع ہوا اور ہندوستان کے تین عظیم شہرون کلکتہ، بمبئی، و مدراس مین
یونیورسٹیان کھولی گئین جن مین ہند کے ہزارہا بچے جوق جوق داخل ہوئے اور سچ پوچھیے تو
راجہ موصوف ہی ہماری سیاسی بیداری کے حقیقی بانی ہوئے۔

راجہ رام موہن راے کی وسعت نظری نے ہندو سوسائٹی کی خرابیان اور نقائص کو پہلی ہی
نظر مین تاڑ لیا تھا اور انھون نے اپنے فرس عمل کو زیادہ تر اسی میدان مین جولانیان دین ۱۸۲۸ء
مین انھون نے برھمو سماج کا سنگ بنیاد رکھا۔جسکی غایت اصلی یہ تھی کہ اہل ہند کو ذات پات،
چھوت چھات کی بندشون سے رہائی دلائی جاے اور دقیانوسی و فرسودہ عقائد اور مخرب اخلاق
رسومات سے فرزندان ہند چھٹکارہ پاوین۔دیگر اقوام عالم سے انکا ارتباط قایم ہو جانے۔اور
عیسائیون و مسلمانون سے مثل بھائی بھائی کے مل سکین تاکہ اس طریقہ سے ایک متحد ہندی قومیت
بنجاے۔راجہ رام موہن راے کے بعد راس مین کیشب چندر سین نے ۱۸۶۴ء مین دید سماج قایم
کی اور تیسرے برس یعنی ۱۸۶۷ء مین بمبئی مین پرارتھنا سماج کی بنیاد رکھی گئی۔ان جملہ تحریکون اور
سماجون کا منشا اصلی ہندو قوم مین تمدنی، اخلاقی و مذہبی اصلاح کرنا تھا۔اسکے بعد پنڈت مول شنکر
نے جو بعد کو سوامی دیانند سرسوتی کہلائے بمبئی مین ایک اور سماج قایم کی جسکو آریہ سماج کا نام
دیا گیا۔۱۸۸۲ء مین ادیار کو جو شہر مدراس کے قریب واقع ہے کرنل الکاٹ و میڈم بلاوٹسکی
نے تھیاسوفیکل سوسائٹی کا صدر مقام قرار دیکر تعلیمی و تمدنی کام شروع کیا۔مسلمان نہایت ہی دیر
مین بیدار ہوئے گو سلطنت مغلیہ کی حکومت کا آفتاب حجابات زوال کے اندر آچکا تھا پھر بھی انکو شناخت

میں دھوکا ہو گیا۔ شام کو غروب آفتاب کے وقت جب کوئی بادل کا ٹکڑا افق مغرب کو گھیر لیتا ہے تو اکثر لوگوں کو چراغ جلنے تک یہی دھوکا بنا رہتا ہے کہ روز روشن پھر چڑھ جائیگا ابھی چراغ کی ضرورت نہیں جب تک اندھیرا چھا جاتا ہے اور بھٹکنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کی نگاہیں دلی کے قلعۂ معلی کے تاجدار کی طرف آخری وقت تک بعینہٖ اُسی طرز پر ٹکٹکی باندھے رہیں جو محض نظر فریب جلوہ تھا۔ کہنے کو تو پچیس برس کہے جاتے ہیں لیکن درحقیقت مسلمان تحصیل علم انگریزی میں اپنے دوسرے بھائیوں سے پچاس برس پیچھے پھر گئے۔ چنانچہ سر سید مرحوم نے جسوقت سے تہذیب الاخلاق، اور علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی اُسوقت سے مسلمانوں نے تحصیل علوم مغربیہ کی طرف رجوع ہونا شروع کیا۔

اہل اسلام اپنی رواداری، اخلاقی فضیلت، اور وسیع جمہوری عقائد کے لیے ہمیشہ مشہور رہے ہیں عام قاعدہ ہے چاہے جیسے اعلیٰ کارخانہ کا کوئی انجن بنا ہو اگر اُس سے کام نہیں لیا جاتا تو چند سالوں میں وہ زنگ آلود ہو کر ناکارہ ہو جاتا ہے چلاتے وقت پرزوں میں تیل دینا، اسٹیم کا گونگوں قفس اسٹیم خارج کرنے کے لیے کھولنا نہایت ضروری ہوتا ہے مسلمانوں کی صد سالہ عیش پرستیوں اور آرام طلبیوں نے انکو بیکار کر رکھا تھا سو سائٹی اسلام کے زنگ آلود پرزوں کو ایک بار ریگ مال سے صاف کرنے کی حاجت تھی اس خدمت کو سر سید علیہ الرحمۃ نے ادا کیا اُسوقت سے کارخانۂ اسلامی کے پرزوں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے لیکن اُنکے دیگر بھائی جو تقریباً نصف صدی پیشتر سے مغربی انسٹی ٹیوشنوں کی مشینوں پر کام کرتے چلے آتے ہیں اس لیے اگر انکو ہم منچسٹر اور لنکاشائر کے کاریگروں سے تشبیہ دیں تو بیجا نہو گا تاہم مسلمان بھی اس نکتہ کو خوب سمجھ گئے ہیں کہ یہ زمانہ مقابلہ کا ہے وہ بمبئی کے کارخانہ جات پارچہ بافی کے مانند جدید ترین مشینوں کو اپنے کارخانہ میں لگانے سے قاصر رکھکر زیانکاری کے مستوجب نہیں گے۔

مغربی تعلیم کی اشاعت نے سوشل ریفارم کی تحریک پیدا کرنے کے علاوہ میدان سیاسیات کا باب بھی اہل ہند پر کھولنے کی بنا ڈالی۔ ملک میں اخبارات ۱۷۸۰ء سے شائع ہونا شروع ہو ہی گئے تھے کیونکہ جہانتک ہمکو علم ہے سب سے پہلا اخبار جو سرزمین ہند سے نکلنا شروع ہوا تھا وہ شہر کلکتہ سے ۲۹ جولائی ۱۷۸۰ء کو بنام ہیٹنگز گزٹ جاری ہوا تھا اسکے بعد بہت سے اخبار بمبئی کلکتہ اور مدراس سے جاری ہوئے جنمیں سے ہرکارا" جان بل" ریفارمر، کلکتہ میگزین، ریویو، بنگال میں ہیرلڈ بمبئی میں اور

مدراس کوریر و دی کریسنٹ، مدراس میں پہلے دور یعنی ۱۸۰۰ء سے ۱۸۳۵ء تک اپنی دریدہ دہنی اور تیز زبانی کے لیے مشہور رہ چکے تھے چونکہ اُسوقت تک دیسی زبان کے مطابع کو کامل آزادی عطا نہوئی تھی اس لیے اہل ہند کو مغربی تہذیب کے قوی آلہ یعنی اخبار کی طرف توجہ کرنے کی جرأت نہ پڑی تھی تاہم باوجود سخت بندشوں کے سیرامپور (بنگال) سے "سماچار درپن" نکلنے لگا تھا اسکے دو برس بعد راجہ رام موہن راے کا "کومُدی" بعد کو چندر، کا اور گیان گنیش بنگال سے اور بمبئی سماچار زیر ایڈیٹری مسٹر مرزبان بمبئی سے دیسی زبانون مین نکلنا شروع ہو گئے تھے گو انکو پالیٹکس سے سروکار نہ تھا تاہم وہ سوشیل ریفارم پر نہایت آزادی سے مضامین لکھتے رہتے تھے ان اخبارات نے سنفرینا کی بھی خدمت ادا کی یعنی اہل ہند مین ذوق اخبار بینی و مضمون نگاری پیدا کر دیا۔ جب سر چارلس مٹکاف کی گورنمنٹ نے ۱۸۳۵ء مین دیسی پریس کو آزادی بخشی تو باشندگان ہند نے دیسی و انگریزی دونون زبانون مین اخبار نکالنا شروع کیے بابو ایشور چندر گپتا کا اخبار پربھاکر غالباً دیسی زبان والے اخبارات مین سے پہلا اخبار تھا جسنے پالیٹکس پر قلم اُٹھایا تھا۔ اب ہم صوبہ وار اُن اخبارات کے نام درج کرتے ہین جو اہلِ ہند مین سیاسی بیداری پیدا کرنے کے موجب ہوے جو حسب ذیل ہین۔

ہندو پیٹریٹ، ہرکرا، انڈین مرر، (۱۸۶۱ء)، امرت بازار پتریکا، (۱۸۶۸ء) بہمو پبلک اوپینین، جسکو بعد کو بنگالی مین شامل کر دیا گیا۔ رئیس و رعیت، سمیر، کاش، بنگابی بیکو، بسمی بانی، سادھارنی، ہتبا دی، مسلمان کامریڈ، الہلال، و اقدام، صداقت، جمہور، بنگال مین، راست گفتار، (۱۸۵۱ء) ایڈیٹر مشہور دادا بھائی نوروجی، بمبئی سماچار، اندو پرکاش، جام جمشید، مرہٹہ، دیان پرکاش، کیسری، بمبئی کرانیکل بمبئی مین ہندو، اسٹینڈرڈ، سودیشی متر، کامن ویل، نیو انڈیا، صوبہ مدراس مین ٹریبون، زمیندار، ہمدرد پنجاب مین، بہار مین ہیرلڈ، ایڈوکیٹ، ہندوستانی، آزاد، لیڈر، نیو ایرا، مسلم گزٹ، ہندوستان، ریویو، نئی روشنی، ہمدم، صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ مین قابل تذکرہ ہین۔ تعلیم انگریزی کے رائج ہوتے ہی اکثر بہی خواہانِ ملت کے ذہن سیاسی انجمنین قایم کرنے کی طرف منتقل ہوے لیکن جیسا کہ عام قاعدہ ہے کہ ہر ملک کے ابتدائی دور ترقی مین زردار لوگون اور امراو رؤسا، کا عنصر غالب رہتا ہے پھر رفتہ رفتہ اُنکا زور و اقتدار گھٹتا جاتا ہے اور اُنکی جگہ طبقہ عوام کے روشن دماغ، طباع، اور آزاد خیال لوگ جنکو قوم کے زرین مستقبل پر ویسا ہی یقین کامل ہوتا ہے جیسا کہ ایک مذہبی آدمی کو ذات

باری تعالیٰ پر اُمرا، اپنے دقیانوسی خیالات قدامت پرستی، اور اپنے ذاتی اقتدار کو برقرار رکھنے کے درپے رہنے
کے باعث، روشن دماغ کا ساتھ دینے سے قاصر رہکر یا تو خود ہی ہراسان و بددل ہوکر کنارہ کشی اختیار کرتے جاتے
ہین یا وہ بدگوشت کی طرح سوسائٹی کے تندرست جسم سے جدا کردیے جاتے ہین یہی وجوہ سیاسی انجمنون کے وجود
و فروغ مین حائل رہے، ابتدا مین ایسی دو انجمنین ۱۸۵۱ء مین ہندوستان کے دونون سمت یعنی مشرق و مغرب
یا یون کہو بمبئی و کلکتہ دونون مقامات پر قائم ہوئین۔ کلکتہ والی انجمن کا نام برٹش انڈین ایسوسی ایشن اور بمبئی کی
انجمن کا بمبئی ایسوسی ایشن۔ اول الذکر انجمن کے روح رواں مسٹر پرسنا کمار ٹیگور تھے اور انکے بازو مسٹر ہریش چندر
مکرجی تھے جو آزاد اخبار نویسی کے اسوقت پیشوا مانے جاتے تھے علاوہ انکے ڈاکٹر راجندر لال متر، مسٹر رام گوپال گھوش،
راجہ دگمبر متر وغیرہ اس انجمن کے ارکانِ ذی وقار مین سے تھے اور اس انجمن کو معراج عروج پر مسٹر کرسٹو داس پال
کی مساعی جمیلہ نے پہونچا دیا۔ بمبئی ایسوسی ایشن کے بانی اور ارکانِ خاص مین سے مسٹر دادا بھائی نوروجی، مسٹر
جگناتھ شنکر سیٹھ جنکو صوبہ بمبئی کی لیجسلیٹو کونسل کے اول غیر سرکاری ممبر ہونے کا بعد کو فخر حاصل ہوا تھا، سر
منگل داس نتھو بھائی اور مسٹر نوروجی فردونجی قابل تذکرہ ہین۔ گو ہمکو اسقدر تفصیلی حالات لکھنے کی حاجت
نہ تھی بلکہ سچ پوچھیے تو ان دونون انجمنون کا ذکر بھی ہمارے دائرہ بحث سے کسی قدر ہٹا ہوا ہے تاہم خادمانِ قوم و قومی
ہیروز کے اذکار ہر نہج سے افراد قوم کے مردہ قلوب مین تازہ جان ڈالنے کی طلسمی قوت رکھتے ہین خاصکر ایسے بزرگ جو
ہمارے ارتقاء سیاسی کی اول منازل مین کچھ بھی حصہ لیچکے ہین انکے اسماء گرامی کی فروگذاشت ہمکو احسان ناشناسی کا
مجرم قرار دیگی۔ صوبہ مدراس مین ایسی کوئی انجمن نہین قائم ہوئی البتہ اس صوبہ مین جب سے اخبار "ہندو"
۱۸۷۸ء سے نکلنا شروع ہوا اسنے ایک عظیم تغیر اہل مدراس کے خیالات مین پیدا کردیا، ہندو کی سرپرستی مسٹر
آنندا چارلو، ویرا راگھو چاری، کاریگنا تائیڈو، سبرامنیا اور سی سبرامنیا آئر ایڈیٹر ہندو سودیش مترم"، جیسے فخر قوم بزرگون نے
کی۔ علاوہ ازین پونا مین ۱۸۶۵ء مین ایک اور زبردست انجمن قائم ہوئی جسکے کارکنون مین سے راؤ بہادر
کرشنا جی لکشمن نکھار اور مسٹر سیتا رام ہری چپلنکار کے نام قابل تذکرہ ہین گو ان انجمنون کے مقاصد
کسی قدر ان مذہبی تحریکون سے جداگانہ ہے جنکا تذکرہ اوپر آچکا ہے تاہم انکو خالص سیاسی انجمنین بھی ہم نہین
کہہ سکتے زیادہ تر یہ بھی تمدنی، اخلاقی، اور مادی ترقی کی طرف اہل ہند کو متوجہ کرتی رہتی تھین یا کبھی کبھی وہ
لوکل گورنمنٹون کے طرز عمل کے خلاف صدا بلند کر اٹھتی تھین لیکن انمین اول تو نظام ترکیبی کی کمی تھی دوسرے ایکبار
بھی متحد ہوکر کسی مسئلہ پر انھون نے آواز نہین بلند کی حقیقت مین انکو تم سیاسی انجمن کہنا مناسب نہین معلوم ہوتا ہے۔

عزیز اسیوفی

ہندوستان مین مزدورونکی بیداری

وسطی زمانہ کے مورخ اس امر پر متفق الرائے ہین کہ ہندوستان کی آب و ہوا مساوات کے لیے ناموافق ہے - لیکن جب سے یہان انگریزی حکومت قائم ہوئی ہے یہان بھی مساوات کا خیال پیدا ہو رہا ہے اور اب تو یہ خیال اسقدر مضبوط ہو گیا ہے کہ اسکی بیخکنی قریب قریب ناممکن ہو گئی ہے انگریزی حکومت کے زیر اثر مغربی خیالات و روایات کی اشاعت سے نسلی شرافت و نجابت کی جگہ ذاتی قابلیت کو حاصل ہو رہی ہے - سرکار کی نظرون مین شودر کے مقابلے مین برہمن محض اس وجہ سے قابل ترجیح نہین ہے کہ اسکی پیدائش برہمن گھرانے مین ہوئی ہے - گورنمنٹ ہندو - مسلمان عیسائی - یہودی - پارسی - سکھ - برہمن - کشتری - دیش - شودر سب کو ایک نظر سے دیکھتی ہے - اسکے نزدیک مظلوم خواہ وہ کسی قوم یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو - اس امر کا مستحق ہے کہ اسکی فریاد گوش دل سے سُنی جائے اور اس کے ساتھ انصاف کیا جائے - اب عزت کا معیار قابلیت ہے -

مغربی تہذیب کے اشاعت پذیر ہونے سے ہندوستان مین ہر ایک فرقہ اور طبقہ اپنے حقوق و فوائد سے آگاہ ہو رہا ہے اور اُن کی حفاظت کیلیے اپنی سمجھ کے مطابق بہترین وسائل اختیار کر رہا ہے - سرمایہ دارون اور کارخانونکے مالکون کی انجمنین تو اب سے بہت عرصہ پہلے سے قائم ہین - لیکن اب مزدورون کی انجمنین بھی قائم ہو رہی ہین اور وہ بھی اپنی حالت کو بہتر بنانے کی کوشش کر رہے ہین - مقام مسرت ہے کہ گورنمنٹ اور ملک کے روشن خیال طبقہ کیطرف سے بھی ان کوششون کی حوصلہ افزائی کی جا رہی ہے اور ہر قسم کی سہولتین مہیا کی جا رہی ہین - کلکتہ - بمبئی اور مدراس وغیرہ بڑے بڑے شہرون مین مزدورون کی باقاعدہ انجمنین ہین جن کی پُشت پر تعلیم یافتہ محبان وطن کی ایک معقول تعداد ہے - ان مین مدراس کے مزدورونکی

انجمن خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ اس انجمن کی قائمی دراں کے متحدہ مزدوروں کی کوششوں کا نتیجہ تھی۔ یہ مزدور اپنی حالت کے متعلق شکایات لیکر ایک پارسی لیڈر (مسٹر واڈیا) کے پاس پہونچے۔ اس لیڈر مذکور نے حالات کے متعلق تحقیقات کی اور مزدوروں کی ایک انجمن قائم کرنے کی تجویز ٹھہرائی۔ پہلا جلسہ ۱۳ اپریل ۱۹۱۸ء کو ہوا اسکے بعد کئی ماہ تک ماہوار جلسے ہوتے رہے۔ مدراس میں کپڑا بُننے کے تین مشہور کارخانے ہیں۔ ان کارخانوں میں جو مزدور کام کرتے ہیں۔ ان کی ایک متحدہ انجمن بنائی گئی اور اسکا نام "متحدہ انجمن مزدوران کارخانجات پارچہ بافی" رکھا گیا۔

ان تین کارخانوں میں سے دو کارخانے یوروپینوں کی ملکیت ہیں۔ اور تیسرے کے مالک چند ہندوستانی سرمایہ دار ہیں۔ لیکن نسلی امتیاز کا سوال کبھی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک کارخانے میں عورتیں بھی ملازم ہوسکتی ہیں۔ جب سے مزدوروں کی متحدہ انجمن قائم ہوئی ہے۔ تب اسکے ذریعے دو تین نہایت مشکل اور اہم سوال حل ہوے ہیں۔ جو سرمایہ داروں اور مزدوروں کے درمیان کشمکش کا باعث تھے۔ اول اول کارخانہ داروں کی طرف سے انجمن کی کوششوں کی کچھ مزاحمت بھی کی گئی۔ لیکن رفتہ رفتہ اس مزاحمت کا اثر زائل ہوگیا۔

جب پارچہ بافی کے کارخانوں میں کام کرنیوالے مزدوروں کی متحدہ انجمن کی کارروائیاں بارآور ہوئیں۔ تو ریلوے کارخانوں اور چھاپہ خانوں کے مزدوروں اور ٹہیوں پر کام کرنیوالے لوگوں نے اس مثال کی پیروی کی اور اپنی انجمنیں قائم کرلیں۔ چنانچہ اسوقت شہر مدراس میں ۲۰ ہزار اشخاص ایسے ہیں جو ان انجمنوں میں سے کسی ایک یا دوسرے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔

ان انجمنوں کی قائمی سے پیشتر پولٹیکل لیڈروں کو کچھ خبر نہ تھی کہ مزدوروں کی دنیا میں کیا ہورہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ہندوستان میں قانون مزدوری موجود ہے۔ لیکن جسوقت یہ مرتب کیا گیا تھا چونکہ اُسوقت مزدور فرقہ عملی طور پر کوئی آواز نہیں رکھتا تھا اور اسکے ترجمان محض سرمایہ دار کارخانوں کے مالک تھے۔ اسلیے گورنمنٹ مزدوروں کی خواہشات سے کماحقہ طور پر آگاہ نہیں ہوسکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قانون ان ضرورتوں کو

پورا کرنیکے لیے کافی نہین - جو اسوقت درپیش ہین - قانون کارخانجات کی رو سے پارچہ بافی کے کارخانون مین مزدورون کیلیے کام کرنیکے گھنٹون کی تعداد زیادہ سے زیادہ بارہ گھنٹے مقرر ہے لیکن درحقیقت یہ بارہ گھنٹے پندرہ بلکہ سولہ گھنٹون کے برابر ہوتے ہین کیونکہ مزدورون کو کارخانے سے تین تین چار چار میل کے فاصلہ پر رہنا اور آنے جانیکا راستہ پیدل طے کرنا پڑتا ہے - ان کو پونے چھ بجے صبح کو قریب کارخانہ کے دروازہ پر پہونچنا ہوتا ہے - جہان سے وہ چھ بجے شام کے فارغ ہوتے ہین - دن بھر کام کرتے کرتے تھک جانیکے بعد پیدل چلکر گھر پہونچنا تکلیف سے خالی نہین ہوتا - اسپر راستہ قریب قریب تاریک اور ناہموار بلکہ دشوار گذار ہوتا ہے - اس لیے بہت دیر سے گھر مین پہونچتے ہین -

مزدورون کی اُجرتین بھی کچھ تسلی بخش نہین ہوتین - انکی ماہوار اوسط کوئی پندرہ روپیہ ہے جو گرانی اور قحط سالی کے موجودہ زمانہ مین ایک کُنبہ کے گذارہ کیلیے ناکافی ہے - اسکا نتیجہ یہ ہے کہ وہ معمول سے کم درجہ کی خوراک کھا کر بھی کچھ پس انداز نہین کر سکتے جو بیماری یا بیکاری کے ایام مین ان کے کام آئے - اچھی خوراک نہ ملنے کی وجہ سے وہ بیماری کا شکار زیادہ آسانی سے ہوجاتے ہین - اسپر انھین علاج معالجہ کے اخراجات برداشت کرنے کی استطاعت نہین ہوتی - اسلیے وہ نہنگ اجل کے لیے لقمۂ تر ہوتے ہین -

اس کے علاوہ آمدنی کی کمی کے باعث انھین جس قسم کے مکانون مین رہنا پڑتا ہے - وہ اصول حفظان صحت کے مطابق نہین بنے ہوتے ان سب حالات کی موجودگی مین یہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ جب کوئی وبا پھیلتی ہے - تو سب سے زیادہ اتلاف جان مزدور لوگون کا ہوتا ہے ۱۹۱۱ء مین ایک کمیشن مقرر کی گئی تھی - جسنے تحقیقات کے بعد قرار دیا تھا کہ ۴۰ سال سے زیادہ عمر کے مزدورون کے لیے گھرون سے کارخانون تک اور کارخانون سے گھرون تک پیدل سفر کرنا ناممکن ہے اور حقیقت یہ ہے کہ چند سال کام کرنیکے بعد ان کی طاقت سلب ہوجاتی ہے لیکن سردست مزدور انجمنون کی توجہ کام کے گھنٹون کی تعداد اور شرح اُجرت پر لگ رہی ہے -

ان دو باتون کے علاوہ اور بھی چند باتین ایسی ہین - جن مین وہ اصلاح کی ضرورت محسوس کرتے ہین مثلاً مزدورون کے لیے مکانات کا انتظام حالات متعلقہ حفظان صحت اور مزدورون

اور اُنکے بچون کی تعلیم۔ لیکن سب سے پہلے وہ گھنٹون کی تعداد اور شرح اُجرت کا سوال حل کرنا چاہتے ہین۔

اگرچہ عام ہندوستانی مزدور لکھنا پڑھنا نہین جانتے۔ تاہم وہ بالکل غیر مہذب بھی نہین ہوتے۔ ناخواندہ ہونیکا مطلب یہ نہین کہ وہ قوت فیصلہ نہین رکھتے اور اپنے نفع نقصان مین امتیاز نہین کرسکتے۔ برخلاف اسکے وہ اپنی حالت سے پوری پوری طرح آگاہ ہین اور خرابیون کا علاج تجویز کرسکتے ہین۔ امر واقعہ یہ ہے کہ وہ دُنیا کے معاملات مین موزون طریق سے دلچسپی لینے کے قابل ہین۔ وہ اس بات کو خوب سمجھتے ہین کہ اسوقت ہندوستان یوروپ اور امریکہ وغیرہ کے مزدورون کی دُنیا مین کیا ہو رہا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ لکھنا پڑھنا نہین جانتے۔ تو انھین ہندوستان اور بیرونی دنیا کے حالات سے کسطرح آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اسکا جواب یہ ہو کہ چند مزدور دیسی زبانون کے اخبارات پڑھ سکتے ہین۔ اور وہ ان اخبارات سے جو معلومات حاصل کرتے ہین انکی اشاعت اپنے ساتھیون مین کردیتے ہین۔ ممکن ہے بعض لوگون کو یہ بات عجیب معلوم ہو لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ انکی باہمی گفتگو کا مبحث اکثر اوقات قومی اور بین الاقوامی معاملات ہوتے ہین۔

مزدورون کی انجمنین اپنے ممبرون اور متعلقین مین بیداری پیدا کرنے اور اُنکی حالت کو بہتر بنانیکے لیے عملی طور پر بھی بہت کچھ کام کر رہی ہین۔ انکے زیر اہتمام ریڈنگ روم اور شفاخانے کھلے ہوئے ہین۔ ریڈنگ روم مین جاکر مزدورون کو اپنے مفید مطلب ہر قسم کا لٹریچر پڑھنے کیلیے مل سکتا ہو۔ شفاخانے ان کے لیے مُفت دوائیان مہیا کرتے ہین۔ بالخصوص ایام وبا مین وہ نہایت بیش قیمت ثابت ہوتے ہین۔ اس کے علاوہ گودام بھی قائم کیے گیے ہین۔ جہان گذشتہ دنون قیمت خرید پر مزدورون کے ہاتھ چاول فروخت کیے جاتے تھے۔ ان گودامون کے ذریعے گرانی کا اثر جہانتک اسکا تعلق مزدورون کے ساتھ تھا۔ بہت حد تک زائل ہوگیا۔ ایک بنک بھی قائم ہے۔ جہانسے مزدورون کو دھیما شرح سود پر روپیہ قرض مل سکتا ہو۔ اُجرتون کے ناکافی اور اشیاے ضروریات زندگی کے گران ہونیکی وجہ سے اکثر مزدور مقروض رہتے ہین اور اُن کی کمائی کا بہت سا حصہ سود کی

شکل میں پیشہ ور ساہوکاروں کے پاس چلا جاتا ہے جن سے وہ بھاری اور کچل دینے والی شرح سود پر روپیہ قرض لیتے ہیں۔ اسلیے یہ بنک مزدوروں کے لیے ایک بیش بہا نعمت ہے ان انجمنوں کے وجود پذیر ہونے سے پیشتر کارخانوں کے منیجر اور دیگر کارکن مزدوروں کے ساتھ اکثر بدسلوکی کرتے رہتے تھے اور ان کو بات بات پر گرفتار کروا کر عدالت پولیس میں لیجایا کرتے تھے۔ اب ان انجمنوں کی بدولت یہ شکایت بھی رفع ہوگئی ہے۔ جس مزدوروں اور کارخانہ داروں کے درمیان زیادہ خوشگوار تعلقات قائم ہوجانے کی اُمید پڑتی ہے۔

گورنمنٹ بھی مزدوروں کی حالت بہتر بنانے میں ہر طرح سے مدد دے رہی ہے چنانچہ مختلف بڑے بڑے شہروں میں آرٹس سکول قائم ہیں جن میں تصویر کشی اور مینا کاری وغیرہ فنون لطیفہ کی تعلیم یورپین طریقہ پر دیجاتی ہے۔ جو لوگ ان سکولوں سے تعلیم حاصل کرکے نکلتے ہیں وہ بازار میں کافی روپیہ کما سکتے ہیں یا کارخانوں میں معقول اُجرت یا تنخواہ پر ملازم ہو سکتے ہیں۔ ان سکولوں پر گورنمنٹ بہت سا روپیہ ہر سال خرچ کرتی ہے۔

ایک بات جو غور طلب ہے یہ ہے کہ ہندوستان کے مزدوروں میں جو بیداری پیدا ہو رہی ہے۔ اسکا تعلق سوشلزم یعنی اشتراکیت کے ساتھ کس حد تک ہے جہانتک واقعات کا تعلق ہے۔ وہاں تک یہ بیداری مسئلہ اشتراکیت سے بالکل کوئی علاقہ نہیں رکھتی اور حقیقت یہ ہے کہ اصول اشتراکیت مغربی ممالک کے لیے خواہ کتنا ہی موزوں ہو۔ لیکن ہندوستان کے لیے یہ قابل عمل نہیں۔ ہندوستان کے تمدنی حالات یورپ اور امریکہ کے تمدنی حالات سے بالکل مختلف ہیں۔ یورپ اور امریکہ مزدوری کا منتہائے مقصد تو اسوقت یہ ہے کہ تمام کارخانے قومی ملکیت قرار دیے جائیں۔ یعنی ان سے جو منافع ہو۔ اسمیں سرمایہ داروں کے ساتھ ساتھ مزدوروں کو بھی بحصہ رسدی شامل سمجھا جائے۔ لیکن ہندوستان میں یہ حالت نہیں۔ یہاں کے مزدور اسی پر قانع ہیں کہ انکی اجرتوں میں گرانی کا لحاظ کرکے کچھ اضافہ کردیا جائے۔ اور انکی رہائش۔ خوراک۔ پوشاک اور تعلیم وغیرہ کے متعلق معقول سہولتیں بہم پہونچائی جائیں۔ جن سے وہ بافراغت زندگی بسر کرسکیں۔ بولشوزم جو

دراصل یہ اصول اشتراکیت کی آخری منزل ہے ۔ اس سے یہاں کے مزدوروں کو کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی اور نہ ہونی چاہیے ۔ کیونکہ اسکے ہولناک نتائج سے ایک دنیا آگاہ ہو چکی ہے ۔

میلارام وفا

کبیر کی تعلیم یہ تھی کہ خدا نہ مسجد میں تھا ہے نہ مندر میں ، اس کی جگہ صرف دل ہے

جس بندہ نے اُسے تیرہ دل سے ڈھونڈھا پالیا ۔

اے بندے تو میری تلاش کہاں کرتا ہے !

دیکھ میں تو تیرے پہلو ہی میں ہوں '

میں نہ مسجد میں ہوں نہ مندر میں ، نہ کعبہ کے اندر ہوں نہ کیلاش میں ۔

مجھ تک رسائی نہ عبادات سے حاصل ہو سکتی ہے نہ یوگ (جوگ) اور ترک سے

اگر تو میرا سچا متلاشی ہے تو مجھے فوراً دیکھ سکتا ہے آن کی آن میں مجھے مل سکتا ہے

کبیر کا قول ہے کہ " اے سادھو ! خدا تمام روحوں کی روح ہے ۔

ایک اور مقام پر :-

" اگر خدا مسجد کے اندر محدود ہے تو یہ سارا عالم کسکا ہے !

" اگر رام اس مورت کے اندر ہے جسکی زیارت کو تم جاتے ہو تو اسکے باہر کی دنیا

" کا علم کسکو ہے !

" مشرق میں ہر ہے اور مغرب میں اللہ ہے '

" اپنے دلوں کے اندر تلاش کرو کہ یہیں کریم و رام ملیگا ۔

" تمام مخلوقات انسانی اسی کے زندہ مظاہر ہیں "

کبیر اللہ کا ' رام کا فرزند ہے ' وہی اللہ اسکا مرشد ہے اسکا گرو ہے "

(معارف)

چونتیس ۳۴ کا نقش

ہندو اور بدھسٹ آثار قدیمہ کے افسر اعلےٰ نے اپنی ۱۵-۱۹۱۶ء کی رپورٹ مین ایک چونتیس ۳۴ کا نقش بہی لکہا ہے جو ایک لوہے کی تختی پر لکھا ہوا چوٹا سنگ کے مندر کی ایک دیوار گرنے سے پایا گیا۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ گیارھوین صدی عیسوی کے ابتدا مین یہ وہان رکھا گیا تھا۔ نقش یہ ہے۔

۷	۱۲	۱	۱۴
۲	۱۳	۸	۱۱
۱۶	۳	۱۰	۵
۹	۶	۱۵	۴

ہمارے ہان بہی بہت سے پیران طریقت اسی قسم کے نقش ہر مرض و ہر مریض کیواسطے مفید بتلاتے ہین، اور بیس ۲۰ کا نقش تو شہرون کے چوراہون پر آئے دن بکتا رہتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ان نقوش کی ابتدا بہی کسی مندر کی دیوارون یا کسی ریاضی دان کے دماغ سے ہوئی ہو اور آخر ریاضی سے ناآشنا لوگون نے اسکو ایک کرامت قرار دیا ہو۔

اہل یورپ و امریکہ نے جہان جملہ علوم و فنون مین ترقی کی ہے وہان یہ فن بہی ان سے نہین چھوٹا ہے جو لوگ ریاضی سے دلچسپی رکھتے ہین وہ فرصت کیوقت محض دل بہلانیکے لیے اس قسم کے نقش لکہا کرتے ہین اکثر رسالون مین خاص شرائط پر بہترین نقش لکھنے والے کو انعام دیا جاتا ہے۔

ہٹن صاحب (HUTTON) اپنی کتاب "ترتیب المنقوش" مین

نقش کی تعریف یون کرتے ہین۔

"نقش ایک مربع شکل کا نام ہے جو متعدد چھوٹے اور برابر مربعون (خانون)
مین منقسم ہو اور ان خانون مین اعداد ایک سلسلے سے اس طرح لکھے گئے
ہون کہ خانون کے اعداد کو عموداً عرضاً اور وتراً جمع کرنے سے
حاصل جمع ایک ہی ہو"

ہٹن صاحب نے مثالاً یہ نقش پیش کیا ہے:-

۱	۱۵	۱۴	۴
۱۲	۶	۷	۹
۸	۱۰	۱۱	۵
۱۳	۳	۲	۱۶

یہ نقش گو ہٹن صاحب کی تعریف کے لحاظ سے بالکل درست ہے لیکن اُس نقش سے
ایک لحاظ سے کم ہے جسکا ذکر ہمنے مضمون کی ابتدا مین کیا تھا اور جو "دودھئی کے نقش" کے
نام سے مشہور ہے کیونکہ ضلع جھانسی مین مقام دودھئی مین وہ برآمد ہوا تھا۔ وہ خصوصیت
یہ ہے کہ اُس نقش مین چھوٹے مربعونکے اعداد کا مجموعہ بھی ۳۴ ہی آتا ہے۔

۷	۱۲	۱	۱۴
۲	۱۳	۸	۱۱
۱۶	۳	۱۰	۵
۹	۶	۱۵	۴

دودھئی کا نقش

۱	۱۵	۱۴	۴
۱۲	۶	۷	۹
۸	۱۰	۱۱	۵
۱۳	۳	۲	۱۶

ہٹن صاحب کا نقش

مثلاً دودھئی کے نقش مین چھوٹے مربعون

(۷ + ۱۲ + ۱۳ + ۲ یا ۱۳ + ۸ + ۱۰ + ۳ یا ۹ + ۶ + ۳ + ۱۶ + ۷ + ۵ یا ۵ + ۴ + ۱۶ + ۹ وغیرہ) کا مجموعہ ۳۴ ہی آتا ہے لیکن ہٹن صاحب کے

نقش میں یہ خصوصیت نہیں ہے۔

ممکن آثار قدیمہ کا نفر اصل کے مضمون کو دیکھنے کے بعد مجھکو شوق ہوا کہ یورپ نے اس مین جو ترقی کی ہے اُسکا کچھ مطالعہ کرون۔ نقوش کی چھان بین مین ایک عجیب بات نظر نظر آئی۔ اب سے تیس سال قبل پیاسہ ۳ کا نقش لکھنے والے کو ایک بڑی رقم انعام کیواسطے مقرر کیگئی تھی جس مین سب سے زیادہ خصوصیات (PRORIRTIES) ہون۔

ایک مشہور نقش دان نے ذیل کا نقش بہترین ترتیب دیا۔

۱۴	۱	۱۵	۴
۷	۱۲	۶	۹
۲	۱۳	۳	۱۶
۱۱	۸	۱۰	۵

انعامی نقش

۷	۱۲	۱	۱۴
۲	۱۳	۸	۱۱
۱۶	۳	۱۰	۵
۹	۶	۱۵	۴

دودھئی کا نقش

۱۵	۱۰	۳	۶
۴	۵	۱۶	۹
۱۴	۱۱	۲	۷
۱	۸	۱۳	۱۲

گوالیار کا نقش

انعامی نقش کے ساتھ دو نقش اور درج ہین ایک کا نام 'دودھئی کا نقش' اور دوسرا 'گوالیار کا نقش' یہ عجیب بات ہے کہ تمام وہ خصوصیات جو انعامی نقش مین پائی جاتی ہین اِن دونون مین بھی موجود ہین۔ خصوصیات ملاحظہ ہون:۔

(۱) تمام خانون کے اعداد کا مجموعہ عرضاً، طولاً، اور وترّاً ۳۴ ہے مثلاً[1] (۱۴+۱+۱۵+۴) یا (۱۵+۶+۳+۱۰) یا (۴+۶+۱۳+۱۱) وغیرہ۔

[1] یہ مثالین انعامی نقش سے دیجاتی ہین آپ خود دیکھ سکتے ہین کہ بالکل یہی خصوصیات بقیہ دونون میں بھی موجود ہین ۱۲

(۲) چار اعداد کے چھوٹے مربعوں میں سے ہر ایک کے عددوں کا مجموعہ ۳۴ ہے مثلاً (۱۲+۶+۳+۱۳) یا (۷+۲+۱۳+۱۲) وغیرہ اس خصوصیت سے ہم اس نتیجہ پر پہونچ سکتے ہیں کہ دو متصل خانوں کے اعداد کا مجموعہ تیسری سطر کے متوازی خانوں کے اعداد کے مجموعے کے برابر ہے مثلاً (۱۴+۷ = ۱۵+۶) یا (۱۲+۶ = ۱۰+۸) وغیرہ

(۳) چاروں کونوں کے اعداد کا مجموعہ ۳۴ ہے مثلاً (۱۴+۴+۵+۱۱)

(۴) نصف وتر متوازی کا مجموعہ ۳۴ ہے مثلاً (۱۱+۷+۱۶+۱۰) یا (۱۵+۹+۲+۸) وغیرہ۔

(۵) ربع و تین ربع متوازی وتروں کا مجموعہ ۳۴ ہے مثلاً (۱۴+۹+۳+۸) یا (۱۱+۱+۶+۱۶) وغیرہ

(۶) آمنے سامنے کی کوئی دو نصف سطروں کا مجموعہ ۳۴ ہے مثلاً (۱۴+۱+۱۱+۸) یا (۱+۱۵+۸+۱۰) یا (۱۱+۲+۱۶+۵) وغیرہ

(۷) ہر نوخانے کے مربع کے چاروں کونوں کے اعداد کا مجموعہ ۳۴ ہے مثلاً (۱۴+۱۵+۲+۳) یا (۱۲+۹+۸+۵) وغیرہ اس جگہ یہ بات قابلِ غور ہے کہ ہر نوخانے کے مربع کے کونوں کے آمنے سامنے اعداد کا مجموعہ ۱۷ ہے مثلاً (۱۴+۳)، (۱۵+۲)، (۱۲+۵)، (۹+۸) وغیرہ اس کے یہ معنے ہوئے کہ ہر نو خانے کے مربع کے متوازی وتروں کا مجموعہ برابر ہوتا ہے مثلاً ۱۴+۱۲+۳ = ۱۵+۱۲+۳ وغیرہ۔

(۸) کسی سطر کے وسطی دونوں خانوں اور درمیان میں ایک سطر چھوڑ کر دوسری سطر کے کنارے کے دونوں خانوں کے اعداد کا مجموعہ مل کر ۳۴ کے برابر ہوتا ہے مثلاً (۱+۱۵+۲+۱۶)، (۱۲+۶+۱۱+۵)، (۱۴+۱۱+۶+۳)، (۱۰+۸+۷+۹) وغیرہ

(۹) آمنے سامنے کی متوازی سطروں کے مخالف نصفوں کا مجموعہ برابر ہے مثلاً ۱۴+۱ = ۱۰+۵، ۱۵+۴ = ۱۱+۸، ۹+۴ = ۱۱+۲ وغیرہ

(۱۰) متصل متوازی سطرون کے مخالف نصفون کا مجموعہ بھی برابر ہے مثلاً
۱۰+۵ = ۱۳+۲ ، ۱۱+۸ = ۱۶+۳ = ۷+۱۲ = ۱۵+۴ یا
۱۶+۵ = ۱۵+۶ = ۱۳+۸ = ۷+۱۴ وغیرہ

(۱۱) متصل متوازی سطرون مین سے ایک کے درمیانی دونون خانون کا مجموعہ اور دوسرے کے کنارے کے دونون خانون کا مجموعہ برابر ہے مثلاً
۱+۱۵ = ۷+۹ = ۱۳+۳ = ۱۱+۵ وغیرہ

(۱۲) ایک سطر کنارے کی چھوڑ دینے سے جو مستطیل ۱۲ خانون کا رہجاتا ہو اُسکے طولاً متوازی کے اعداد کا مجموعہ ایک دوسرے کے برابر ہے مثلاً
۱۴+۱۱ = ۱۵+۱۰ یا ۱+۸ = ۴+۵ یا ۵+۱۱ = ۹+۷

یہ ہین خصوصیات جن مین تینون نقش - انعامی، ددھی کا، اور گوالیار[1] والا - برابر ہین -

ایک اور خصوصیت بھی ہے وہ یہ ہے کہ کُل اعداد کو ترتیباً ایک دوسرے سے ملانے سے جو شکل پیدا ہوتی ہے وہ بہت ہی خوبصورت ہوتی ہے -

ایک اور عجیب بات ہی - مذکورۂ بالا خصوصیات کا کوئی نقش ہم لے لین اور اس سے سیکڑون نقش ایک دوسرے سے مختلف بن سکتے ہین کہ جن مین کل خصوصیات مذکورۂ بالا پائی جائینگی مثلاً ہم ذیل کا تعویذ لیتے ہین -

۱	۸	۱۰	۱۵
۱۴	۱۱	۵	۴
۷	۲	۱۶	۹
۱۲	۱۳	۳	۶

کھڑی سطرون کا لحاظ کر کے اگر ہم ہر سطر کو باری باری ابتدا مین رکھین تو تین نئے تعویذ

[1] گوالیار کے قلعہ کے پھاٹک پر یہ نقش لکھا ہوا تھا ۱۲

پیدا ہونگے مثلاً ۔

۸	۱۰	۱۵	۱
۱۱	۵	۴	۱۴
۲	۱۶	۹	۷
۱۳	۳	۶	۱۲

(۱)

۱۰	۱۵	۱	۸
۵	۴	۱۴	۱۱
۱۶	۹	۷	۲
۳	۶	۱۲	۱۳

(۲)

۱۵	۱۰	۸	۱
۴	۵	۱۱	۱۴
۹	۱۶	۲	۷
۶	۳	۱۳	۱۲

(۳)

اب ان چارون تعویذون مین سے ہر ایک سے ہم تین مزید تعویذ اسطرح پیدا کر سکتے ہین کہ بڑی چارون سطرون مین سے ہر ایک کو باری باری ابتدا مین لاوین مثلاً اصلی تعویذ سے

۱۴	۱۱	۵	۴
۷	۲	۱۶	۹
۱۲	۱۳	۳	۶
۱	۸	۱۰	۱۵

(ا)

۷	۲	۱۶	۹
۱۲	۱۳	۳	۶
۱	۸	۱۰	۱۵
۱۴	۱۱	۵	۴

(ب)

۱۲	۱۳	۳	۶
۱	۸	۱۰	۱۵
۱۴	۱۱	۵	۴
۷	۲	۱۶	۹

(ج)

اسطرح سے باقی تین یعنی نمبر ا و ۲ و ۳ سے بھی تعویذ اخذ کیے جا سکتے ہین یعنی ہم کل ۱۶ تعویذ ایک تعویذ سے تیار کر سکتے ہین اور لطف یہ ہے کہ ان نقوش مین سے ہر ایک سے کئی کئی نقش پیدا ہوتے ہین غرضکہ صرف ایک ۳۴ کے نقش سے چارسو سے زیادہ ہی زیادہ نقش تیار کیے جا سکتے ہین جن مین وہ تمام خصوصیات ہونگی جو "انعامی نقش" "گوالیار کے نقش" اور "دودھی کے نقش" مین دکھائی گئی ہین۔

اب ہم مختصر طور سے نقش بنانے کی ترکیب درج کرتے ہین جو عموماً قابل عمل ہو سکتی ہے ورنہ کوئی ایسا اصول اس کے واسطے نہین ہے جو ہر صورت مین کارآمد ہو۔ ۳۴ ہی کے نقش کو مثلاً ہم پیش کرتے ہین۔ یہ ایک مربع ہے جسمین سولہ خانے ہین اسلیے ہمنے ایک سے لیکر سولہ تک اعداد کو جمع کیا مجموعہ ۱۳۶ آیا اسکو چار سے تقسیم کرنے سے ۳۴ آیا معلوم ہوا کہ چار خانون کے مربع مین ۳۴ کا نقش لکھا جا سکتا ہے ۔

اسیطرح دیکھنا چاہیے کہ ۹ خانون کے مربع مین کون سا نقش لکھا جا سکتا ہے۔
اسکے لیے ہمنے ایک سے لیکر ۹ تک اعداد کو جمع کیا مجموعہ ۴۵ آیا جسکو ۳ سے تقسیم کرنے
پر ۱۵ آیا یعنی اس مربع مین ۱۵ کا نقش لکھا جا سکتا ہے۔

(۱)

(۸)	۱	۸	۶	(۵)
(۳)	۹	۴	۲	(۴)
(۶)	۵	۳	۷	(۷)

(۲)

۹ خانون کے نقش مین سب سے پہلے یہ غور کر لینا چاہیے کہ درمیانی ہندسہ کون
ہوسکتا ہے تو نہین ہوسکتا کہ باقی آٹھون عدد ۹ سے جوڑے جائین گے اس صورت مین پندرہ
حاصل جمع نہوگا اسطرح ۸ و سات وغیرہ بھی نہین ہوسکتے اور ۱، ۲، و ۳ کے لیے بھی۔
یہی وجہ ہے صرف ۴ و ۵ ایسے اعداد ہین جو درمیان مین رکھے جا سکتے ہین لیکن پانچ کے
رکھنے سے نقش نہیں بن سکتا اس لیے ۴ کو درمیان مین رکھا۔ اس کے بعد مذکورۂ بالا طریق پر
نقش کی ترتیب دی۔ اس نقش مین ہر طرح مجموعہ ۱۵ آتا ہے لیکن ایک وتر کا مجموعہ محض ۱۲ ہی
آتا ہے لیکن اسکا علاج ناممکن ہے۔ عہ

جو حضرات ریاضی سے دلچسپی رکھتے ہین ان کی دلچسپی کے واسطے یہ طریقہ بہت ہی
مناسب اور تفریح بخش ہے۔

یوسف الزمان آسیونی

عہ اس مقام پر مضمون نگار کو شاید سہو یا مغالطہ ہوگیا ہے کیونکہ مذکورہ بالا مثلث نقش میں ایک وتر کا مجموعہ ۱۲ ہوتا ہے
جس کا علاج ناممکن بتایا گیا ہے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ کلیہ غلط ہے بلکہ صحیح کلیہ یہ ہے کہ ۱۵ اور ۵ اسکے بعد
جو عدد ملا کر ۳ سے تقسیم ہوجائے اوسکو حسب قاعدہ ریاضی نقش مثلث مین خانہ پری
کرنے پر کسی وتر یا ضلع کے مجموعی مین کمی بیشی ہوگی خیالچہ اسی عدد ۱۵ کو اسی نقش مثلث
مین بقاعدہ ذیل خانہ پری کی جائے تو کسی طرف کمی بیشی ہوگی (ایڈیٹر)

۶	۱	۸
۷	۵	۳
۲	۹	۴

منشی گورکھ پرشاد عبرت

منشی گورکھ پرشاد عبرت مرحوم کہنہ مشق شاعر تھے۔ اگرچہ اُنکا پیشہ وکالت تھا اور وہ گورکھپور بار کے ممتاز وکلا مین تھے۔ لیکن قانونی مصروفیت مین بھی اپنی شاعرانہ مزاولت کے لیے کچھ نہ کچھ وقت نکال لیا کرتے تھے۔ چونکہ حریص شہرت نہ تھے۔ اسلیے اشاعت کلام سے ہمیشہ محترز رہے۔ اِنکا رنگ سخن مولینا آزاد اور حالی سے ملتا ہوا ہے۔ بیان سلیس اور سُلجھا ہوا۔ جذبات سادہ اور تصنع سے خالی۔ ابتدأ انکا کچھ کلام طوطی ہند اور اودھ پنچ مین شائع ہوا تھا۔ اور بہت پسند کیا گیا تھا لیکن شباب کے ساتھ نمود کا شوق بھی جاتا رہا۔ جو کچھ لکھتے تھے صرف اپنے قلب کی تسکین و تفریح کے لیے لکھتے تھے کسی اُستاد سے تلمذ نہ تھا۔ اسیوجہ سے کلام مین کہین کہین اسقام نظر آتے ہین۔ اُنکے دیوان مین چند مسدس ایک مثنوی کچھ متفرق نظمین اور غزلیات ہین۔ انکے صاحبزادے بابو رگھوپت سہائے بی اے جن کا ایک مضمون زمانہ مین شائع ہوچکا ہے ایک زندہ دل اور خوش مذاق نوجوان ہین۔ وہ اپنے والد مرحوم کے کلام کو ترتیب دے رہے ہین اور عنقریب دیوان شائع ہوگا۔ ذیل مین انکے دیوان سے چند اشعار نقل کیئے جاتے ہین۔ ان سے مرحوم کی پختگی مشق اور مذاق سخن بخوبی روشن ہو جائیگا۔

کہین ہے وہ بہتر نمو دھوئے سے   جو عالم یہان آشکارا نہین ہے

کہتی ہے روح پاک خدا سے مین کم نہین   مجبور ہون مگر کہ اُسے اختیار ہے

مین برگ ہون نہ بار ہون گل ہون نہ خار ہون   لوٹے خزان جسے نہ کبھی وہ بہار ہون

مین دورِ جنون مین نہو عقل سے باہر — آپ اپنے گریبان کو پھاڑا بھی سیا بھی
کیا تم کو خبر تمنے تو کروٹ بھی نہ بدلی — مین درد سے سو مرتبہ بیٹھا بھی اُٹھا بھی

ہنگامۂ حیرت

ہون دور بہت گھر سے — ساتھی ہے نہ ہمدم ہے
ناتجربہ کاری ہے — کچھ خوف ہے کچھ غم ہے
کچھ گھر کی محبت ہے — کچھ یاد ہے یارون کی
جاتی ہی نہین دل سے — بو پچھلی بہارون کی

کچھ یارون کی صحبت کا — لطف آنکھو مین چھایا ہے
کچھ جوش محبت سے — دل اپنا بھر آیا ہے

وہ وقت بھی کیا خوش ہے — سب دوست جب آپس مین
باصدق و صفا بیٹھے — ایک دوسرے کے بس مین
اخلاق برتتے ہون — آپس مین وہ مل جل کر
اور لطف اُٹھاتا ہو — ہر ایک کا دل کھل کر

لیکن نہین کیفیت — یہ اپنے مقدر مین
سودا تو سمایا ہے — کچھ اور بھی اس سر مین
کچھ اور ہی مقصد ہے — اس عمر طبیعی کا
ہمدرد جو ہاتھ آے — کچھ حال کہون جی کا
اُمید جھلک اپنی — ہے دور سے دکھلاتی

جب اُسے لپکتا ہون — وہ ہاتھ نہین آتی
گو پیشِ نظر میرے — دنیا کا جھمیلا ہے
پر بخت مرا - مجکو — لیے جاتا اکیلا ہے

ہان دیکھ تامل سے — کیا روے زمین پر ہے
جنگل ہے جزیرہ ہے — صحرا ہے - سمندر ہے
پستی ہے بلندی ہے — ہے بستی و ویرانہ
دلبند نمایش ہے — ہے شوکت شاہانہ
یہ شہر - جہان ہردم — ہنگامۂ ہستی ہے
ٹکسالون مین ہلچل ہے — میخانون مین مستی ہے
بازارون مین رونق ہو — دو طرفہ دوکانون سے
اک لطف ٹپکتا ہے — سب اونچے مکانون سے
یہ سبز زمین - اوگتا — جسمین گل ولالا ہے
اور جسکا ارم سے بھی — کچھ حسن دوبالا ہے
اٹھلاتی ہوئی جس پر — ہے بادِ صبا جاتی
مرمر ہے جہان آکر — کچھ گرد اڑا جاتی
اُدھر سے برستا ہے — رحمت کا جہان پانی

سب مادر گیتی کے آغوش میں پلتے ہیں   ویسی ہی خوشی سب کی اک دم میں چھلاوا ہے
اک وقت معین تک دنیا میں مچلتے ہیں   اُمید کی چالوں میں افلاک کا کاوا ہے
اک طور پہ نیچر کا ہے دستِ کرم سب پر   رہجاتی فقط حسرت ہے دل کے دکھانے کو
یکساں وہ لٹاتا ہے دینار و درم سب پر   اُمید ابھی آئی اور ہے ابھی جانے کو

گردوں میں چھپا سب کی قسمت کا نوشتہ ہے
ہاتھوں میں فقط باقی تدبیر کا رشتہ ہے   اکدم کیلیے تنہا ہونے دو ذرا مجھکو
جو لوگ نہاتے ہیں محنت کے پسینوں میں   انسان کی حالت پر رونے دو ذرا مجھکو
پاتے ہیں ذرا ٹھنڈک کلفت زدہ سینوں میں   اے وای زمانہ میں جو سب سے نرالا ہو
جسطرح مسافر اک دل خستہ تھکا ماندہ   وہ کشمکش حسرت سے یوں تہ و بالا ہو
حسرت زدہ افسردہ اور خاک بسر راندہ   اس عمر طبیعی کی کمبخت گھڑی تھی وہ
امیدیں لیے دل میں تنہا چلا جاتا ہو   اوقات بنی آدم کی سخت گھڑی تھی وہ
گردش سے زمانہ کی وہ خاک اُڑاتا ہو   حسرت نے جمایا جب انسان پہ رنگ اپنا
اور گلشن منزل ہو اُسکا بڑے دوری پر   شیطان نے بچھایا جب پہ سینہ پہ سنگ اپنا

اک اوس پڑی جاتی ہو جس سے صبوری پر
ملجائے اسی حالت میں ہمدم دیرینہ   نیرنگ زمانہ کی سب بوقلمونی ہے
چھاتی سے لگا جسکو ٹھنڈا وہ کرے سینہ   تسکین نہو دل کو قسمت کی زبونی ہے
پر تھوڑے ہی عرصہ میں وہ دونوں جدا ہوکر   وسعت ہے کہاں اتنی نیچر کے خزینہ میں
باہم گلے مل مل کر حسرت زدہ رو رو کر   آسودگی جو بھر دے حسرت بھرے سینہ میں
جاتے رہیں آخر وہ اپنی رہِ منزل کو   جبتک کہ یہ دنیا ہے جبتک کہ یہ عبرت ہے
خوش ایک گھڑی کرکے ارمان بھرے دل کو   اک کھلبلی دل میں ہے ہنگامۂ حسرت ہے

پریم چند

فرمانروایان اودھ

نواب غازی الدین حیدر خان بہادر

(۱۸۱۴ء - ۱۸۲۷ء)

۴۲ برس کی عمر مین مسند وزارت پر جلوس فرمایا ۔ رزیڈنٹ کی راے اولاً یہ تھی کہ اُن کے چھوٹے بھائی نواب شمس الدولہ گدّی پر بیٹھین کیونکہ غازی الدین حیدر کو مردِ مجنون خیال کرتے تھے مگر بالآخر مرزا جعفر کے زور دینے پر میراث ریاست اولادِ اکبر کو ملی اور سب سے پہلے خود نواب شمس الدولہ سے نذر دلوائی گئی ۔ شہر مین چند روز تک مرزا حاجی و مرزا جعفر کا خوب دور دورہ رہا اُنکو یقین تھا کہ خلعت نیابت سواے ہمارے کسیکو نہوگا ۔ جب آغا میر کو خلعت نیابت ہوا اُن کی اُمید و نیراوس پڑ گئی اور خانہ نشین ہوئے ۔ آغا میر کو خطاب معتمد الدولہ مختار الملک دیا گیا ۔

چند روز کے بعد آغا میر معتوب ہوئے اور اُن کی جائداد نیلام کراکے قرضخواہوں کو دلوائی گئی ۔ مرزا حاجی کا رسوخ پھر قائم ہوا ۔ بالآخر ایک سال کئی مہینے کے بعد آغا میر عہدۂ نیابت پر بحال کیے گئے محمد آفرین علیخان و مرزا حاجی کی مصاحبت ٹھنڈی ہوئی اور دونوں پایۂ محاسبہ مین دھرے گئے ۔ راجہ دیا کرشن بھی قید سے چھوٹے اور اپنے سررشتہ پر بحال ہوے ۔

۱۸۱۸ء مین لارڈ ماڑا صاحب گورنر جنرل نے کوشش کرکے تمغۂ عنایتی شاہ لندن بھجوایا جسمین دو شیر ہاتھو نمین نشان لیئے ہوئے تھے اور تحریر کیا کہ مثل دستور ہمارے ولایت کے آپ بھی اس تمغہ کو پسند کرکے اپنی ہر چیز پر نصب کیجیے ۔ جناب عالی نے بطیب خاطر اُسے قبول کیا اور اصل تمغہ اپنے خاندانی مچھلی کو اُسکے وسط مین کیا اور پھر اجازت چاہی

کہ ہم اس تمغہ کو اپنے شہر کے روپیہ پر بھی مسلوک کرین اسکا جواب آیا کہ آپکو اپنے ممالک محروسہ مین ہمہ وجوہ اختیار ہے سرکار کو اس مین کسیطرح کی مداخلت منظور نہین ہے۔ مضمون سکہ جو تجویز ہوا یہ تھا۔

سکہ زد بر سیم و زر از فضل رب ذوالمنن غازی الدین حیدر عالی نصب شاہ زمن

یہی ابتدا بنائے بادشاہت کی ہوئی۔ اور بہ تحریک واستصواب نواب گورنر جنرل بہادر کے ۱۸۔ ذی حجہ ۱۲۳۳ھ کو لقب وزارت موقوف کر کے مخاطب بشاہ زمن ہوئے اور حسب دستور شاہان قدیم تخت نشین ہوئے

تیاری تخت وسامان شاہی مین ایک کروڑ روپیہ صرف ہوا سب اعزا وارکان دولت و اہلکاران رزیڈنٹی نے خلعت فاخرہ وبیش قیمت پائے۔ نواب معتمد الدولہ کو وزیر اعظم کا خطاب ملا۔ اُن کی سیر چشمی وجود وہمت سے تمام عملہ رزیڈنٹی وعملہ صدر کلکتہ مالا مال ہو گیا۔

رفتہ رفتہ وزیر اعظم نے بادشاہ کے مزاج مین اس قدر قابو حاصل کر لیا کہ کل امور سلطنت اُنھین پر محول کر دیے گئے اور خود بادشاہ صاحب کثرت استعمال منہیات وعیش و عشرت مین پڑکر امور سلطنت سے بالکل غافل ہو گئے۔ شہر مین ظلم وتعدی حد سے زیادہ ہونے لگی کسی کی داد فریاد کا کوئی سُننے والا نرہا۔ ہر شخص کی عافیت تنگ ہو گئی۔ مگر نواب معتمد الدولہ کی جود وسخاوت نے اکثر عیوب و مظالم پر خاک ڈالدی۔ جب لارڈ کمبرمیر صاحب کمانڈر انچیف لکھنؤ تشریف لائے معتمد الدولہ مع شاہزادہ کیوان جاہ کے اُنکے جلوس سواری مین ساتھ تھے۔ نواب نے دونون طرف ہاتھی پر سے روپیہ برسانا شروع کر دیا لاٹ صاحب کے منع کرنے پر قدرے تامل کیا۔ اتفاقاً بعد چند قدم کے دولڑا موتیون کا ہار جو نواب کے گلے مین تھا ٹوٹ کر سُتے موتی نواب کے دامن مین گرے نواب نے اُن موتیون کو فقرا پر پھینکا۔ لاٹ صاحب نے چاہا کہ تھوڑا ٹھہر جائین تاکہ لوگ زمین سے اُن کو چن لین۔ نواب نے عرض کی کہ یہ موتی از خود راہ خدا مین ان کی قسمت سے گر ے۔ پا نے ہین۔

نواب کا یہ بھی معمول تھا کہ جب گھوڑے پر سوار ہو کر باغ جاتے تھے جو ملازم باغ تک ساتھ رہتا تھا

اُسے ایک اشرفی ملتی تھی۔ اُن کی ڈیوڑھی کے بازار مین جسقدر دوکان یا خوانچہ مین جو شے نکول رہجاتی تھی
وہ خرید نواب ہو جاتی تھی۔ میر بندہ علی ساکن دہلی مفلس و پریشان حال ہوکر لکھنؤ آئے عالیخاندان تھے
نواب کی جود و ہمت سے طریقہ مسخرگی کا اختیار کیا اور تھوڑے عرصہ مین خود نواب کے ہاتھ سے چودہ لاکھ
روپیہ پایا۔ ایک دوشالہ ساخت کشمیر پانچہزار روپیہ کا اوڑھے ہوئے اصلاح بنوانے آئے خاص تراش بہت
غور سے دیکھنے لگا نواب نے کہا تو کیا دیکھتا ہے عرض کی حضور کی بدولت غلام کو بہت دوشالے نصیب
ہوے مگر ایسا ہے کہ آدمی اسے دیکھا کرے وہ دوشالہ اُسکو عنایت کیا۔ اُسکے ساتھ ایک دوشالہ کو
اوڑھکر ایک دن گھوڑی پر سوار ہے گھوڑا تیزی کرنے لگا دوشالہ نواب سے سنبھل نہ سکا چھٹے خان ملازم
چابک سوار گھڑ اُٹھا اُسپر پھینکدیا اُسنے توشہ خانہ مین سپرد کیا۔ دوسرے دن نواب نے دوشالہ اوڑھنے
کو مانگا خواص نے وہی دوشالہ دیا فرمایا کہ مین نے چھوٹے خان کو دے ڈالا رکھنے کو نہین دیا تھا
اسیطرح کلو خدمتگار کی بیٹی اور میر نیاز حسین داروغہ کے بیٹے کی شادی مین ایک لاکھ روپیہ دیا۔
محمد خان خدمتگار کو ۴۰ ہزار اور منشی مسعود کو ۱۰ ہزار روپیہ عنایت کیا۔ جب چھوٹے بیٹے
نظام الدولہ سید علیخان کی شادی نواب روشن الدولہ کی بیٹی سے کی تھی ختم ملائی کی رسم مین ۲۴ لاکھ روپیہ
روشن الدولہ کو معاف کر دیے جو اُنکی نظامت مین باقی تھے جب بادشاہ نے از روے پرچہ اخبار نواب
سے پوچھا عرض کی حضور روشن الدولہ اسی پر قناعت کی اگر کچھ تامل کرتے تو مین زر تحصیل دوسرے سال کا
بھی دیدیتا۔ یہ سب باتین حضور کی بدولت غلام کو حاصل ہین۔ بادشاہ خاموش ہورہے یہ حکایات
اس زمانہ کو دیکھتے ہوئے قصہ کہانی معلوم ہوتی ہین۔

غازی الدین حیدر بادشاہ کیوقت مین سرکار کمپنی سے بہت رضامندی رہی۔ دو کروڑ
پچاس لاکھ روپیہ بطور قرض سرکار کمپنی کو دیا گیا اور اُسکا وثیقہ مقرر ہوا۔ حضرت شاہ زمن
جواد اور کریم النفس تھے۔ تعمیر موتی محل شاہ منزل نہر نجف اشرف و تماشاے بسنت وغیرہ
مین لاکھوں روپیہ صرف کیا۔ کثرت مشروبات سے ضعیف و تحلیل ہوکر مرض اسہال مین مبتلا
ہوے اور ۱۸۔ اکتوبر ۱۸۲۷ء یوم دیوالی کو انتقال کیا۔ امام باڑہ نو تعمیر نامزد بہ شاہ نجف
مین دفن ہوے۔ تاریخ وفات یہ ہے ؎ از روے بکاہ و آہ گفتم ÷ حیدر بنجف مقام گرفت
مدت سلطنت معہ وزارت سیزدہ سال آٹھ ماہ پانچ یوم

(۸) ابوالنصر سلیمان جاہ شاہ زمان نصیرالدین حیدر بادشاہ

۱۸۲۷ء - ۱۸۳۷ء

غازی الدین حیدر بادشاہ نے دیوالی کی شب کو انتقال کیا تھا اسیوقت نواب معتمدالدولہ و مارڈنٹ اکنس صاحب رزیڈنٹ وغیرہ نے مختصر فوج بیلی گارد سے موتی محل مین جہان بادشاہ کا انتقال ہوا تھا پہرہ بٹہا دیا کہ کوئی بے اجازت داخل نہو۔ صبح کو بادشاہ بیگم صاحبہ معہ صاحب عالم بہادر کے تنیس مین سوار ہوکر رمنہ کے شیر دروازہ سے داخل ہوئین۔ صاحب رزیڈنٹ نے صاحب عالم کا ہاتھ پکڑکر حضرت خلد مکان مین سوار کرایا اور بارہ دری ہوتے ہوئے کوٹھی فرح بخش مین لے گئے اور تاج شاہی زیب فرق مبارک کیا۔ تیسرے دن بعد سوم نواب معتمدالدولہ مہاراجہ میوہ رام و بعض اہلکاران خاص کو خلعت بحالی عطا ہوا پنجشنبہ کو حسب معمول بڑے دھوم دھام سے سواری درگاہ حضرت عباس مین آئی۔ چوک کی دوکانین خوب آراستہ کی گئی تھین۔ جابجا نوبت رکھی گئی تھی۔ فقرا و مساکین کو ہر طرف روپیہ پھینکا۔ معتمدالدولہ خواصی مین تھے۔ سکہ شاہی حسب ذیل مضروب ہوا۔

بدھر سکۂ شاہی زدہ زلطف اِلٰہ سپہر مرتبہ شاہ زمان سلیمان جاہ

دوسرا سکہ از راہ غلو مذہب اثنا عشریہ یہ تھا۔

سکہ زد بر سیم و زر از فضل حق ظل اِلٰہ نائب مہدی نصیرالدین حیدر بادشاہ

از بسکہ نصیرالدین حیدر سن شباب یعنی ۲۵ سال کی عمر مین سریر آرا ے سلطنت ہوئے تھے اور باپ کے وقت مین ہمیشہ نظر بند رہتے تھے بمصداق ستیان بہے کوتوال اب ڈر کا ہے کا مصروف و مشغول عیش و عشرت ہوئے۔ ایک سو کئی طائفے ارباب نشاط جو سر آمد چکلہ تھے ملازم ہوئے۔ نواب ملکہ زمانیہ کا بڑا دور دورہ ہوا۔ ٹہرا پور دہ کی جاگیر ۶ لاکھ روپیہ کی اُنکو عنایت ہوئی۔ نواب ملکہ زمانیہ نے بھی اپنی جود و سخاوت سے سب کو نہال کر دیا۔ دوسرا محل دالشر کی چھوٹی بیٹی کا ہوا اُسے خطاب مخدرۂ علیا ملا اور میان گنج رسول آباد کی جاگیر ۶ لاکھ کی پائی۔ تیسرا محل نواب خورشید محل ساکن حسن پور بندھوا کا ہوا۔

ایکدن تاج شاہی فرق مبارک سے اُتار کر اُنکے سر پر رکھدیا اُسدن سے خطاب تاج محل ہوگیا
انکے علاوہ بادشاہ محل۔ نور محل۔ عیش محل وغیرہ بھی تھے۔ ہر صاحبان محل کے اقربا و
متوسلین نو دولت کی ظلم و تعدی سے ایک قیامت برپا ہوگئی اور بوجہ اُن کی سفارش کے
رعایا کی دادرسی کسی محکمۂ عدالت سے نہین ہوتی تھی۔

جب بادشاہ کے تعیش کی یہ صورت صاحب رزیڈنٹ نے دیکھی ایکدن خلوت
مین بادشاہ کو بہت کچھ نشیب و فراز سمجھایا جواب دیا کہ جب آپ ایسا ہمارا دوست اور خیرخواہ
ہو تو کیا خوف ہے۔ بظاہر نواب معتمد الدولہ پر عنایت روز افزون ہونے لگی۔ ۷۰ لاکھ کے
جواہرات اور الماس باغ کی عمارت اُنکو عطا ہوئی اور مخاطب بہ خطاب نواب بحالی ہوئے
کروڑون روپیہ کا نقد و جنس و املاک شہر اُنکے قبضہ مین تھا مگر حرص دنیا سے ہاتھ نہ اُٹھایا
اور باوجود فہمایش صاحب رزیڈنٹ و دیگر خیرخواہان کے کنارہ کش نہوے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ
بادشاہ نے جو در پردہ اُن سے عداوت قلبی رکھتے تھے اور نمک حرام سمجھکر برخاست کردینے
کا حیلہ ڈھونڈھتے تھے ایک دن موقعہ پاکر صاحب رزیڈنٹ بہادر کے ذریعہ اُنکو گرفتار کرادیا
راجہ امرت لال داروغہ دیوانخانہ نے جب نواب کی گرفتاری کی خبر سُنی گھبراکر باہر نکلے کہ
بسلامت اپنے گھر پہونچ جاوین ظفر الدولہ کپتان فتح علیخان نے گرفتار کرلیا اور راجہ
غالب جنگ کے حوالہ ہوئے اُنھون نے اپنے محبس مین بہ از سختی رکھا راجہ کا سب نقد و
جنس ضبط ہوکر داخل سرکار ہوا اور اُنکے دو بیٹے بھی قید کیے گئے۔ آخر تنگ طلبی روزانہ سے
عاجز آکر راجہ نے کہا کہ مجھے گھر تک جانیدو تو جسقدر ہے سب حاضر کرون۔ اس حیلہ سے
بحراست اپنے مکان پر آئے اور ایک حجرے مین جاکر گنگا جل پینے اور پر چھڑک کر شمشیر آبدار سے
اپنے گلے کو آپ کاٹ ڈالا۔ یہ بات واقعی بہت مشکل ہے " این کار از تو آید و مردان
چنین کنند " اُن کی وفات کا مصرعہ تاریخ ہے۔ سنہ ۱۲۴۲ھ

معتمد الدولہ کی گرفتاری کے بعد میر فضل علیخان کو خلعت وزارت و خطاب اعتماد
الدولہ بہادر عطا ہوا۔ مگر بادشاہ کے اوباش مصاحبون کے ہاتھ سے ایک موقعہ پر ذلیل ہوئے
اسوجہ سے خانہ نشین ہوکر اسی صدمہ روحانی سے سنہ ۱۸۲۹ء مین انتقال کیا۔ سنہ ۱۲۴۵ھ مین

منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان کو خلعت وزارت ہوا۔ انھون نے افتخار الدولہ مہاراجہ میوہ رام کو مسندِ دیوانی سے علیحدہ کرکے مہاراجہ بالکرشن کو دیوان کیا۔ بوجوہات چند در چند منتظم الدولہ اور رزیڈنٹ صاحب سے ناموافقت ہوگئی اور ایک دوسرے کے تخریب کے درپے ہوگیا۔ طرفہ یہ کہ اپنے غرور حشمت و جاہ اور بیباکی سے منتظم الدولہ صاحبان محلات معلے اور بادشاہ بیگم اور خود بادشاہ کے نسبت اکثر کلمات نامناسب زبان سے نکالنے لگے۔ بالآخر یہی اُمور باعث اشتعال غضب سلطانی ہوئے اور نواب معزول ہوکر فرخ آباد بھیجے گئے۔ نواب روشن الدولہ ۱۸۳۰ء مین وزیر اعظم ہوئے۔

نواب قدسیہ محل کے مرنے پر بادشاہ کی حالت مین عجیب تغیر ہوگیا کیونکہ اُسکے ساتھ محبت بدرجۂ تعشق و بیخودی رکھتے تھے۔ ہروقت عالت پریشانی و تصور محبوبہ مرحومہ مین رہنے لگے۔ نواب روشن الدولہ کی تلاش و جستجو سے ایک محل اور کیا یعنی نواب سراج الدولہ کی بہن سے نوعروسی و کتخدائی آخری کی اور اُن کا نام ممتاز الدھر بادشاہ جہان بیگم رکھا۔ بادشاہ نے کئی لاکھ روپیہ اور ۵۰ بدریان دوشالون کی اور صد ہا تھان جامہ وار وغیرہ کے نئے محل کو عنایت کیے کہ اپنے عزیز و اقربا و اہل محلہ کو تقسیم کردین۔ نوعروس نے اپنی مان کو دیدیا اُنھون نے صرف بیجا سمجھکر رکھچھوڑا کسیکو تقسیم نکیا دوسرے دن بادشاہ نے تقسیم کا حال پوچھا بیگم صاحبہ کی مان نے جواب دیا کہ ہم تمھارا گھر بنانے کو آئے ہین نہ مثل اور رونکے لٹانے کو نہین آئے ہین۔ بس یہ سُنتے ہی نعل در آتش ہوئے اُٹھکر چلے عروس نے دامن بادشاہ کا پکڑا فرمایا تو کنگلی ہے کسیکو کیا دیگی۔ باہر تشریف لائے راجہ غالب جنگ مہتم دیوان عام سے فرمایا ہمنے اس نئے محل کا خطاب کنگلا محل رکھا۔ اُسی دن سے یہ خطاب مشہور خاص و عام ہوگیا۔

بادشاہ بیگم والدہ بادشاہ سے کبھی موافقت نہین رہی بلکہ ناچاقی و عداوت انتہا درجہ کو پہونچگئی اور اُنھون نے معہ مرزا فریدون بخت عرف منا جان (جنکی ابطال نبوت بادشاہ صاحب کرچکے تھے) بیرون شہر الماس باغ مین رہنا اختیار کیا۔ اور طرح طرح کے فساد فیمابین بادشاہ و بیگم صاحبہ موصوفہ ہوتے رہے۔

دار الشفا یونانی مقام چوک و خیرات خانہ وکٹوریہ گنج اس عہد سلطنت کی یادگار ہین

بعد حکومت دس سال ۹ یوم ۳ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۳ھ روز جمعہ مطابق ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۸۳۷ع
کو انتقال کیا اور کربلاے نو تعمیر آبرو سے گومتی مین دفن ہوئے تاریخ وفات از فتح الدولہ
مرزا محمد رضا برق - (دہ سال پنجہ روز حکومت نمودہ شد - سنہ ۱۲۵۳ھ)

جلوس ساعت مرزا رفیع الدین فریدون بخت عرف منّا جان

مرزا فریدون بخت عرف محمد مہدی منا جان کو بعد وفات نصیر الدین بادشاہ کے بوجہ ابطال ولایت روبروے جنرل لو صاحب کے سلطنت نصیب ہوئی۔ حسب تحریر سابقہ موصول از صدر تجویز ہوئی کہ نواب نصیر الدولہ اولاد اکبر نواب سعادت علیخان کو تخت نشین کرین (اگرچہ از روی وراثت جدی نواب محسن الدولہ بھی اسکے مستحق سے تھے مگر عالم شباب مین تخت نشین ہونے کی خراب مثال نصیر الدین حیدر کی موجود تھی اسوجہ سے شاخ قریب چھوڑکر شاخ بعید سے مرد مسن گرم وسرد جہان دیدہ پہلے سے منتخب کیے گئے تھے) خلاف حکم صاحب رزیڈنٹ کے منّا جان کی اصرار وضد اور امام بخش سقہ افسر فوج بیگم صاحبہ کے اشتعال سے بادشاہ بیگم صاحبہ والدہ نصیر الدین حیدر بادشاہ الماس باغ سے چلکر جبریہ معہ چند سپاہیون کے داخل بارہ دری شاہی ہوگئین اور قریب صبح صادق منّا جان کو تخت پر بٹھا دیا۔ تاج ہونے لگا انگریزی بینڈ نے مبارکباد شروع کی شہنا نواز و نبی دھوم مچائی جنرل لو صاحب نے بذریعہ نواب روشن الدولہ بیگم صاحبہ سے واپس جانیکی درخواست کی کچھ سماعت نہوئی۔ خلاصہ یہ کہ رزیڈنٹ صاحب کے حکم سے توپ چلنے لگی اور اور مجروح بر مجروح او مقتول پر مقتول گرنے لگے - بارہ دری سلطانی رشک پلنگ ماری ہوگئی۔ منا جان کا بازو باندھ کر تاج سر سے اتار لیا گیا اور معہ بیگم صاحبہ کے گرفتار ہوکر قلعہ چنار گڑھ کو بھیجدیے گئے اور اسی حالت قید مین وفات پائی۔ سرکار شاہی سے سولہ سو روپیہ بیگم کا اور آٹھ سو روپیہ منّا جان کو ماہواری تاحیات معرفت رزیڈنٹ کے ملا کیے -

زمانہ نومبر ۱۹۱۹ء

ابو الفتح معین الدین سلطان الزمان نوشیروان عادل محمد علی شاہ بادشاہ

۱۸۳۷ء - ۱۸۴۲ء

نواب نصیر الدولہ بہادر نے ۴ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ کو ۶۴ برس کی عمر میں سریر سلطنت کو زینت بخشی اور بلقب ابو الفتح معین الدین سلطان الزمن نوشیروان عادل محمد علی شاہ بادشاہ مشہور ہوئے۔ اور سکہ سیم وزر اپنے نام نامی پر یوں جاری فرمایا ؂

بجود و کرم سکہ زد در جہان   محمد علی بادشاہِ زمان

محمد علی شاہ نے باوجود امراض مزمنہ جس سے اعضائے رئیسہ و دست و پای مبارک قابو میں نہ تھے انتظام سلطنت نہایت بیدار مغزی و معدلت پروری سے انجام دیا جس سے سب لوگ راضی رہے اور آمدنی ملک میں بھی اضافہ ہوا اور اعمال حسنہ و امور دینی میں بہت کچھ صرف کیا نظر رفاہ عام محصول غلہ کو یک قلم موقوف کر دیا۔ حسینآباد باغ میں بنائے امام باڑہ حسین آباد ڈالی گئی جس میں ۲۰ لاکھ روپیہ صرف ہوا۔ جامع مسجد کی تعمیر بھی شروع ہوئی تھی مگر ناتمام رہی۔

نواب روشن الدولہ معزول ہوئے اور اُن کی جگہ منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان کو دوبارہ خلعت وزارت ہوا۔ منتظم الدولہ نے دو ماہ محنت و مشقت تمام کے بعد انتقال کیا اور اسی جگہ ظہیر الدولہ مولوی غلام یحییٰ خان وزیر ہوئے۔ یہ کشمیر کے رہنے والے سنی المذہب تھے اور محلہ سرائے معالیخان میں رہتے تھے۔ رزیڈنٹ صاحب کی سفارش سے عہدۂ وزارت پر پہونچے۔ دو ماہ تک اپنے عہدہ پر نہایت نیکنامی سے کام کیا بعدہ دفعتہً وبائے ہیضہ سے انتقال کیا بادشاہ نے منتظم الدولہ کے بیٹے نواب منور الدولہ کو منصب وزارت پر مامور کیا۔

آٹھ بجے بادشاہ پلنگڑی پر اجلاس فرماتے تھے۔ شاہزادے اُمرا اور اہل دربار باریاب سلام ہوتے تھے۔ ۹ بجے سے تا دوپہر متوجہ سماعت کاغذات ہوتے تھے بعد اسکے

خاصہ نوش جان فرماتے تھے۔ رفیق الدولہ کھلاتے تھے کیونکہ خود بادشاہ کا ہاتھ بے قابو تھا پھر آرام فرماکر اخبار وغیرہ سنتے تھے۔ چاسے پانی یا بڑے کھانیکے صحبت مین مرزا ولیعہد بہادر یہ قائم مقامی بادشاہ جاتے تھے۔ پانچ برس کی مدت سلطنت مین دو دفعہ شہر اور حسین آباد کی تعمیر دیکھنے کو بہ سواری تامجان برآمد ہوئے تھے۔ قریب شام تامجان پر سوار ہوکر نواب ملکہ جہان کے محل مین تشریف لیجاتے تھے اور آٹھ بجے وہان سے برآمد ہوکر گلستان ارم مین داخل ہوئے تھے۔ بعد تناول خاصہ بوقت استراحت داستان گو حاضر ہوتا تھا۔

۵- ربیع الثانی ۱۲۵۸ھ ۶۸ سال کے سن مین وفات پائی اور امام باڑہ نو تعمیر حسین آباد مین دفن ہوئے۔ تاریخ وفات از فتح الدولہ مرزا رضا برق (دہ روز پنج سال حکومت نمودہ شد)

(۱۰) ابوالظفر مصلح الدین ثریا جاہ سلطان عادل خاقان زمان محمد امجد علیشاہ بادشاہ

(۱۸۴۲ء - ۱۸۴۷ء)

امجد علی شاہ بادشاہ نے بعمر ۳۴ سال سریر سلطنت پر جلوس کیا۔ اور سکہ شاہی حسب ذیل جاری ہوا۔

در جہان زد سکۂ شاہی بتائید الٰہ ظل حق امجد علی شاہ زمن عالم پناہ

اس عہد مین انتظام سلطنت بجز عزل و نصب بعض اہالیان سرکار کے سلسلۂ قدیم پر جاری رہا۔ امداد حسین خان کو عہدہ وزارت و خطاب امین الدولہ عنایت ہوا مہاراجہ بالکرشن کو گھر سے طلب فرماکر عہدہ دیوانی و خطاب مشیر الدولہ مؤید الملک دیا۔ میر حسن علی لندنی کو عہدۂ سفارت رزیڈنٹی پر مامور کیا بوجہ ناموافقت بادشاہ کے نواب امین الدولہ نے استعفا دیا انکی جگہ پر منور الدولہ وزیر ہوئے مگر تھوڑے ہی عرصہ مین نواب منور الدولہ کی معزولی اور امین الدولہ کی دوبارہ منصوبی عہدۂ وزارت پر ہوئے۔

لکھنؤ سے کانپور تک سڑک پختہ بصرف ۵ لاکھ روپیہ تیار ہوئی۔ دریاے گومتی کا پل آہنی بصرف ۳ لاکھ روپیہ بنوایا گیا۔ ہر شہر و قصبہ مین مفتیان شرع واسطے انفصال مقدمات کے مقرر کیے گئے الغرض یہ بادشاہ بہت دیندار خدا پرست شکیل اور جسیم تھے۔

بعد حکومت پانچ سال ایک ماہ و یوم کے ۲۶ - صفر ۱۲۶۳ھ مطابق ۱۸۴۷ء کو انتقال فرمایا اور امام باڑہ سبطین آباد واقع حضرت گنج مین دفن ہوے۔

فتح بہادر نگم وکیل لکھنؤ

وہ تغافل کو علاج غم پنہان سمجھا	چارہ گر بھی نہ مرے درد کا درمان سمجھا
تاب دیدار نہ لائی نگہ ناز پرست	اور دیدۂ عشاق پہ احسان سمجھا
جمع خاطر نہ ہوئی دید بتان سے اپنی	دفتر حسن کا اجزاے پریشان سمجھا
نہوئی جلوہ گہ ناز کی وسعت معلوم	گرد مین ہر ذرہ کو اک دیدۂ حیران سمجھا
تھی تری یاد بھی کیا انجمن آراے خیال	دل مین جو شعلہ اٹھا شمع شبستان سمجھا
واقف راز محبت ہے وہی دیوانہ	اپنی ہستی کو جو اک خواب پریشان سمجھا
شورش عشق کا آسان نہ تھا اندازہ	چاک ہو کر مری وحشت کو گریبان سمجھا
صاحب دل ہے وہی مرشد کامل ہر وہی	سیر کر چیر لیسے جو میرا غم پنہان سمجھا
وحشت دل کی ہوئی حد نہ مقرر کوئی	چند دن بعد بیابان کو بھی زندان سمجھا

ہر نفس شاہد دشواری الفت ہے نظر
سخت مشکل تھا وہی کام جو آسان سمجھا

(صبح امید)　　　　　　　　　　　　　　　　نظر

راتون کی تنہائی مین

کالی کالی راتونکے سنسان اور ویران گھنٹے، جب آنکھون مین کٹنے لگتے ہین، تو مین اپنی تنہائی سے گھبراکر پریشان ہو جاتا ہون۔ میرا دل کانپنے لگتا ہو اور میری (۔۔) اس حال مین کہ مین پڑا تڑپتا ہون چلی جاتی جا رہتی ہے وہان جہان اک مستقل سکون، ایک ابدی راحت اُسکا انتظار کر رہی ہو۔ یا پھر وہ سینے کے اندر آوارہ پھرنے لگتی ہے، اس خواہش کے ساتھ کہ ایک انگڑائی کے ساتھ جسکا توڑ مروڑ میری کتاب جوانی کے دیباچہ سے شروع ہوتا ہو۔ ایک لمبی اور ٹھنڈی سانس کے ساتھ جس کی ابتدا میرے زمانہ شباب سے ہوتی ہو نکل جائے۔

مین کچھ سوچکر بیٹھ جاتا ہون اس حال مین کہ میرا دل دھڑکتا ہے میری نگاہین کانپا کرتی ہین۔ مین اپنی متجسس نظرون کو جو خمار آرزو سے مخمور رہتی ہین، اپنی نگاہون کو جو شراب جوانی پیکر سرشار ہو گئی ہین، مکان کے گوشہ گوشہ مین چارون طرف دوڑاتا ہون اس حال مین کہ اسکے ساتھ التجا بھی ہوتی ہے اور آرزو بھی۔ امید بھی ہوتی ہے اور حسرت بھی۔

مین خاموش تصویرون کو دیکھتا ہون، سفید اور خوشنما دیوارین جو میرے سامنے ہوتی ہین، اُن پر غور کرتا ہون، مگر یہ مجھے اچھی نہین معلوم ہوتین۔ کیونکہ مین تنہا ہون یا اسلیے کہ مجھے اُن سے محبت نہین۔ بہر صورت مین چاہتا ہون کہ کوئی ہوتا جو میری بےچینی کو دور کرسکتا، کوئی ملتا جو مجھے باتون مین لگا لیتا، کوئی کچھ کہتا اور مین اس سے مطمئن ہو جاتا۔ لیکن میری پر نم نگاہ جھکی ہوتی ہے، اس حالت مین کہ رات کی تاریکی پچھلے پہر کی ساری خاموشی میری آنکھون سے گذرتی ہوتی ہے اور مین پڑا تڑپا کرتا ہون جیسے

مچھلی پانی سے باہر۔ البتہ وہ آنسو جنکو مین نہین روک سکتا، جن کا روکنا میری قوت سے باہر ہے، جو مجھ سے نہین رُک سکتے اور میرے دل کا بھید کہنے کے لیے میری آنکھون سے نکلنے لگتے ہین جیسے کالے کالے بادلون سے پانی کے موٹے موٹے قطرے، تو مین صرف یہ کوشش کرتا ہون کہ انھین کوئی دیکھ نہ لے۔ اس خیال سے آنکھین بند کرلیتا ہون اور چاہتا ہون کہ وہ بند ہی رہین، لیکن وہ کھل جاتی ہین اس حال مین کہ مین پڑا تڑپتا ہون اور میرا دل دھڑکتا رہتا ہے۔

مین بیٹھ جاتا ہون اور ارادہ کرتا ہون کہ قلم اٹھاؤن اور آسمان کی وسیع فضا مین سونیوالے مضامین کو جگانا شروع کردون، اُن تخیلات کو ڈھونڈھون جو زمین کی اتنی بڑی وسعت مین گم ہوگئے ہین۔ لیکن رات، بھیانک رات جو میری آنکھون مین رہا کرتی ہے۔ وہ دُنیا بھر پر چھائی ہوئی تاریکی جو میری نگاہون مین سما کر رہگئی ہے، مجھے پریشان کردیتی ہے میرا قلب بےچین ہوجاتا ہے۔ مین سوجانا چاہتا ہون، مین کوشش کرتا ہون کہ سوجاؤن، میری آرزو ہوتی ہے کہ کسیطرح نیند آجائے اور مجھے بیخبر کردے، مین اپنا مُنھ چادر سے بند کرلیتا ہون اور خاموش ہوجاتا ہون، مُنھ ڈھانک لیتا ہون اور چپ چاپ پڑا رہتا ہون، لیکن میرا دل بےقابو ہوجاتا ہے، میری نگاہین چادر پھاڑکر باہر نکلنا چاہتی ہین، حتی کہ مین بیتاب ہوکر کھڑا ہوجاتا ہون اور کمرے کی مختصر اور محدود فضا مین ٹہلنے لگتا ہون۔ اسکے بعد میری وارفتگی اور خطرناک صورت اختیار کرلیتی ہے، میرے خیالات زیادہ پریشان ہوجاتے ہین یعنے مین کسیکا انتظار کرنے لگتا ہون حالانکہ مجھ سے آنیکا وعدہ نہین کیا گیا۔ مین صرف اپنے جذبات کا امتحان لیتا ہون، مین اپنی قوتِ کشش دیکھتا ہون، مین سوچتا ہون کہ اگر کوئی آجائے، یعنی وہ آجائین جن کی آرزو مجھے اسیطرح عزیز ہے جسطرح اُن کا حُسن خود اُنکو، تو کیا ہو؟

یہ خیال آتا ہے اور تبسم کی ایک ہلکی لہر میرے ہونٹون پر دوڑ جاتی ہے اور مین فخر و غرور کے گہرے سمندر مین ڈوب جاتا ہون۔

مین یہ بھی سوچتا ہون کہ اب مجھے اپنی عاجزانہ التجائین اُنکے حضور مین پیش

کردینا چاہیے، جو اپنی ایک اداے بے نیازی سے میری ہزار ہا نیازمندیون کا جواب دیدیا کرتی ہین، جو میرے ہر سوال کو اپنے انداز تغافل سے ٹال دیا کرتی ہین۔ میرا دل مجبور کرتا ہے کہ مین یہ سب کچھ کہدون اُنسے جن کے ساتھ میری زندگی کی راحت و مسرت وابستہ ہے لیکن مین ایسا نہین کرسکتا۔ کیونکہ وہ بے پروائی کے ساتھ اپنے بالون کو سنوارا کرتی ہین اور مجھے کبھی یاد بھی نہین کرتین۔ اس خیال کے آتے ہی مین پھر پریشان ہوجاتا ہون اور میری مایوسی کی کوئی انتہا نہین رہتی آخرکار مین تڑپنے لگتا ہون یہانتک کہ ساری رات آنکھون مین کٹنے سے پہلے ہی رات کا غم آلود سناٹا مجھے غمگین کردیتا ہے اور مین کہہ اُٹھتا ہون۔

"اے سورج نکل! اے ہوا چل اور اس چھپی ہوئی بساط کو اُلٹ دے

اے بادل پانی برسا اور اس پھیلی ہوئی سیاہی کو دھو دے"

پس اے تنہائی، اسی رات کے ساتھ، اسی تاریکی کے سایہ مین، اسی بے چینی اور پریشانی کی معیت مین مجھے پہونچا دے۔ جہان میری زندگی کسی ایسے پہاڑ کی سب سے اونچی چوٹی پر گذر جاے جس کے نشیب و فراز مین دل کشی ہو، پستی و بلندی مین دلربائی ہو، جسکے وادی کا سبزہ ہمیشہ تروتازہ رہتا ہو، تاکہ مین اُن گھنے گھنے درختون کو جن کی نظر فریب نازک شاخین ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکون سے جھولنے لگتی ہین دیکھون۔ اُن پھولون کی بھینی بھینی خوشبو کو جن سے ہوا مست ہوکر سبزہ پر لوٹا کرتی ہے، جو سدا بہار کی نازک نازک شاخون مین ہمیشہ رہتی اور اسکی وجدانی کیفیت کا لطف اٹھایا کرتی ہے، سونگھون اور بیقرار ہوجاؤن۔

ہان، اے میری تنہائی، میرے کمرہ کی وہ خاموشی جو کسیطرح میری دلچسپی کا ذریعہ نہین بن سکتی، مجھے بُری معلوم ہوتی ہے اور اسی لیے مین چاہتا ہون کہ کسی ایسی جگہ پہونچ جاؤن جہان میرا طائر دل، درختون کے سبز سبز رنگ کے پتون مین جو باہم مل کر اک سامعہ نواز نغمہ پیدا کرتے رہتے ہین، اپنا آشیانہ بنائے۔ بیشک یہ آوازِ نواے فطرت مجھے اچھی معلوم ہوگی۔ اگر مین تنہا ہون گا۔ کیونکہ ہان آسمان بھی چپ ہوگا

مناظر بھی خاموش ہو نگے اور زمین بھی ساکت - مین وہان سے واپس آنیکا قصد نہ کرونگا کیونکہ
اُس منظر کا دیکھنے والا صرف ایک مین ہونگا، جسکی آنکھین قدرت کی نازک ترین اعجاز پسندیون اور
دقیق ترین جذبات آفرینیون سے اسی طرح مانوس ہین، جس طرح، چمکتے ہوے جگنو سے
بچے جھکی ہوئی بیل سے ... یی، شمع کی روشنی سے پروانے،۔

بیشک، اے میری تنہائی، مجھے آرام ملجائے گا، کیونکہ میری تمناؤن کی جستجو کو
امن و آسایش کا سراغ وہین لگا ہے اور یقیناً اب کوئی کشش مجھے وہان سے چلے آنے پر
مجبور نہ کریگی - کیونکہ وہان کا بہتا ہوا دریا اپنی پُرشور روانی، اپنی ہنگامہ زا سیلاب مین
ایک ایسی قوت جاذبہ رکھتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لیے اُس کو بھی وارفتہ بنا دیتا ہے،
جو اِن نظارہ آفرینیون سے سیر ہو کر چلا جانا چاہتا ہے - یقیناً موجون کا بل کھاتے
ہوے آنا اور شاداب ساحل سے ٹکرا جانا میری دلچسپی کے لیے ایک اچھا مشغلہ ہوگا -
جس وقت ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے بہتے ہوے پانی مین تموج پیدا کرینگے اور وہ کنارے
کی طرف جانے لگے گا تو مین خوش ہو جاؤنگا - جب اُسکا پُر قوت تلاطم اپنے زور مین آپ
ہی چکر کھائیگا - تو میری نگاہین بھی اُسکے ساتھ رقص کرینگی، جب اس مین مد و جزر
کی کیفیت پیدا ہوگی تو میری نظرین اسمین ڈوب ڈوب کر اُچھلینگی - مین اسکے کنارے
بیٹھا رہونگا - اور دیکھا کرونگا، اُس روانی کو کہ جسمین میری نظرین بہتی پھرینگی اور
جسمین میرے جذبات ڈوبتے ہوے چلے جائینگے -

پھر اُسوقت اے میری تنہائی کیسی حیات مسرتون سے لبریز ہوگی کیونکہ وہ
جگہ تو ایسی ہے جہان کلیان طلوعِ آفتاب کے انتظار مین بیتاب رہتی ہین - یہان
تک کہ وہ نکل آتا ہے - اِنھین برہنہ دیکھ لیتا ہے - اور انھین پرواہ نہین ہوتی،
وہ اپنی روشنی مین لپیٹ لیتا ہے لیکن وہ حرکت نہین کرتین -

نیاز فتحپوری

سودا کے متفرق اشعار

بارِ دشے کو تعین کے دردِ دل سے اُٹھائے — کھلتا ہے ابھی پل مین طلسمات جہان کا

اس شعر مین مسائل فلسفہ وحکمت وسائنس کا عطر کھنچا ہوا ہے - من وتو کا امتیاز محض تعین کا فرق ہے - باوجود ظاہری اختلاف کے تمام موجودات عالم کا ماخذ ایک ہے - یہی حال بنی نوع انسان کا ہے - گو صورت مین مختلف ہین لیکن ایک ہی دل سب مین بسا ہوا ہے ہر شخص کا دل نہ صرف اُسکی بلکہ ہر فرد بشر کے دل کی کنجی ہے - جو عقل سے بہرہ ور ہے اُسکو حکمت دل مین اذن عام ہے - حکیمون کی حکمت - عابدون کی عبادت - زاہدون کی ریاضت صوفیون کی وجدانی کیفیت - غرضکہ جو حالت جسپر طاری ہوئی اُسکا اندازہ کرسکتا ہے - جہان دل عالم تک پہونچگیا ہر متنفس کے اقوال وافعال مین شریک ہوگیا کیونکہ سب کا محرک اعظم یہی مشترک دل ہے - تاریخ اِسی عالمگیر دل کے کارنامونکا نام ہے - سائنس مین ارتقا اسی سے مراد ہے - واقعات عالم اسی دل کی ذہانت اور بلند پردازی کی مثالین ہین - انسان بحیثیت ایک فرد کے ناقابل فہم ہے جبتک اپنی نوع کی تاریخ کے سلسلہ مین نہ دیکھا جائے نفس انسانی اپنی ہر ایک قوت ہر ایک جذبے ہر ایک اندیشے کو واقعات کی صورت مین مناسب موقعو نپر پیش کرتا ہے، یہ واقعات دل مین بطور قوانین پیشتر سے موجود ہوتے ہین اور ہر قانون کا منفذ وہ قلبی حالت ہوتی ہے جو اُسوقت غالب ہو - فطرت اُن قوانین کو منضبط کرتی ہے چنانچہ ایک وقت مین ایک ہی قانون کا دور دورہ ہوتا ہے - انسان کل واقعات کا ذخیرہ ہے جسطرح ہزارون جنگل ایک دانے مین پوشیدہ ہوتے ہین

مصر۔ یونان۔ رومۃ الکبریٰ۔ فرانس۔ ہندوستان وغیرہ وغیرہ۔ انسان اول مین مضمر تھے۔ دُنیا کے تمام انقلابات اور تغیرات۔ اقبال اور ادبار۔ ترقی اور تنزل بادشاہی اور شاہنشاہی۔ جمہوریت اور اخوت۔ مظاہر ہین اس تہ در تہ دل کے اس دُنیائے گوناگون مین۔ پردۂ تعینٔ اُٹھ جائے۔ من و تو کا فرق نہ رہے تو اس شاہد دل کی رہبری سے تمام اختلافات مذاہب۔ تمام شکوک۔ شبہات اور توہمات ابھی مٹ جائین

شعراء تلامیذ الرحمن ہوتے ہین دیگر اساتذہ بھی اس رمز کی تہ کو پہونچے ہین اور اُسکے حل کیطرف مختلف پیرایہ مین اشارہ کیا ہے۔ مگر جہانتک مینے دیکھا اتنے صاف اور جامع الفاظ مین نہین جیسا کہ سودا کا مندرجہ بالا شعر ہے۔ مثلاً میر نے کہا

پہونچا جو آپکو تو مین پہونچا خدا کے تئین
معلوم اب ہوا کہ بہت مین بھی دور تھا

خدا تک پہونچنے کا وسیلہ بتا دیا مگر یہ نہین بتایا کہ اپنے آپ تک پہونچنے کا کیا طریقہ ہے غالب کا شعر ہے ؎

محرم نہین ہے تو ہی نواہائے راز کا
یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

اس مین بھی وجہ نہین بتائی کہ انسان نواہائے راز کا محرم کیون نہین ہے ان سب کا جواب ہے۔ ؎

پردے کو تعینٔ کے در دل سے اُٹھا دے
کھلتا ہے ابھی پل مین طلسمات جہان کا

عبرت انگیز اشعار بھی سودا نے خوب خوب کہے ہین۔ چند بطور نمونہ پیش کرتا ہون۔ ؎

نہین معلوم اُسنے خاک مین کیا کیا ملا دیکھا
کہ چشم نقش پا سے تا عدم نکلی نہ حیرانی

وہ قدم جسکو رگ گل سے بھی ہوتی تھی خلش
سجدہ گاہ سنگ ہے یا بوسہ گاہ خار ہے

وہ جو ساغر تھا ابھی یا ہے ابھی چشم پُر آب
دیکھ سودا گردش افلاک سے کیا کیا ہوا

اب کچھ عاشقانہ و رندانہ اشعار ملاحظہ ہون

بدلا ترے ستم کا کوئی تجھسے کیا کرے
اپنا ہی تو فریفتہ ہووے خدا کرے

اتنا لکھ آئیو میری لوح مزار پر — یان تک نہ ذی حیات کو کوئی خفا کرے
گر ہو شراب خلوت و محبوب خوبرو — زاہد تجھے قسم ہے جو تو ہو تو کیا کرے

ساقی ہماری توبہ تجھپر ہے کیون گوارا — منت نہین تو ظالم! ترغیب یا اشارا
کرکے توبہ ناصحا سو دامعلے کل ہوا — آج پھر لی ہے مصلا رکھ گرد دو جام کو

آثر

مختلف مذاہب نے خدا پرستی کے مختلف طریقے تعین کیے ہین، بعض کے نزدیک عبد و معبود کے درمیان محکوم و حاکم کا تعلق رہنا چاہیے، بعض کے نزدیک مخلوق و خالق کا وقس علی ہذا۔ کبیر نے اس تعلق کی بنیاد عشق و محبت پر رکھی، خدا کو وہ بار بار معشوق کے لقب سے یاد کرتا ہے اور اپنے تئین اُسکا عاشق قرار دیا ہے، فرماتے ہین:-

"آج کا دن میرے لیے محبوب ترین روز ہے، اسلیے کہ آج شاہ خوبان میرا مہمان ہے،
میرا حجرہ اور میرا صحن اسکے وجود سے منور ہو رہا ہے۔ میری تمام آرزوئین
زبان پر اُسکے نام کا ترانہ ہے اور وہ سب اُسکے حسن کامل مین جذب
ہو گئی ہین۔

مین اُسکے پیر دھوتا ہون اسکے روے انور کی زیارت کرتا ہون
اور اسکے آگے نذر مین اپنا جسم، اپنی جان، اپنی ہر چیز پیش کرتا ہون
وہ دن کیسا مبارک ہے جب میرا محبوب، میرا خزانہ میرے گھر
مہمان ہوتا ہے۔

میرے عشق کا اثر اُسپر ہو گیا، میری جان حق کے اسم پاک
پر فدا ہوتی ہے۔

چاندی کی کھپت

(ٹھاکر جے۔ آر۔ رائے جرنلسٹ۔ لاہور)

چاندی اُن چیزوں مین شمار ہوتی ہے۔ جو سب قیمتی سمجھی جاتی ہین۔ بین الاقوامی لین دین مین اُس کی بڑی اہمیت ہے۔ کیونکہ کئی بنکون نے اسے اشیا کی قیمت کا معیار مقرر کر رکھا ہے جیسے چین۔ جاپان۔ ارجن ٹائن۔ اور ویسے تو سب ملکون مین چاندی کے بیشمار سکے ہین۔ جنکے بغیر روز مرہ کی زندگی کے لین دین قریب قریب محال ہین۔ اُنکے سوا ہین چاندی کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔ برطانیہ مین شلنگ۔ کراؤن۔ اور چھ پنس یا تین پنس فرانس مین فرانک اور نصف فرانک۔ اور پانچ فرانک کا سکہ۔ جرمن مین مارک ہالینڈ۔ ڈنمارک۔ ناروے۔ سویڈن روس۔ آسٹریا۔ اٹلی۔ امریکہ۔ مین ڈالر۔ ہندوستان مین روپیہ اٹھنی۔ چونی۔ دونی اور ممالک کے سکے سب چاندی کے ہین اور اُنکے لیے بڑی مقدار چاندی کی درکار ہوتی ہے آج کل چاندی بڑی گران ہے۔ جس کا بڑا سبب یہ ہے کہ جنگ کے سبب سے اسکی پیداوار کی مقدار مین بہت فرق آگیا ہے۔ گویا پچیس فیصدی کم ہو گئی ہے۔ مگر اُسکی مانگ پہلے سے کہین زیادہ ہے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ جنگ کے سبب سے اُن ملکون مین پونڈ بنانے بند ہو گئے جن کے ہان سونیکا سکہ ہے اسکا اثر ہندوستان پر بہت ناخوشگوار پڑا۔ یعنی جب سونا بند ہو گیا۔ تو عوام چاندی کی طرف مائل ہو گئے۔ اس سے چاندیکی کھپت کی مقدار پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ گئی یہ تو مشہور ہے کہ ہندوستان چاندیکا سب سے بڑا گاہک ہے۔ جنگ سے پہلے دُنیا کی کل پیداوار کا ½ حصہ خرید لیتا تھا۔ اہل ہند چاندی کے زیورات بناتے ہین۔ گوٹہ کناری کے کام آتا ہے۔ برتن بنتے ہین۔ آرائش کے کام آتی ہے۔ جیسے ہاتھی کے ہودے اور گھوڑونکے زین

ساز وغیرہ - جو محض نمائشی ہوتے ہین اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ دیہات کی لوگ نقد روپے کے بیحد شائق ہوتے ہین - نوٹ کو دھوکہ کی ٹٹی سمجھتے ہین ساہوکارون اور تاجرون کو گندم - کپاس وغیرہ اشیاء خریدتے وقت نقد روپیہ دینے پڑتے ہین - اور کسان لوگ وافر روپیہ اٹھاکر زمین مین گاڑ دیتے ہین - ان وجوہات سے ہندوستان سارے جہان سے زیادہ چاندی خریدتا ہے سنہ ۱۹۰۹ء اور سنہ ۱۹۱۲ء کے مابین ہندوستان مین نو ارب چوبیس کروڑ روپے کا سونا چاندی آیا اور سنہ ۱۹۱۲-۱۹۱۹ء کے درمیان ایک ارب پینسٹھ ۶۵ کروڑ روپیہ کا آیا تھا - اس مین گورنمنٹ ہند اور نیز پرائیوٹ خرید دونون قسم کی دھاتین شامل ہین اول الذکر پانچ سالون کے دوران مین ایک ارب اسی کروڑ کی چاندی اور سونا پرائیوٹ مقاصد کیلیے آیا جسمین چاندی چھتیس ۳۶ کروڑ روپیہ کی تھی لیکن جنگ کے پانچ سال کے دوران مین چاندی بہت آئی - اور سنہ ۱۹۱۶ء مین (۳۵) فیصدی آئی اور سنہ ۱۹۱۸ء مین (۲۴) فیصدی آئی اور سنہ ۱۹۱۹ء مین (۱۱۲) فیصدی آئی -

اتحادیون نے گورنمنٹ ہند سے سامان جنگ طلب کیا - چمڑے - پٹسن - چاول - غلہ - روغن - تخم وغیرہ وغیرہ کروڑون بلکہ اربون روپیہ کے بھیجے جنکی قیمت صاحب وزیر ہند کے پاس لندن مین جمع کیگئی - اور گورنمنٹ ہند کو یہان پر سوداگرون سے نقد روپیہ دیکر مال خریدنا پڑا - جسکے سبب سے خزانہ مین روپیون کا ذخیرہ گھٹ گیا -

مارچ سنہ ۱۹۱۸ء اور مارچ سنہ ۱۹۱۹ء کے درمیان (۴۴) کروڑ روپے کھپ گئے - اس وجہ سے اور روپیہ مضروب کرنا پڑا جسکے لیے امریکہ سے (۲۵) کروڑ اونس چاندی (۸۶) سنٹ (۳۴ آنے) فی اونس کے حساب سے چاندی ڈالر گلاکر حاصل کیگئی - گذشتہ تین سال مین دونون ٹکسالون مین ایک ارب (۳۵) کروڑ روپے مسکوک ہوئے - جو جنگ سے پہلے کے تیرہ سالون کی مقدار کے برابر ہین - ان وجوہات سے

چاندی گران ہوگئی - اور پونڈ کے گیارہ روپیے ہوگئے جس کا اثر تجارت برآمد پر بہت گہرا پڑ رہا ہے -
اور اشیا کی قیمتون پر بھی مضر اثر ہوگا - شرح تبادلہ ساری دنیا مین بڑھ گئی ہے - امریکہ
مین پونڈ کی قیمت (۱۰) شلنگ سے بھی کم ہے - جرمن سکہ مارک تین آنے کے قریب رہگیا ہے
حالانکہ جنگ سے پہلے بارہ آنے کے قریب سمجھا جاتا تھا اسکا ایک سبب یہ بھی ہے کہ
کئی ملکون کی تجارت کا توازن درہم برہم ہوگیا ہے اور جب درآمد و برآمد مین فرق عظیم
ہو تو چیزون کی قیمتین بھی اُلٹ پُلٹ ہوجاتی ہین اور شرح تبادلہ بھی اسوقت ہندوستان
مین سب چیزین گران ہین - اسکا ایک سبب یہ ہے کہ پچھلے سالونمین بارش نہوئی تھی جس سے اجناس پیدا
نہ ہوسے اور دوسرے غیر ممالک سے چیزین نہ آئین اور اس گرانی کو حکام دور نہین کر سکتے کیونکہ گرانی
عالمگیر ہے شرح تبادلہ کو درست کرنیکی کوشش کیجاتی ہے مگر یہ سونے اور چاندیکی پیداوار اور درآمد
و برآمد سے آپ سے آپ ٹھیک ہوجائیگی - چاندیکی گرانی کا انسداد یہ ہے کہ ہم کچھ عرصہ کیلیے اسکی خریداری
بند کردین بلکہ اسکے جو زیورات اور دیگر نقرئی چیزین ہین انھین فروخت کردین جس سے
دو فائدے ہونگے تو آنے تولہ کی چاندی دُگنے دام کو فروخت ہوگی - اور مقدار مین
اضافہ ہوجانیسے بھاؤ مین کمی واقع ہوگی یہ تو ہمارے اختیار کی بات ہے اسے کرنا چاہیے
بلکہ کئی سمجھدار دن نے اپنے غیر ضروری زیورات فروخت کرکے دام کھڑے کرلیے اور ایک
روپے کے دو روپے بنالیے - ہندوستان مین ۱۹۱۵ء تک تین ارب اونس چاندی
کھپ چکی ہے جسکی قیمت ساڑھے چار ارب روپے ہے اسے فروخت کرکے
نو ارب روپے بنجاتے ہین - چاندیکی گرانی سے بہت سی مالی مشکلات پیدا ہوگئی ہین
ماہر کہتے ہین کہ ہندوستان کے ہاتھ مین چاندی کے دام گھٹانا بڑھانا ہے
کیونکہ یہان پر سب سے زیادہ چاندی کھپتی ہے -

کرنل بھولا ناتھ

کرنل بھولا ناتھ، جن کی تصویر گذشتہ نمبر مین شائع ہو چکی ہے، ہندوستان کے
اُن فرزندونمین ہین جن کی ذات مادر وطن کیلئے ہمیشہ مایۂ ناز رہیگی، آپ قوم کے راجپوت ہین
آبا و اجداد کا وطن اصلی ضلع پرتاب گڑھ ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ مین آپکے دادا پنجاب
مین آئے اور یہین سکونت اختیار کرلی آپ ۱۸۶۶ء مین لاہور مین پیدا ہوئے اور لاہور ہی
مین تعلیم شروع ہولی۔ طباعی اور ذہانت کے آثار ابتدا ہی سے نمایان تھے۔ لیکن طبیعت کا اصلی
جوہر اُسوقت کھلا۔ جب آپ نے طبی تعلیم شروع کی ۱۸۸۲ء مین آپ لاہور میڈیکل کالج مین داخل
ہوئے اُسوقت آپکی عمر صرف ۱۶ سال کی تھی۔ کالج مین داخل ہوئے زیادہ عرصہ نہین گذرا
تھا کہ ایک ہونیوالے ممتاز طبیب" کے آثار نمایان ہونے لگے ۱۸۸۶ء مین آپکی عمر کا بیسوان
سال تھا کہ آپ اپنے درجہ کے تمام طلبا سے گوے سبقت لیگئے۔ اور امتحان طبیعات مین درجہ
اول حاصل کرنیکے علاوہ تمغہ طلائی ڈوفرن (ڈوفرن گولڈ میڈل) اور تمغہ جراحی (سرجیکل میڈل)
اور دیگر انعامات حاصل کیے۔

میڈیکل کالج کی تعلیم کے بعد آپ ایک متوسط درجہ کے طبیب ہوسکتے تھے۔ لیکن
آپکی قابلیت اس سے وسیع تر میدان کی طالب تھی۔ اسلیے ۱۸۸۹ء کے آخر مین طبی تعلیم کی
تکمیل کے لیے آپ انگلستان تشریف لیگئے اور وہان "سینٹ ٹامس ہاسپٹل مین داخل
ہوئے اور تکمیل تعلیم کے بعد آپ ۱۸۹۳ء مین (انڈین میڈیکل سروس) مین داخل ہوے۔
سرکاری ملازمت کے سلسلہ مین آپکا قیام سرحد مغربی، پنجاب، بنگال، ممالک متوسط
بمبئی، مدراس، برہما، عدن، ایران، اور عراق عرب مین رہا۔ آپ ایران سے رخصت
لیکے ولایت تشریف لیگئے تھے کہ جنگ یورپ شروع ہوگئی اور آپ رخصت سے واپس بلا لیے گئے۔

اسوقت آج تک آپ برابر فرائض ملازمت انجام دے رہے ہیں۔ اس اثنا میں آپ تین سال تک عراق عرب میں "نمبر ۲۰۱ انڈین جنرل ہاسپٹل" کے افسر اعلےٰ رہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ صیغۂ فوج میں ایک ہندوستانی کو اتنی بڑی ذمہ داری دیگئی تھی۔ لیکن ہم اہل ہند کی خوش قسمتی سے آپ نے اس اہم ذمہ داری کو اسقدر خوبی سے ادا کیا کہ حضور وزیر ہند نے اپنی ۲۸ جولائی ۱۹۱۸ء کی تقریر میں آپکی خدمات کا پرزور توصیفی الفاظ میں اعتراف کیا اور یہ فرمایا کہ "ہندوستانیوں کو جب ذمہ داری کا کام دیا جاتا ہے تو وہ اُسے کامیابی کے ساتھ انجام دینے کے قابل ثابت ہوتے ہیں" آپکی خدمات کے صلہ میں سرکاری مراسلات میں آپکا خاص طور پر ذکر کیا گیا۔ اور سی۔ آئی۔ ای کا معزز خطاب عطا ہوا ہے۔

آپکے شفاخانہ کا کام جس خوبی اور کفایت شعاری سے ہوتا تھا اسکی خبرین دفتر جنگ میں پہونچتی رہتی تھین۔ اسکے مقابلہ میں دوسرے شفاخانون کی حالت اطمینان بخش نہ تھی۔ آخر یہ طے پایا کہ ایک مجلس تحقیقات خدمت طبی (میڈیکل سروس کمیٹی) مقرر کیجائے اور یہ مجلس عراق عرب کے تمام شفاخانون اور دواخانون کی تحقیقات کرکے موجودہ حالت اور آیندہ اصلاحات کے متعلق اپنی روداد پیش کرے۔ اس مجلس کے صدر آپ قرار پائے۔ اس مجلس نے سات ماہ تک کام کیا۔ مختلف مقام پر دورہ کرکے تمام ہندوستانی اور انگریزی شفاخانون کی تحقیقات کی اور نہایت مناسب و معقول تجاویز پیش کین۔ جن کے نفاذ سے حُسن انتظام کے علاوہ بلا مبالغہ لاکھون روپیہ کی بچت ہونے لگی۔

جنوری ۱۹۱۸ء مین آپ بعارضۂ نزلہ وبائی (انفلوانیزا) وذات الصدر (نمونیا) مبتلا ہوکر ہندوستان تشریف لائے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ آپ ان دونون مرض سے بہت جلد صحت یاب ہوگئے۔ ہندوستان آئے ہوئے ابھی دو ماہ نہین گذرے تھے کہ آپ میڈیکل سروس کمیشن کے رکن مقرر ہوئے۔

جسکے فرائض انجام دینے کے بعد اب آپ اسسٹنٹ ڈائرکٹر میڈیکل سروس مقرر کیے گئے ہین۔ یہ عہدہ بھی ابتک کسی ہندوستانی کو نہین ملا تھا۔ تنخواہ اور اعزاز وغیرہ

کے لحاظ سے یہ منصب انسپکٹر جنرل اسپتالات کے مساوی ہے ۔

ایک حاذق طبیب، اور خوش انتظام افسر کے علاوہ آپ بڑے علم دوست، مشہور زبان داں، وزبردست انشاپرداز، اور خوشگو شاعر بھی ہین ۔ طبی مشاغل کے باوجود آپکا عام علمی مطالعہ قابل رشک ہے ۔ ایشیا اور یورپ کی زبانون مین سے آپ فارسی، عربی، جرمن، فرنچ، اور انگریزی زبانین جانتے ہین ۔ عام متفرق مضامین کے علاوہ طب جدید (ڈاکٹری) پر آپ کی ایک بیش تصنیف "علم وعمل طب" موجود ہے ۔ اس کتاب مین آپ نے جس تحقیق کے ساتھ طب جدید کے دقیق مسائل کو عام فہم سلیس اور دلنشین انداز مین بیان کیا ہے اسکا اندازہ صرف کتاب کے پڑھنے سے ہوسکتا ہے ۔ آپکا دائرۂ معلومات طب جدید تک محدود نہین بلکہ آپ کی نظر طب قدیم پر بھی ہے ۔ اسیلئے آپنے نہایت بے تعصبی اور نکتہ سنجی کے ساتھ قدیم وجدید طب کا موازنہ بھی کیا ہے ۔

فن شاعری کی آپ نے باقاعدہ تحصیل نہین کی لیکن بااین ہمہ چونکہ آپ طبعزاد شاعر ہین اس لیے وقتاً فوقتاً دل کے جذبات فارسی اور اُردو اشعار کے لباس مین ظاہر ہوتے رہتے ہین ۔

آپکی شریک زندگی (مسز بھولاناتھ) بھی آپ کیطرح راجپوت ہین ۔ مسز بھولاناتھ اپنے جگر گوشون کی تعلیم کے سلسلہ مین ۱۹۰۷ء سے لندن مین مقیم ہین ۔ جنگ کے زمانہ مین ہندوستانی سپاہیون کے آرام وآسایش کیلیے لندن مین جو انجمن قائم ہوئی تھی آپ اسکی ناظم تھین ۔

آپکے دو صاحبزادے ہین ۔ بڑے اندور کیڈٹ کالج مین فوجی تعلیم پارہے ہین اور چھوٹے ابھی انگلستان مین زیر تعلیم ہین ۔

ہمنے زمانہ کے کسی گذشتہ نمبر مین غلطی سے لکھدیا تھا کہ ہمعصر نقیب نظامی پریس بدایون سے شائع ہوتا ہے اب ہم کو یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ نقیب اپنے پریس سے شائع ہورہا ہے اور جملہ خط وکتابت منیجر نقیب بدایون کے نام ہونا چاہیے ۔

اعزاز نفس

جذبِ کامل اسکو کہتے ہین یہ ہے اعجازِ نفس
دل سا اک آزاد بندہ ہوگیا دمسازِ نفس

جب ازل کے دن بنائے عالمِ ہستی ہوئی
نفس تھا جانبازِ دل کا اور دل جانبازِ نفس

عالمِ اصغر کو دل ہی نے مخاطب کردیا
مطمئن ہو کر سنا سب نے نوائے سازِ نفس

بند ہوتی ہے زبان و چشم جب بعدِ حیات
منکشف ہو جاتے ہین اہلِ فنا پر رازِ نفس

فاعلِ مختار انسان روک لی پابند ہے
درحقیقت عرش تک ہے قوتِ پروازِ نفس

ہے وہی دار العلومِ معرفت کا اوستاد
ہوگیا جس شخص کو اندازۂ اندازِ نفس

جمع ہوکر چند قطرے خون کے دل بنگیا
اور وہی دل رفتہ رفتہ ہوگیا ہمرازِ نفس

بد و فطرت اور فنا دونو سے ثابت ہوگیا
انتہائے نفس کیا ہے اور کیا آغازِ نفس

لطف جب ہے نفس اُٹھائے نازِ افعالِ حسن
اس سے کیا حاصل اگر ہمنے اُٹھایا نازِ نفس

شادی و غم مین تحمل سا تحمل چاہیئے
کس لیے تغییرِ رنگِ رُخ بنی غمازِ نفس

ہر نفس ہو اتنی روحانی ریاضت کامیاب
آخر ارباب نظر ہون قائلِ اعجازِ نفس

تزکیہ باطن کا کردیتی ہے تکمیلِ علوم
ورنہ انسان ہے شکارِ چنگلِ شہبازِ نفس

شاہدِ روحانیت کا جلوہ دیکھیگا وہ کیا
زندگی بھر جو رہا محوِ فریبِ نازِ نفس

راہین ادراک حقیقت کی نظر آئینگی صاف
عقلِ انسان ہو اگر معنی شناسِ رازِ نفس

زندگی کہتے ہین کسکو آمد و رفتِ نفس
موت کی کیا اصل ہے غافل سکوتِ سازِ نفس

مشتِ خاک انسان آخر عرش پیما بنگیا
اور کس حد تک بڑھیگی قدرتِ اعجازِ نفس

کردے اپنی زندگانی صرفِ اخلاقِ حسن
ہو جو منظورِ نظر محشر تجھے اعزازِ نفس

خیالِ یار سے خطاب

تجھ سے کچھ تسکین دلِ بیتاب کی ہوتی نہین   میری گھبراہٹ مین انجمن مین کمی ہوتی نہین
بلکہ ہوجاتا ہے دونا اضطراب و انتشار

اے نمودِ اضطراب، ای دشمنِ آرامِ دل   تجھ سے مل کر اور ہوتی ہے طبیعت مضمحل
مبتلائے رنج ہوجاتی ہے جانِ بیقرار

آہ! اُن کیطرح تو بھی مجکو تنہا چھوڑدے   توڑ دے یہ رشتۂ مہر و محبت توڑ دے
روح قالب مین ہوئی جاتی ہے میری بیقرار

جا! جہان جی چاہے جا! لِلّٰہ مجھ تک نہ آ!   چکھ چکا مین تیرے الطاف و عنایت کا مزا
کردیا ہے تو نے مجھکو مضطر و بیمار و زار

آہ مجکو چھوڑدے، تو میرے حالِ زار پر   رحم کر میری تمنا سے دلِ بیمار پر
جو کہ اک مدت سے تنہا زندگی پر ہے نثار

وہ خفا، تو مہربان، وہ دور، تو مجھسے قریب   میرا شوق جستجو ہے آہ! کتنا بدنصیب
دیکھتا ہون غور سے یہ انقلابِ روزگار

مدعا یہ ہے کہ کوئی بھی نہ ہو اپنے سوا   کر سے کم ایسا تو دنیا مین ملے خلوت کدا
جان دے کر جب ملا تو کیا ملا کچھ مزا

محمد اسماعیل ہاتف

عندلیب

از ابن الحسن فکر ام اے - شاہ آبادی

گل پہ صدقہ ہے چمن میں جسم و جانِ عندلیب
نذرِ برقِ شعلہ زن ہے آشیانِ عندلیب

گل فشان وقتِ فغاں ہے کیا زبانِ عندلیب
دامنِ گلچین بنا ہے آشیانِ عندلیب

بزمِ گلرو یاں میں کچھ عاشق کی رسوائی نہ پوچھ
ہنس رہے ہیں پھول بھی سنکر فغانِ عندلیب

عشق کی زینت اگر ہے حُسن ہے تو کیا عجب
تاجِ گل ہو جائے بہتر آشیانِ عندلیب

آج تک کیا کیا تڑپتی لوٹتی رہتی ہے برق
اس نے پھونکا تھا کسی دن آشیانِ عندلیب

پھیکا پھیکا سا ہے اُنکے سامنے رنگِ چمن
اکھڑی اکھڑی ہے مرے آگے فغانِ عندلیب

چلگئے بادِ سمومِ غم کے جھونکے باغ میں
کھل کے مرجھائے گل داغِ نہانِ عندلیب

میں سناؤں تجھکو افسانہ گلِ صد چاک کا
تو سنا اے شوخ مجھکو داستانِ عندلیب

ہجرِ گل بے مہریِ صیّاد آلامِ قفس
پڑ گئی کن آفتوں میں ایک جانِ عندلیب

تیری عادت ہے تغافل آہ و زاری میری وضع
تو ہے پا بہ گوشِ گل میں ہے زبانِ عندلیب

شاخِ گل بالیدہ ہو کر شاخِ سدرہ سے ملی
دیکھیے گلشن میں اوجِ آشیانِ عندلیب

وائے ناکامی قفس میں جان تک دیدی مگر
گل کے کانوں تک نہ پہنچی داستانِ عندلیب

باغ میں بلبل ہی اب دو روز کی مہمان ہے
وائے وہ دن جبکہ گل تھے میہمانِ عندلیب

چاکِ دامانِ گلِ تر دیکھکر بہرِ رفو
سوکھ کر سوزن بنی نوکِ زبانِ عندلیب

آشیاں کے چار تنکے تھے ہوئے وہ نذرِ برق
نام کو بھی اب نہیں باقی نشانِ عندلیب

لازم و ملزوم ہیں باغِ جہاں میں حسن و عشق
جان ہے گلشن کی بلبل گل ہے جانِ عندلیب

گل کترتی ہے دمِ نغمہ سرائی باغ میں
صورتِ مقراض چلتی ہے زبانِ عندلیب

فکر سن سنکر تمہاری نغمہ سنجیہائے شوق
بند ہو جاتی ہے گلشن میں زبانِ عندلیب

فکر

صندل کا ٹیکا

تقاضا درد سر کا ہے یہی تعریف صندل ہو۔
سنین اہل جنون آکر تری توصیف صندل سے
نظر افروز عالم ہے مگر تو خوشنمائی مین
کسی معشوق سے تو کم نہین ہے دلربائی مین
کرین کیونکر نہ دل سے قدر آخر نازنین تیری
کہ انکے ہاتھ سے ملتی ہے شاخ صندلین تیری
صباحت روئے زیبا کی تری رنگت سے پائی ہے
حسینون مین ترے دم سے یہ شان خودنمائی ہے
تری شاخون سے لپٹے سیکڑون کالے بھی دیکھے ہین
تری خوشبو سے دل آرا کے متوالے بھی دیکھے ہین
کیا تھا سوز الفت نے انھین [illegible] سے
تن مردہ مین جان آئی لگا کر تجھکو سینے سے

جنون نے بیخودی نے گر کسی رنجور کو گھیرا
سنگھاتے ہین اطباے جہان پھر لخلخہ تیرا
شفا بخشی مین تو اکسیر ہے جادو اثر تو ہے
دوا ہے اختلاج دل دوائے درد سر تو ہے
مبارک ہو تجھے صندل بت طناز کا بوسہ
بہانے سے لیا تو نے جبین ناز کا بوسہ
مگر عاشق کبھی تو نے نہ اصلاح بے نیازی کی
شکایت گر ہوئی اسکو تو تو نے سرفرازی کی
کبھی سینے سے لگ کر ہاے تو ہمدرد ہوتا ہے
کہ دل پر ہاتھ رکھکر اختلاج قلب کھوتا ہے
کیا کرتے ہین کیا کیا جستجو ہر دم حسین تیری
فلک رفعت ہوئی عطرونکی صورت یا زمین تیری
کسی صورت مین گر تو زندگی کے پیرہن مین ہے
عدم کے جانیوالون کے بھی دامان کفن مین ہے
بہت اہل محبت کا چتا تک ساتھ دیتا ہے
کہ انکے ساتھ خود جل کر عدم کی راہ لیتا ہے
بتون کے سامنے گر دیر مین تجھکو جلاتے ہین
تو محراب حرم مین بھی ترے چھاپے لگاتے ہین

یہ سب کچھ ہے مگر اک بات تیری جانستان نکلی
ذراسی چیز اے ظالم بلائے آسمان نکلی
غضب ہے حسن کی مطلع پہ کس عنوان سے پہونچا
جگہ کی ماہ کے دل مین نرالی شان سے پہونچا
بجا ہے اک نقطہ تھا مگر وہ جان طلب نکلا
کہون کیا حسن کے دفتر مین کیونکر منتخب نکلا
وہ ہو جانا ترا انکا یک بہ صورت مرے جی کا
وہ بن جانا کسی بت کی جبین ناز کا ٹیکا

باسط بسوانی

عروسِ محبت

وہ محوِ خواب غنچے تھے نیند کے جو ماتے — بادِ سحر نے اُن کو بیدار کر دیا تھا
دیکھا تو منہ بند تھے لیکن قریب اُن کے — جا کر سُنا جو مینے لب پر خدا خدا تھا

شاخِ نہال گل پر بلبل عجب ادا سے — بیٹھی ہوئی ترانے دلکش سُنا رہی تھی
شاخیں بھی وجد میں تھیں پتّے بھی جھومتے تھے — ہر ذرّۂ چمن کو بیخود بنا رہی تھی

جذبِ اثر میں ڈوبے اس طرح کے ترانے — سُنکر تڑپ گیا دل پوچھا قریب جا کر
اے محوِ نغمہ بلبل صدقے ترے بتا دے — تو صوت میں کہاں سے لائی اثر اُڑا کر

سُنکر کلام میرا خاموش ہو گئی وہ — حیرت زدہ نظر سے پھر خوب مجھکو دیکھا
بعد اُسکے آہ کھینچی اور شاخ سے گری وہ — جز مشتِ پر نہ اُسمیں پھر کچھ بھی مینے پایا

آئی ندا کہ غافل اپنی نظر اُٹھا کر — تو دیکھ تو ذرا وہ مشرق کی سمت ہی کیا
دیکھا دُلھن نئی ہے گلگون شفق کے اندر — دلبستۂ تمنا وہ نغمۂ سراپا

گوردت سنگھ گوری گمنام

خیر مقدم

بعد شبِ تار صبحِ خندان — جس طرح اُفق پہ ہو نمایان
یا بعد فسردگیِ سرما — ہو فصلِ بہار جلوہ فرما
یا موسمِ پُر خروش کے بعد — طوفانِ بلا کے جوش کے بعد
عالم ہو سکوت کا فضا مین — تندی نہو نام کو ہوا مین

اس طرح ہوا ہے جلوہ افگن
پنجاب مین عہدِ میکلگن

تلوک چند محروم

رفتار زمانہ

۲۹- اکتوبر سے پنجاب تحقیقاتی کمیشن کے اجلاس برابر ہو رہے ہین - آٹھ دس روز واقعات دہلی کی تفتیش کرنے کے بعد کمیشن اب لاہور مین اجلاس کر رہا ہے - دہلی مین کانگریس کمیٹی نے بھی تحقیقات مین مدد دی تھی - اور آنریبل پنڈت مدنموہن صاحب مالویہ - مسٹر سی - آر - داس وغیرہ ہر اجلاس مین حاضر رہے تھے - اور کمیشن نے بھی کمیٹی کو سرکاری گواہون پر جرح کرنے اور رعایا کی طرف سے شہادت پیش کرنے کا اختیار دیدیا تھا - اور ان رعایتون سے تحقیقات کے متعلق عام بددلی بھی بہت کچھ رفع ہو گئی تھی مگر افسوس ہے کہ لاہور پہونچکر ہنٹر کمیشن نے لیڈران پنجاب کی رہائی کے متعلق عوام کے مطالبات کو (جو کانگریس کمیٹی کی معرفت پیش ہوئے تھے) رد کر دیا - ایک طولانی خط و کتابت کے بعد حضور لفٹنٹ گورنر پنجاب لاہور و امرتسر کے صرف چھ لیڈرون کو محض ایک یا دو روز کے لئے (شہادت کے واسطے) رہا کرنے پر رضامند ہوے - اس شرط کے ساتھ کہ قیدیان روزانہ رات کو پھر جیل واپس چلے جایا کرین - کانگریس کمیٹی کا مطالبہ تھا کہ دوران تحقیقات تمام پولیٹیکل مجرمان ضمانت پر رہا کر دئے جائین تاکہ خود شہادت دینے کے علاوہ سرکاری گواہون پر جرح کرنے مین بھی مدد دے سکین - ظاہر ہے کہ کل واقعات کے متعلق جو ذاتی علم ان کو ہے کسی کو نہین ہو سکتا ہے - اسلیئے وہ اس تحقیقات مین کمیشن کو بہت کچھ مدد دے سکتے تھے - یون بھی دوران تحقیقات گرفتار شدہ ملکی لیڈرون کا موجود رہنا اشد ضروری تھا - حکام پنجاب کا الزام یہ ہے کہ پنجاب مین ملکی لیڈرون نے برٹش گورنمنٹ کی بیخکنی کی سازش کی تھی - کسی ہندوستانی محب وطن پر اسوقت اس سے زیادہ سنگین جرم عائد نہین ہو سکتا ہے - مگر عوام اس الزام کی جو حکام اہل پنجاب پر عائد کرتے ہین کوئی اصلیت نہین سمجھتے - اور اس تحقیقاتی کمیشن کی علت غائی یہی ہے کہ صحیح بات معلوم ہو جائے - حکام کے قائمقامون کو تحقیقات مین

حصہ لینے اور اوسکی نگرانی کرنے کے بجا طور پر پورے موقعے حاصل ہین۔ گورنمنٹ پنجاب سے اسکے لئے خاص طور پر اپنے وکلار کو تعینات بھی کر دیا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ فریق ثانی یعنی رعایا کو وہی سہولتین نہ دیجائین۔ انصاف کا تقاضا تو یہی تھا کہ دوران تحقیقات خاص خاص ملکی لیڈرون کو جو پولٹیکل جرائم کی علت مین سزایاب ہوئے ہین۔ کمیشن کے روبرو حاضر رہنے اور اپنے نقطہ خیال کے مطابق پیروی کرنے کا حق دیا جاتا۔ انکی سزا مین کمی کرنیکی ضرورت نہ تھی اور سرکار اِنسے بھاری بھاری ضمانتین بھی لے سکتی تھی۔ مگر ہز آنر سر ایڈورڈ میکلاگن نے ایسا نہین کیا۔ وہ شہادت دینے کی غرض سے تو صرف چھ لیڈران کو ایک یا دو روزکیواسطے رہا کرنے کو تیار تھے لیکن دوران تحقیقات کے لئے نہین۔ ہماری سمجھ مین نہین آتا ہے کہ اگر یہ لوگ دو ایک دن کے لئے رہا کیئے جاسکتے تھے تو دس بارہ روزکے لئے کیون نہین یہ بھی معلوم نہین کہ گورنمنٹ نے چھ آدمیون کی تعداد کس اصول سے مُعین کی۔ گورنمنٹ پنجاب اگر یک لخت رہائی ہی سے انکار کرتی تب بھی کوئی بات تھی۔ مگر بحالت موجودہ اسکا حکم ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ ہمکو افسوس ہے کہ لارڈ ہنٹر نے بھی اس بارے مین پبلک کی کوئی مدد نہ کی۔ حالانکہ انکا کمیشن محض عام دادرسی کے واسطے قایم ہوا ہے اور اس بارے مین ساوتھ افریقہ کمیشن کی نظیر بھی موجود ہے جسنے تمام ملزمان کو دوران تحقیقات رہا کرنے کی سفارش کردی تھی۔ بہرحال اس افسوسناک ضد کا نتیجہ یہ ہوا کہ واقعات پنجاب کی تحقیقات بالکل یکطرفہ ہوئی۔ کانگریس کمیٹی اور اسکے وکلار بالکل کنارہ کش رہے اور کوئی غیر سرکاری گواہ بھی پیش نہین ہوا۔ اور ڈاکٹر کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال نے بھی شہادتین دینے سے انکار کردیا۔ غرض اسوقت لاہور مین بالکل یکطرفہ کارروائی ہورہی ہے۔ سرکاری گواہ گذر رہے ہین ممبران کمیشن بیشک اُنسے جرح کرتے ہین اور سرکاری پیروکار گورنمنٹ کی طرف سے معاملات صاف کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ مگر ملزمان پنجاب کو اپنی صفائی پیش کرنے کا کافی موقعہ نہین دیا گیا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ بحالت موجودہ بھی جو بیانات ہوئے ہین اونسے حکام وقت کی مطلق العنانی اور خودرائی بخوبی روشن ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جو الزامات کہ قایمقامان رعایا نے امپیریل کونسل مین عاید کئے تھے وہ ایسے بے بنیاد نہین ہین جیسے کہ صاحب چیف سکرٹری

گورنمنٹ پنجاب نے یقین دلانے کی کوشش کی تھی - پچھلے پرچہ مین ہم کمیشن کی ساخت پر نکتہ چینی کر چکے ہین - مگر مفصل کارروائی پڑھنے کے بعد ہم بڑی خوشی کے ساتھ تسلیم کرتے ہین کہ اکثر ممبران تحقیق حق مین بڑی سعی فرما رہے ہین - البتہ بعض یورپین حکام کا رویہ جنھون نے شہادت دی ہے ضرور قابل اعتراض ہے - بہرحال یہ ایک جزو معاملہ ہے جسکا غالباً موقعہ مناسب پر نوٹس لیا جائیگا - ہمکو امید ہے کہ کمیشن اہل پنجاب کے ساتھ پورا پورا انصاف کریگا - اور آئندہ ایسی زیادتیون کا مناسب تدارک بھی ہو سکے گا -

---

صلح جرمنی - آسٹریا اور اٹلی کے علاوہ اب بلغاریہ نے بھی صلحنامہ پر دستخط کر دئے ہین ترکی سے البتہ ابھی تک شرائط صلح طے ہونا باقی ہین - اور اسکی وجہ سے اسوقت ہندوستان مین بہت کچھ غلط فہمی بھی پیدا ہو رہی ہے - مگر اسکا ذکر کر دینے کے قبل ہمکو بعض بین الاقوامی حالات کو بھی مختصراً بیان کر دینا چاہئے - امریکہ مین صلحنامہ کے متعلق بہت کچھ رد و کد ہو رہی ہے اور امریکن سینیٹ نے جسقدر ترمیمات تجویز کی ہین اونکا مدعا یہی معلوم ہوتا ہے کہ امریکن لوگ لیگ آف نیشن کے معاملے مین اب فرانس اور انگلستان کا ساتھ دینے کو تیار نہین ہین - اور بعض انتظامات صلح کو بھی جو پریسیڈنٹ ولسن کی منظوری سے طے کیئے گئے تھے پسند نہین کرتے - اس رویہ نے بین الاقوامی حالت کو بہت ہی نازک بنا دیا ہے - گو یہ سچ ہے کہ فی الحال جنگ دوبارہ نہین چھڑ سکتی اور جہانتک فرانس و انگلستان کا تعلق ہے جرمنی اور آسٹریا سے قطعی صلح بھی ہو چکی ہے تاہم اتحاد سے امریکہ کی دست برداری کوئی معمولی نہین ہے اور آئندہ کے واقعات پر اسکا بہت ہی بڑا اثر پڑیگا - شرائط صلح کی جو اخلاقی وقعت اسوقت ہے وہ امریکہ کی کنارہ کشی پر باقی نہ رہیگی - اور امریکہ کی عدم شمولیت پر انجمن بین الاقوامی کو بھی وہ قوت حاصل نہ ہو سکیگی - جسکی دنیا کے امن و امان کے لئے ضرورت ہے - بحالت موجودہ بھی گو بین الاقوامی مزدور کانفرنس کا اجلاس امریکہ کی دار السلطنت مین منعقد ہوا ہے - لیکن سرکاری حیثیت سے امریکہ اسمین کوئی حصہ نہ لے سکا - بہرحال اسقدر مرحلے طے ہونے کے بعد اب اہل امریکہ کا پس و پیش کچھ بھلا نہین معلوم ہوتا - اور اس سے طرح طرح کی بین الاقوامی پیچیدگیان بڑھنے کے علاوہ کسی فریق

کے لئے اور کوئی مفید نتیجہ برآمد نہین ہوسکتا ہے۔ اتنا اچھا ہے کہ پریسیڈنٹ ولسن کا مزاج اب رُو بصحت ہے اور اُنھون نے صلحنامہ کے متعلق سینٹ پر اپنی راے بھی ظاہر کردی ہے۔ اس سے اُمید پڑتی ہے کہ کانگریس موقعہ کی نزاکت محسوس کرکے حسن تدبیر سے کام لیگی اور دنیا کے مُلکی انتظامات کے متعلق جو جو خوش آیند اُمیدین کہ صلح یوروپ سے وابستہ ہین وہ خاک مین نہ ملنے پائین گی۔

ترکی کے ساتھ صلح کا مسئلہ بہت نازک مسئلہ ہے۔ تمام روے زمین کے مسلمانون کی زبردست خواہش ہے کہ ترکی پولٹیکل حیثیت اور مذہبی وجاہت مین کسی قسم کا کوئی فرق نہ آنے پاسے۔ ہند کے مسلمان بھی اس معاملہ مین کسی سے پیچھے نہین ہین۔ اور ہندون کو بھی انکے جذبات سے پوری ہمدردی ہے۔ مسٹر لائڈ جارج وزیر اعظم کی سابقہ تقریرون مین بعض ایسے وعدے بھی کر چکے ہین جو اب پورے ہوتے نظر نہین آتے۔ اس سے انگلستان کی پوزیشن قدرتاً نہایت مشکل ہوگئی ہے۔ برٹش سلطنت مسلمانان عالم کی بہت بڑی تعداد کو گھیرے ہوئے ہے۔ دنیا کی کسی سلطنت مین اسقدر آبادی نہین ہے۔ ہندوستان مین مسلمان ہمیشہ رعایتی برتاؤ کے عادی رہے ہین۔ اسوقت وہ اپنی پولیٹکل اہمیت کو بہت کچھ ترکی کی عظمت سے وابستہ سمجھتے ہین۔ مذہبی حیثیت سے وہ سلطان معظم کو اپنا خلیفہ مانتے ہین۔ مگر یہ حیثیت اُسوقت تک قائم ہے جب تک مقامات مُقدس سلطنت عثمانیہ کے زیر نگین ہین۔ اسمین شک نہین کہ ترک مدبرین اتحاد یون کو اپنا دشمن بناکر بہت بڑی غلطی کے مرتکب ہوئے ہین۔ انکو اس جنگ مین کسیطرح جرمنی کا ساتھ دینا نہ چاہیے تھا۔ پھر مصیبت یہ ہے کہ ترکون نے عرب اور مسوپوٹامیہ وغیرہ کی رعایا کو اپنے برتاؤ سے بہت کچھ بددل کردیا ہے۔ اب ان ملکون کی رعایا خوشی سے ترکی کے ماتحت رہنا پسند نہین کرتی۔ ترکی کے معاملے مین صحیح راے قائم کرنے کے لئے ان سب امور کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ ہمکو ترکون کے ساتھ پوری ہمدردی ہے۔ ایک عظیم الشان ایشیائی سلطنت کا یہ زوال بہت ہی افسوسناک ہے۔ لیکن جو قوم سالہا سال سے اپنے تئین حکمرانی کے ناقابل ثابت کرچکی ہے اوسکو تمام ہندوستان کی ہمدردی بھی کیا فائدہ پہونچا سکتی ہے۔ بہرحال ہماری آرزو ہے کہ انگلستان اس بارے مین حتی المقدور مسلم جذبات کا پورا احترام کرے اور جہانتک ممکن ہو ترکی کو ایک اور موقعہ اپنی قابلیت

ثابت کرنے کا دے لیکن اگر خدانخواستہ ایسا نہ ہو سکا تو ہماری راے مین ہکو نہ گورنمنٹ برطانیہ سے برسر پیکار ہونے کی ضرورت ہے اور نہ اس بات کی حاجت ہے کہ ہم صلح کے جشن سے علیحدہ رہین جسکی تاریخین گورنمنٹ ہند نے ۱۳ لغایت ۱۶ دسمبر مقرر کی ہین -

---

جشن صلح

ہکو معلوم ہے کہ مہاتما گاندھی اسی بنا پر لوگون کو جشن صلح سے کنارہ کش رہنے کی صلاح دے رہے ہین کہ اس صلح مین ترکی کے ساتھ نا منصفی ہونیکا اندیشہ ہے - بعض مقامات پر اس بارے مین تجاویز بھی پاس ہوئی ہین - اور کئی میونسپلٹیون نے صلح کے متعلق کسی قسم کے جشن پر روپیہ صرف کرنے سے انکار کر دیا ہے - دہلی خلافت کانفرنس مین لوگون کو جشن سے علیحدہ رہنے کی تعلیم دینے کی غرض سے ایک مخالفانہ کمیٹی بھی قایم ہوگئی ہے - اسمین شک نہین ہے کہ اسوقت عوام کے دل برگشتہ ہو رہے ہین - واقعات پنجاب اور معاملات ترکی نے دلون کو زخمی کر رکھا ہے - موجودہ گورنمنٹ ہند بھی ہر دلعزیز گورنمنٹ نہین ہے مگر تمام دلشکن حالات کے باوجود ہم مسٹر گاندھی کی راے کی تائید نہین کر سکتے ہین - اور ملک کی اسی مین بہتری سمجھتے ہین کہ انکی راے کی عام طور پر تائید نہ کی جاے - مختلف ملکون کے ساتھ برطانیہ عظمی نے کیسے ہی تصفیئے کیون نہ کیئے ہون لیکن ہم ہندوستانی جنگ کے خاتمے پر خوش ہوئے بغیر نہین رہ سکتے ہین - در اصل ہندوستانیون کا برٹش سلطنت سے اب ایسا گہرا تعلق ہے کہ ہماری زندگی اور موت دونون اسکے ساتھ وابستہ ہین - جب ہندوستان برٹش ایمپائر کا ایک خاص رکن ہے تو ہکو انگلستان کی فتح کو ہندوستان کی فتح ماننے مین کیا عذر ہو سکتا ہے - عذر درکنار اس عظیم الشان فتح پر جو انگلستان اور اسکے اتحادیون کو حاصل ہوئی ہے - ہم کو ہر طرح سے خوش ہونا چاہئے - آخر گذشتہ چار سال سے ملک کی ہر ایک جماعت برابر فتح کی دعائین مانگ رہی ہے - کانگریس مسلم لیگ وغیرہ نے صدہا رزولیوشن اس مضمون کے پاس کیئے ہین - ملک نے جنگ کے سر کرنے مین پورا حصہ لیا ہے - ہر طرح کی قربانی کی ہے - پھر اب جب فضل ایزدی سے یہ فتح نصیب ہوئی ہے تو ہکو اسکے جشن سے علیحدہ رہنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے - ہم چاہتے ہین کہ ترکی کے ساتھ ہر طرح کی رعایت کی جاے

ہم خود قوم سے کس مپرسی کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں - ہمکو قدرتاً دوسروں کی مصیبت میں
پوری ہمدردی ہے - لیکن اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم سلطنت سے خواہ مخواہ لڑ پڑیں - اور
برٹش ایمپائر کے متعلق ہمارے جو فرائض ہیں اونکے ادا کرنے میں پس و پیش کریں -
یہ تو اسوقت جائز ہوسکتا ہے جب ہم برٹش حکومت کے دائرہ سے باہر ہونے کے حامی ہوں
ہم جانتے ہیں کہ ملک کا کوئی طبقہ اسکے لئے تیار نہیں ہے - آخر یہ بھی سوچنا چاہئے کہ اسی
فتح کی بدولت دُنیا میں کشت و خون کا بازار بند ہوا ہے - اور یہ خود ایک ایسا پہلو ہے جس پر
ہر انسان دوست شخص کو خوش ہونا چاہیئے - ہم جانتے ہیں کہ اظہار مسرت کے طریقے جداگانہ
ہوسکتے ہیں - اور ہماری رائے ہے کہ ملک کی موجودہ حالت دیکھتے ہوئے محض نمود و نمائش
کے کاموں پر زیادہ روپیہ صرف کرنا مناسب نہ ہوگا [illegible] روشنی اور آتشبازی سے زیادہ
ضروری غریبوں کو کھانا کھلانا اور کپڑا تقسیم کرنا ہے - بنگال گورنمنٹ نے اس بنا پر
عام طور پر روشنی کے پروگرام میں تخفیف کر دی ہے -

نئے سال سے زمانہ میں کئی جدید خصوصیات کا اضافہ ہوگا - ہم کوشش کر رہے ہیں کہ حجم میں اضافہ کے علاوہ اعلیٰ درجہ کی
رنگین تصاویر کا سلسلہ از سر نو شروع ہو اور مضامین میں بھی خاص ترقی نظر آئے - پارلیمنٹ نے ہندوستان کا پولیٹکل معیار حکومت
خود اختیاری زیر سایہ برطانیہ قرار دیدیا ہے اور عنقریب ہی ہمارے نظام حکومت میں غیر معمولی تبدیلیاں ہونیوالی ہیں جنکی وجہ سے
رعایا کی ذمہ داریوں میں غیر معمولی اضافہ ہوجائیگا - ایسی صورت میں ملک کو پولیٹکل تعلیم کی اب پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے - ہم
کوشش کر رہے ہیں کہ زمانہ بھی تا حد امکان اس تعلیم میں حصہ لے اور اسکے ہر نمبر میں ملکی مباحث پر خاص طور پر لکھے ہوئے دو ایک مضامین ہوں -
اسکے ساتھ ہی ہم ادبی مضامین کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہتے ہیں - مضمون نویسی پر خصوصیت توجہ دینے کا خیال ہے - منشی پریم چند
اور بعض دیگر فسانہ نگاروں کے بہترین فسانے زمانہ میں برابر شائع ہوتے رہینگے - شعر و سخن اور تاریخ ہند کے متعلق بھی کئی
خاص مضامین لکھوائے جا رہے ہیں - غرض جنوری سے زمانہ نئی آب و تاب سے شائع ہوگا - اور اگر ملک نے ہماری حوصلہ افزائی
کی تو آیندہ سال سے ہر نمبر میں ایک رنگین اور دو تین معمولی تصاویر زیب رسالہ ہوا کرینگی - یہ ضرور ہے کہ یہ انتظام مستقل طور پر اور ترقی
کے ساتھ قائم رہ سکتا ہے جب خریداروں کی فہرست میں کم سے کم ایکہزار جدید ناموں کا اضافہ ہو - ہم چاہتے ہیں کہ ہمکو قیمت میں اضافہ نہ کرنا پڑے ہمنے ابتک
اضافہ سے گریز کیا ہے لیکن اگر آیندہ سال بھی خریداروں میں کافی اضافہ نہوا تو ہمکو مجبوراً رسالہ کی قیمت بڑھا دینا پڑے گی
امید کہ ہمارے قدردان ہماری اعانت فرماکر رسالہ کو ترقی کا موقع دینگے -

---

آپ کا جسم
ایشور نے روز مرہ ادویات کا امتحان کرنے کے واسطے نہیں بنایا ہے
ایسا کرنے سے ممکن ہے کہ آپکو ایسا مہلک مرض ہوجاوے جس سے پیچھا چھوڑانا قریب قریب قطعی ناممکن
ہو۔ چنانچہ آپ کو مناسب ہے کہ ناممکنات پر یقین نہ کرکے ہمارے بیان سے ۲۶ سال کی آزمودہ
بنا الویان کی دوا سُدھا سندھو کو استعمال کیجئے۔ اس سے کف۔ کھانسی۔ ہیضہ۔ شول۔
سنگرہنی۔ امتیار۔ پیٹ کا درد قے ہونا۔ جی متلانا۔ اطفال کے ہرے پیلے دست
وغیرہ امراض۔ ایک ہی دن میں رفع ہو جاتے ہیں۔ یہ دوا خوش ذائقہ اور خوشبودار ہے
قیمت فی شیشی ۸ ر۔ محصولڈاک ایک سے تک ۳ ر پیکنگ معاف
بال سُدھا
اگر آپ کو اپنے بچوں کو کیم وشحیم اور تندرست بنانا اور روز مرہ کے مرضوں سے پیچھا چھوڑانا
ہو تو اس ذائقہ دار دوا کو منگا کر استعمال کرائیے۔ ایک شیشی ایک ماہ کے واسطے کافی
ہے۔ قیمت فی شیشی ۱۲ ر محصولڈاک ایک سے دو تک ۳ ر
درد گنج کیسری۔ یعنی داد کی دوا بلا جلن اور تکلیف کے داد کو جڑ سے کھونے
والی اگر کوئی دوا ہے تو یہی ہے۔ قیمت فی شیشی ۴ ر محصولڈاک ۱ ر
نئے سال کا کلینڈر تیار ہے کارڈ آنے پر مفت میں ارسال خدمت ہوتا ہے
ملنے کا پتہ
سکھ سنچارک کمپنی متھرا

باہتمام منشی دیا نرائن نگم نے پریس کانپور سے شایع ہوا

مرتبہ دیانراین نگم بی۔ اے

جلد ۳۳ | دسمبر ۱۹۱۹ء | نمبر ۲۰۱

فہرست مضامین

تصویر۔ آنریبل خان بہادر میاں محمد شفیع۔ کے۔ سی۔ آئی۔ ممبر تعلیم گورنمنٹ ہند

قیمت سالانہ للعہ

زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا

فی پرچہ آٹھ آنہ

پھیکت ابھر - سنسکرت کی بہترین نظم یعنی کالی داس کی نظم شکیہ دوت کا منظوم اردو ترجمہ جسمین مناظر فطرت نے دلکش نظارے دکھائے گئے ہین - فوٹو کی رنگین آٹھ قابل دید تصاویر کتاب کے ساتھ لگائی گئی ہین قیمت ۸ر

سنسکرت علم ادب - سنسکرت کی مختلف تصانیف کا ذکر مسلمانون نے اس زبان کی جسقدر کتابین ترجمہ کین اونکا حال - قیمت صرف ۴ر

افسانہ بنگال - بابو بسرتھ رام فیروزپوری اڈیٹر رسالہ ترجمان نے یہ مجموعہ آٹھ افسانون کا بنگالی زبان سے اردو مین ترجمہ کرکے شایع کیا ہے انمین سر رابندرناتھ ٹیگور وغیرہ کے سے نامور فضلا و اہل قلم کے لکھے ہوے ہین - قیمت بارہ آنے ۱۲ر

عشرتکدہ آفاق - مصنفہ مہاراجہ چندو لال شادان صاحب سابق وزیر اعظم حیدرآباد - قیمت ۸ر

کلیات شادان - دیوان راجہ سرکشن پرشاد سابق وزیر اعظم حیدرآباد قیمت دو روپیہ عہ

فلسفہ جنگ - ایک مشہور معروف روسی کے خیالات جنگ پر - قیمت چار آنہ ۴ر

کلام محروم - منشی تلوک چند محروم کی اخلاقی ادبی اور نیچرل نظمون کا مجموعہ - قیمت بارہ آنے ۱۲ر

کلیات دھرم - بھگوان بدھ کی سوانحعمری جسکو ڈاکٹر پال کاروس نے (امریکہ) نے لکھی تھی اور جسکا ترجمہ ڈاکٹر ستیوبرت لال ایم اے نے نہایت خوبی سے کیا ہے قیمت ۴ر

شرح دیوان غالب - حضرت موہانی کی لکھی ہوئی مشہور شرح دیوان غالب قیمت عہ

تاریخ تمدن - یعنی مسٹر ہنری ٹامس بکل کی مشہور تصنیف ہسٹری آف سویلیزیشن کا اردو ترجمہ فلسفہ تاریخ کی بہترین کتاب ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۴ر عہ

فلسفہ جذبات - علم النفس کے مضمون پر اردو مین بے مثل کتاب ہے - معیشت کامل کے جتنے عناصر و شعبہ جات ہین - سب کے لئے اس علم کی تحصیل لازمی ہے - ہر راہ ہستی کے نکشاف مین اس سے مدد ملتی ہے قیمت ایک روپیہ - عہ

القمر - جیسا کہ اسکے نام سے ظاہر ہے - چاند کی حقیقت و ماہیت پر علم ہیئت و ریاضی کی رو سے بحث کی گئی ہے - قیمت صرف آٹھ آنے ۸ر

مشاہیر یونان و روما - جسمین یونان و روما کے دونون مدبرین کے سوانحی حالات اور اونکے بیش بہا خیالات درج کرکے ازراہ تبصرہ ایک دوسرے سے مقابلہ کرکے دکھایا گیا ہے - یورپ مین یہ کتاب اس درجہ حکمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے کہ بڑے بڑے فلسفی و اہل فن اس سے استفادہ کرنے پر فخر و ناز کرتے ہین قیمت عہ

البیرونی - جسمین مسٹر سید حسن برنی بی - اے (علیگ) نے بڑی کوشش و جستجو سے علامہ ابوریحان کی سوانحعمری مرتب کرکے اہل ملک کو کتاب الہند کے مصنف کی زندگی سے آشنا کر دیا ہے - مجلد قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ عہ

دریای لطافت - سید انشاء اللہ خان اور مرزا قتیل کی تحریر کسی تعریف کی محتاج نہین - یہ کتاب انھین باکمال اوستادان فن کی جانکاہی کا نتیجہ ہے قیمت ایک روپیہ چار آنہ ۴ر عہ

طبقات الارض - مولفہ جناب مرزا مہدی خان صاحب کوکب اس کتاب مین علم طبقات الارض کے بنیادی اصول اور اسکے اجزا نہایت شرح و بسط کے ساتھ درج کیے گئے ہین - قیمت سوا روپیہ - عہ

مقدمات الطبیعات - مولفہ مرزا مہدی خان صاحب کوکب - یہ لاجواب تالیف جو اردو زبان مین اپنی صنعت کی پہلی کتاب ہے - اسکو وہ حضرات جو اردو مین اعلیٰ درجے کا مطالعہ کرنا چاہتے ہین - ضرور اس سے مستفید ہون - قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ - عہ

علم المعیشت - یعنی اصول اکنامکس یا پولیٹکل اکانومی (اقتصادیات) ہمارے زبان مین سب سے پہلی اور مستند کتاب اقتصادیات کی واقفیت یون تو ہر صورت مین نہایت ضروری اور کارآمد ہے مگر مفلس و درماندہ قوم و ملک کے باشندون کے واسطے دنیا کے تمام علوم سے زیادہ اسی کا مطالعہ لازمی اور سودمند ہوگا - قیمت مجلد تین روپیہ آٹھ آنہ سے ۴ر

فلسفہ اجتماع - فلسفہ جذبات مین جبان افراد انسانی کی نفسانی ادراک اور اسکے زیر اثر جو افعال سرزد ہوتے ہین اسنے نہایت خوبی سے بحث کی گئی ہے قیمت عہ

اُردو کا نیا قاعدہ - انجمن ترقی اردو کی طرف سے ایک کمیٹی بدین غرض منعقد ہوئی تھی کہ موجودہ قاعدون مین جو نقائص ہین اونکو دور کرکے ایک قاعدہ مرتب کیا جاوے - یہ قاعدہ اس کمیٹی کا ترتیب دیا ہوا ہے - قیمت صرف دو آنے ۲/

کلید قاعدہ - مندرجہ بالا قاعدہ کی توضیح اسمین کی گئی ہے قیمت چار آنے ۴/

مضامین فارسی - قاری سرفراز حسین صاحب عزمی دہلوی کے علمی ادبی مذہبی معاشرتی اور قومی مضامین کا مجموعہ قیمت غیر مجلد عہ مجلد عہ

الفاروق - علامہ شبلی کی مورخانہ انشا پردازی کا معجزہ یعنے حضرت فاروق اعظم کی مفصل سوانحعمری قیمت دو روپیہ عہ

مضامین عالمگیر - عالمگیر پر جو اعتراضات کیے گئے ہین اونکی نہایت خوبی سے علامہ شبلی نے تردید کی ہے قسم اول عہ قسم دوم ١٢/

عروس سخن - ہندوستان کے مشاہیر شعرا کے کلام کا مجموعہ قیمت تین آنہ - ۳/

تجرد از دواج - تجرد ازدواج پر نہایت مدلل بحث کی گئی ہے قیمت ۸/

حیات نظامی - مولانا نظامی گنجوی مصنف سکندر نامہ کے حالات زندگی قیمت ۴/

جمیل و بثینہ - عرب کی سرزمین پر حسن و عشق کی چمن بندی دیکھنا ہو تو مولوی جواد علی خان جیسے ادیب کا پر لطف فسانہ دیکھیے قیمت ۲/

نا و لچاے - قاری سرفراز حسین عزمی دہلوی کے تین اخلاقی ناولون یعنی شاہد رعنا - سعید - سعادت کا مجموعہ ہے ہر ایک ناول کا سرایا - دہلی کی شستہ زبان - راز و نیاز کی باتین اور اس پر اخلاقی سبق ان سب کا اندازہ اس مجموعہ کے پڑھنے سے ہو سکتا ہے قیمت غیر مجلد عہ مجلد عہ

تذکرہ حزین - شیخ علی حزین مشہور فارسی شاعر کے سوانح - قیمت چار آنے ۴/

زود پشیمان - مسٹر عبد الماجد مصنف فلسفہ جذبات وغیرہ کا بے نظیر ڈراما - جسکا حصہ نظم بھی تمامتر او نہین کی فکر کا نتیجہ ہے - قیمت ۸/

مجموعہ کلام شبلی - مولانا شبلی کی اردو نظمون کا قابل قدر مجموعہ قیمت ١٢/

شعر العجم - مولانا شبلی نے یہ فارسی شاعری کی تاریخ نہایت لاجواب لکھی ہے - اسکی مقبولیت کی اس سے بڑھکر کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ مختلف یونیورسٹیون کے نصاب تعلیم مین اسکی جلدین داخل ہوئین - قیمت جلد اول سے جلد دوم عہ جلد سوم عہ جلد چہارم عہ جلد پنجم

کنول - منشی شفیع احمد خان تیر فریدآبادی کا قابل دید پر درد اور عبرت انگیز ناول جسکا حصہ اول عرصہ گزرا شائع ہو کر مقبول ہو چکا ہے اب مکمل ناول شائع کیا گیا ہے قیمت عہ

میگزن اور لوسی - منشی احمد علی شوق قدوائی کا ایک پر لطف ڈراما - قیمت صرف دو آنے ۲/

مصنوعی شوہر - انقلاب ایران کا ایک دلچسپ واقعہ ڈرامے کے لباس مین قیمت ۲/

اتفاقات زمانہ اور مساوات - یہ دونون افسانے سلطان حیدر صاحب جوش کی بیمثال ادبی قابلیت کا نمونہ ہین - قیمت ہر ایک کی ایک آنہ - ١/

شوکیہ اور دو مظلوم بہنین - حضرت حیدر بھوپالی کے دو لطیف افسانے قابل دید - قیمت ١/

تاریخ ہند کی کہانیان - کہانی کے پیرایہ مین تاریخی واقعات و حالات - مصنفہ سید نصیر الدین حیدر تیموریہ - زبان دہلی کے قلعہ معلی کی اور طرز تحریر ایسا دلکش ہے کہ بچے آپ اکتا نہین سکتے - ۴/

اساس التعلیم - ہندوستان مین تعلیم اور خصوصاً چھوٹے بچون کی تعلیم کا مسئلہ نہایت اہم ہے کیونکہ آیندہ ملک کی فلاح و بہبود کا انحصار انہین پر ہے منشی عبد الحق بی اے ایل ایل بی مصنف لکھنؤ نے اس کتاب مین ان قومون کے تعلیمی طریقون اور انتظامات سے بحث کی ہے جو آج مسلمہ طور پر دنیا بھر مین اپنی طاقت و قوت مین شائستگی کے علمبردار ہین اس کتاب سے ہر ہندوستانی کو فائدہ اوٹھانا چاہیے - قیمت عہ

عورتونکی انشا - بیگم صفدر علی صاحب جو طبقہ نسوان
مین اپنی ادبی قابلیتون کے لحاظ سے ایک ممتاز درجہ رکھتی
ہین - یہ کتاب اونھون نے خط و کتابت مین رہنمائی کے لئے
اپنی صنف کی ضرورتون اور حالات کو پیش نظر رکھکر لکھی
ہے اور نہایت درجہ قدر کے قابل ہے - قیمت ایکروپیہ عہ

اسرار رنگون - دلچسپ افسانہ کے پیرایہ مین رنگون
کے مختلف اللون اور مختلف النسل
باشندون کے معاشرتی حالات کا مرقع پیش کیا گیا ہے -
زبان نہایت شیرین اور طرز ادا نہایت بے تکلفانہ قیمت عہ

تاج ونشان - المعروف بہ تاج الملوک - دو جلد کامل
دنیا بھر کی سلطنتون اور ریاستون
وغیرہ کے تاج ونشان - قومی معرکے - پھریرے - مونوگرام
وغیرہ کی اصلی ہیئت و تصویر معہ انکی رنگتون کے دکھائی گئی - عہ

دستار و کلاہ تمام دنیا کی مختلف قسم کی پگڑی - ٹوپی
کنٹوپ - خود - شملہ - دکھنی پگڑیان -
پارسیون کی متفرق ٹوپیان - لڑکون لڑکیون اور لیڈیان
کی مختلف اوقات کی ٹوپیان - ان سب کے حالات و تصویرین
قیمت صرف آٹھ آنے ۸/

عدد التاریخ ابجد کے حساب سے تاریخ نکالنے کے فن
مین بے مثل کتاب ہے نمبر ۱ سے لیکر ۲۰۰۰ نمبر
تک ہر نمبر کے مقابلہ مین اتنے ہی عدد کے نام الفاظ فقرے
محاورات ضرب المثل - آیات - حدیث وغیرہ لاکھون اور
بعض جگہ مصرعے دئے گئے ہین اور وہ بھی اس کثرت سے
کہ پڑھنے والون کو حیرت ہوتی ہے - تاریخی نام نکالنے والون
اور تاریخی کلام کہنے والون کے لئے اس سے بہتر کوئی اور
کتاب کارآمد نہین ہوسکتی - قیمت ایکروپیہ آٹھ آنہ عہ

تاریخ اودھ چار جلدون مین نواب برہان الملک
سعادت علی خان کے عہد سے واجد
علی شاہ تک کی معزولی کے مفصل حالات درج ہین
نایاب کتب سے یہ جامع تاریخ مرتب کی گئی ہے - نونہ کسرت سب
بلحاظ حسن صوری و معنوی بے مثل ہے اور موجودہ زمانہ کی
قابل قدر تصنیف ہے قیمت فی جلد عہ مکمل ہر چہار جلد سے
ملخص تاریخ اس کتاب مین گورنمنٹ کا کوئی قاعدہ وغیرہ

جمع کیا گیا ہے اور تعجب خیز تاریخین تاریخ کے دائرے اور
نقشے لگائے گئے ہین - غرض تاریخگوئی کی تمام باتین اسمین
موجود ہین - قیمت ایک روپیہ عہ

مرقع کالج - علیگڈھ کالج مسلمانون کے واحد قومی
کالج کی اندرونی زندگی طلبا کی خوش فکریان
اساتذہ کی شفقت پاشیان - انفرادی و اجتماعی اثرات معاشرت
غرضکہ ایک مختصر دنیا کی سیر اس رسالہ کے ذریعہ آسان ہو گئی
ہے - قیمت بارہ آنے ۱۲/

گنج شائگان - معروف بہ ٹکسال قدیم شاہان ایران
سے لیکر آجتک کے دنیا بھر کے
ملکون کے سکون کی دونون رخون کی اصلی تصویر حال
وزن - ماہیت اور ایک مبسوط فہرست سلاطین ہند و ستان
و جلال الدین اکبر کے سکون کی دی گئی ہے - دو جلد قیمت
دو روپیہ عہ

سوانحعمری مہاراجہ نارائن پرشاد اندر بہادر سابق
پیشکار دولت آصفیہ کے حالات اور
راجہ کشن پرشاد بہادر کے حالات نہایت شرح و بسط کے
ساتھ بیان کیے گئے ہین و نیز سلطنت حیدرآباد اور بعض
امرائے سلطنت کے حالات بھی لکھے گئے ہین قیمت عہ

خذ ما صفا - نواب حاجی محمد اسمٰعیل خان صاحب رئیس
دتاولی نے نہایت عمدگی سے مختلف اخبارونکا
سے اعلیٰ درجہ کے مضامین کا انتخاب کرکے خذ ما صفا کے
نام سے شائع فرمایا ہے - اسکے مضامین قابل دید ہین قیمت عہ

قصائد عزیز - مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنو
سے کون واقف نہین کلام جس پایہ کا ہے وہ
اظہر من الشمس ہے - قیمت عہ

افسانہ خرد افروز - قیمت دو آنے ۲/

لطائف الظرفا - ڈیڑھ سو سے زائد نہایت چیدہ
لطائف درج ہین قیمت ۲/

النسان - علم خواص الاعضا کے ابتدائی مسائل
سلیس عام فہم زبان مین قیمت ۸/

حقائق اسلام - اسلامی مسائل کی فلسفیانہ و عقلی تشریح ۸/

نفائس التواریخ یعنی تذکرہ حکماے یونان و فارس و عرب و ہند وغیرہ۔ قیمت چار آنہ ۴ر

داتا گنج بخش حضرت علی مخدوم صاحب کی سوانحعمری نہایت شرح وبسط کے ساتھ لکھی گئی ہے قیمت ۱۰ار

تہذیب اسلام فلسفہ یورپ کی تحقیقات موجودہ تمدن وسائنس جدید وکے انکشافات کو اسلام کے مسائل کے ساتھ نہایت خوبی سے تطبیق دیگئی ہے قیمت ۸ر

آئینہ خود شناسی ۔ تصوف کی بےنظیر اور لاجواب کتاب خداشناس ورخداترس کی رہبر ۸ر

شریعت و طریقت ۔ شریعت و طریقت کے متعلق جو غلط بیانیان آجکل پھیلی ہوئی ہین اونکو اس رسالہ مین نہایت خوبی سے رفع کیا گیا ہے اور عقلی و نقلی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ شریعت و طریقت مین کوئی تناقض نہین قیمت صرف ۴ر

وجدانی نشتر ۔ اہل اللہ کے لیے راز ونیاز سوز و ساز وسکون واضطراب وحال و قال اور وصال کا ایک لازوال خزانہ قیمت ایکروپیہ عہ ر

برکات سلطانی نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ فرمانرواے بھوپال کے مختصر حالات مع تذکرہ تصانیف قیمت چھ آنے۔ ۶ر

میلاد النبی ۔ سرور کائنات فخر موجودات حضرت رسول کریم صلعم کے حالات زندگی نہایت خوبی سے بیان کیے گئے ہین۔ قیمت بارہ آنے۔ ۱۲ر

تاریخی جوہر ۔ شبلی۔ اقبال اور اطہر دہلوی کی تاریخی نظمون کا ایک قابل دید مجموعہ ۳ر

جذبات مسلم ۔ ۲۸ مشہور دلگداز قومی نظمون کا مجموعہ جسمین علامۂ شبلی ڈاکٹر اقبال اور ملک کے دوسرے شعرا کی مقبول عام نظمین جمع کی گئی ہین قیمت عہ ر

نالۂ موزون ۔ مذہبی اخلاقی قومی نظمون و غزلون کا نہایت اچھا مجموعہ ہے قیمت ۹ر

عذر شکوہ ۔ نہایت خوبی سے پیرزادہ محمد عبدالعزیز صاحب عزیز نے لکھا ہے۔ قیمت ایک آنہ ۱ر

قیصر جرمنی کے کارنامے ۔ حیرت خیز واقعات حیرت انگیز انکشافات و پراسرار حالات قیمت دو آنے ۲ر

انقلاب الامم ۔ موسیو لیبان مصنف تمدن عرب کی اس مشہور تصنیف کا دلچسپ اور فصیح ترجمہ جسمین قومونکی ترقی و تنزل کے اسباب یورپ کے تمدن کے زوال کی پیشینگوئی اور دنیا کی تمام قومون کے خصائص طبعی کا ذکر ہے اور جو اوس کی تمام تصنیفات کا خلاصہ اور عطر ہے مع مقدمہ قیمت ۸ر

حیات حالی ۔ شمس العلما خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم کے حالات زندگی قیمت ۶ر

داغ دہلوی کے حالات زندگی اور آنکی شاعری پر تنقیدی نظر۔ قیمت چھ آنے۔ ۶ر

قصہ مہرافروز ۔ ایک انوکھا اور دلچسپ قصہ خاص قلعہ معلی کی بیگماتی زبان مین قیمت ۸ر

مکالمات برکلے ۔ برکلے کے ڈائلاگس کا ترجمہ قیمت قیمت عہ

تحفۂ سائنس ۔ پروفیسر فیروز الدین مراد ایم اے ایس سی کے سائنٹفک مضامین کا مجموعہ قیمت عہ ر

علمی کہانیان ۔ مختلف علمی اصول کو کہانیون اور مکالمون مین بیان کیا گیا ہے قیمت ۸ر

آئینۂ جنگ ۔ جنگ یوروپ کی مفصل اور مبسوط قابل دید تاریخ۔ قیمت ۱۰ار

اتالیق بی بی ۔ شوہرون پر عورتون کی بہت سی نکتہ چینیون اور بیجا شکایتون کا بہت ہی اچھا خاکا کھینچا ہے۔ قیمت آٹھ آنے ۸ر

خانخانان نامہ ۔ یعنی سوانحعمری خانخانان۔ قیمت چار آنے۔ ۴ر

فضلاے ہند ۔ یعنی حالات مستند مصنفان علم سنسکرت ۱ر

منظوم دل آرام ۔ قیمت چار آنے۔ ۴ر

تضمین بے بہا ۔ قیمت دو آنے ۲ر

نوشیروان نامہ یعنی سوانحعمری عادل بادشاہ ایران قیمت چار آنہ۔ ۴ر

رسالہ میزان عدالت قیمت چھ آنے۔ ۶ر

دیوان اختر ۔ لاجواب غزلون کا مجموعہ قیمت۔ ۸ر

بھگت مال منظوم ۔ قیمت ایک روپیہ۔ عہ ر

دیوان بہجت ۔ قیمت آٹھ آنے۔ ۸ر

ملکی راہنماؤں کی عکسی تصاویر

لیڈران و حکام کی ہاف ٹون تصاویر جنکو عام پسندیدگی کا فخر حاصل ہو چکا ہے سیاہ فی عدد ایک آنہ اور رنگین فی عدد دو آنہ ہر قیمت ہے

لیڈران قوم و خیر خواہان ہند

مسٹر تلک
مسٹر گماپرڈے
ڈاکٹر راش بہاری گھوش
جسٹس امیر علی
راجہ رام موہن رائے
[illegible]
مسٹر گوکھلے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
نواب سید محمد صاحب
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
مسٹر آغا خان
ایشور چندر ودیا ساگر
مسز اینی بیسنٹ
مسٹر ہیوم
[illegible] سر سید احمد خان
[illegible]
[illegible]
راجہ جہانگیر آباد
سوامی وویکانند

لالہ لاجپت رائے
مسٹر مدھولکر
لالہ بالمکند گپتا
بیگم بھوپال
سوامی رام تیرتھ
جسٹس راناڈے
آنریبل بابو گنگا پرشاد ورما
مسٹر ایس پی سنہا
مسٹر مظہر الحق

مہاراجگان و حکام ہند

کشمیر
حیدرآباد دکن
جوناگڑھ
بڑودہ
میسور
[illegible]
[illegible]
رامپور
دربھنگہ
اودے پور
اندور
کوچ بہار
پٹیالہ
بنارس
بہاولپور
جودھپور
ملکہ الگزنڈرا

لارڈ منٹو
ملکہ میری
لارڈ ہارڈنگ
لارڈ مارلے
حضور ملک معظم کے بچے
لیڈی ہارڈنگ

والیان یورپ و ایشیا

قیصر جرمنی
آسٹریا
شاہ جاپان
اٹلی
سینٹ پاٹ سین
سرویا
امیر کابل
بلجیم
پولین
روس

مشاہیر ادبی

میر انیس
حضرت عارف
مولوی عزیز مرزا
شیخ سعدی
حضرت سرور
ناتھ ٹاگور

فن تصویر

شب تاریک
بسنت رت
ماہ پوس
ایک مسیح قیدی
حضرت مریم اور مسیح
لالہ رخ
وقت نزع
غسل کی تیاری
عروس نو
اوما کی پوجا
نلدمن
رادھا کرشن جی کے
انتظار میں
سیتا اشوک بن میں
رام بن باس
چیر ہرن
واسدیو کی رہائی
شکنتلا خاوند کو خط
لکھتی ہے
بھرت شیروں کے
ساتھ کھیلتا ہے۔
پیام رکمنی
تارا
سیتا ساوتری
گنگا اور بھیشم
راجہ کا ملاپ

تاریخی تصاویر

اکبر
اکبر بیرم خان کے
لڑکے کو گود میں لیتا ہے
اورنگ زیب کا دربار
راجہ مان سنگھ
محاصرہ چتور
سیواجی مہاراج
ٹیپو سلطان
بیربر
دارا کا سر اورنگ زیب
کے سامنے پیش ہوتا ہے
مادھوراؤ پیشوا کا دربار
مہاراجہ رنجیت سنگھ
شاہجہان کا آخری وقت
عہد مغلیہ کا ایک تصویر
اکبر چیتے کا شکار کرتا ہے
رانا پرتاب سنگھ
شاہزادہ سلیم کی پیدائش
شاہ فارس کے دربار
میں ایک ایلچی کی پیشی
پرتھی راج
اورنگ زیب ہاتھی
سے مقابلہ کرتا ہے
شاہجہان کا
دربار
امیر جعفر

عمارتی تصاویر

اودے پور کا جل مندر
چتور کا عام نظارہ
قطب صاحب کی لاٹھ
روضہ تاج محل آگرہ
ٹاٹا انسٹیٹیوٹ
نمائش الہ آباد
موتی مسجد

متفرقات

سیواجی اور اوسکا
گرو رامداس۔
مہاتما بدھ
ہندوستان کی مہا دیویاں
(جو فرنگیوں سے ہوئی تھیں)
ہندوستانی (جنکو ہانگ
کانگ میں امریکہ جانے سے
روک لیا تھا)
جنرل نوگی۔
سکھوں کی شدھی
سیالکوٹ میں۔
مکان جہاں سوامی
دیانند سرسوتی پڑھتے تھے
لارڈ ہارڈنگ پر بمب
[illegible]
وزیر ہند مسٹر مالویہ کیساتھ
ہندو یونیورسٹی کی جگہ دیکھ
رہے ہیں

ملنے کا پتہ۔ منیجر زمانہ بک ایجنسی کانپور

زمانہ

جلد ۳۳ دسمبر ۱۹۱۹ء نمبر ۲۰۱

نظم و نسق برطانیہ

بیسوین صدی مین مختلف ممالک کے طرز حکومت مین جو تبدیلیان ہوئین ہین اور ہو رہی ہین
اُس سے ایک خاص نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اس سے پیشتر دُنیا مین کبھی اس رنگ پر خیالات کی ایسی یگانگت نہ تھی
بیشک گذشتہ زمانہ مین شخصی حکومت کا دور دورہ تھا اور ہر ایک ملک و قوم نے گذشتہ صدیون مین شخصی طرز
حکومت سے جمہوریت کیطرف کچھ نہ کچھ ترقی کی ہے۔ لیکن بیسوین صدی اور گذشتہ چند صدیون مین ایک
خاص امتیاز ہے۔ جب اکثر ممالک جمہوریت کی طرف رجوع ہو رہے تھے دیگر ممالک صرف یہی نہین کہ
اس جدید روشنی سے محروم ہون بلکہ انکی آنکھین جمہوریت کی تیز شعاعون کی تاب نہ لا سکتی تھین
مشرق اور مغرب مین زمین و آسمان کا فرق تھا۔ جب انگلستان اسبات سے تنگ آچکا تھا کہ ایک
شخص کے محض پیدایشی اعزاز کی وجہ سے اس کے خواہ اوصاف حکمرانی کے قابل ہون یا نہون تمام
ملک کی قسمت اُسکے سُپرد ہو جائے اُسوقت اکثر اقوام مین یہ خیال کرنا کہ انتظام مملکت مین رعایا کو
بھی دخل دینے کا استحقاق ہے بجز کفر کے کچھ نہ تھا۔ وہی قانون تھا جو بادشاہ کے مُنہ سے نکلے۔ بادشاہ
کے افعال خدا کی مرضی سے منسوب کیے جاتے تھے۔ گذشتہ چند صدیون کی یہی کیفیت رہی۔ مگر

بیسوین صدی کا رنگ ہی نرالا ہے۔ آج کوئی قوم دنیا مین ایسی نہین ہے جو جمہوریت کے عشق مین بے قرار اور شخصی حکومت سے بیزار نہو۔ مشرق سے مغرب تک جسکو دیکھا اِسی کا شیدا دیکھا خواہ چین مین جائیے جہان چند سال پیشتر ایفون کی پینک ہی بہترین نعمت تھی۔ خواہ ٹرکی کی سیر کیجیے جہان رعایا احکام سلطانی کو رضائے الٰہی سمجھتی تھی یا جرمنی کیطرف نظر کیجیے جہان باوجود مغربی تہذیب کے قیصر اپنے آپکو پیغمبر خدا تبلا کر اپنے احکامات مین کسیکو رائے زنی کرنیکا اختیار ندیتا تھا۔ خواہ روس کیطرف غور کیجیے جہان سالہاسال کے جبر و ظلم سے رعایا پریشان ہوکر زار کی مدد کرنے سے گریز کرتی تھی۔ غرض ہر ملک و قوم نے بیسوین صدی مین ایک عجیب پلٹا کھایا۔ بہت سے ایسے ممالک تھے جن مین جمہوریت کی تحریک ایک عرصے سے ہے لیکن جتنے باقی تھے موجودہ جنگ یورپ نے اُن کا بھی مزاج درست کر دیئے۔ چین اپنی غفلت سے بیدار ہوا اور رعایا اپنے ہاتھون مین حکومت لے رہی ہے۔ جرمنی اپنا پبلک قائم ہو رہی ہے۔ روس اور ٹرکی بھی نیا لباس اختیار کر رہے ہین۔ خود انگلستان نے عورتون کو حکومت مین ایک خاص حصہ دے دیا۔ گو زمانہ حال کی روش دیکھتے ہوے یہ ایک تعجب خیز امر ہے کہ انگلستان ایسے ملک نے جسنے کہ جمہوریت کے راستہ مین چراغ ہدایت دکھلایا ہو فرقہ اناث کے حقوق تسلیم کرنے مین اِسقدر توقف و تامل سے کام لیا۔ لیکن اہل انگلینڈ کے لیئے یہ کوئی نئی بات نہین ہے۔ جتنے حقوق اُنھون نے حاصل کیئے سب بے انتہا جد و جہد کے بعد۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ہندوستانیون کو حقوق عطا کرنے مین اِسقدر تامل ہے کہ اُنھون نے اپنی جد و جہد مین انگلینڈ کی تقلید نہین کی۔ اہل ہند نے اپنے ایجیٹیشن کو اس حد اور اس بلندی تک نہین پہونچایا جو انگلینڈ کا زاویہ نظر ہے۔

آج اہل انگلینڈ کو نظام مملکت مین اختیار کامل ہے۔ جو اقتدار رائے عامہ کو انگلینڈ مین حاصل ہے اس سے زیادہ کا گمان بھی نہین کیا جا سکتا۔ مگر یہ اُنکی صدہا سال کی کوششون کا نتیجہ ہے۔ آغاز چودھوین صدی مین اڈورڈ سوم نے شاہ انگلستان پر اس قانون کی پابندی لازمی قرار دی تھی کہ ہر سال پارلیمنٹ مجتمع کیجائے اور رعایا نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ان تین اصولون کو جزو حکومت قرار دیا جائے۔

اول یہ کہ پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر رعایا سے ٹیکس نہ وصول کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ کوئی قانون قابل نفاذ نہیں ہو سکتا جب تک دارالامرا ہی نہیں بلکہ دارالعوام بھی اسکو منظور نہ کرلے۔

سوم یہ کہ وزراء سلطنت کے افعال پر نکتہ چینی اور اُنکے نقائص پر لعنت ملامت کرنے کا استحقاق ممبران ہاؤس آف کامنز کو حاصل ہے۔

گو ان اصولوں پر عرصہ تک عمل نہوا لیکن ممبران ہاؤس آف کامنز اپنے حقوق پر زور دیتے رہنے اور نظم و نسق میں بیجا دخل دیتے رہے۔ چارلس اول نے ہاؤس آف کامنز کے ممبران کی دریدہ دہنی سے تنگ آکر پارلیمنٹ کا مجتمع کرنا چھوڑ دیا اور گیارہ برس پارلیمنٹ کا کوئی اجلاس نہوا۔ آخرکار ۱۶۴۰ء میں پارلیمنٹ بیٹھی جو LONG PARLIAMENT لانگ پارلیمنٹ یعنی طولانی پارلیمنٹ کے نام سے منسوب کیجاتی ہے اسوجہ سے کہ یہ پارلیمنٹ بہت عرصہ تک قائم رہی اُسوقت تک وزرائے سلطنت اپنے افعال کے لیے شاہ انگلستان کے جوابدہ تھے اور رعایا کو سوائے اُسکے کہ اُنکی غلطی کے لیے اُنپر مقدمہ قائم کراکے باقاعدہ تحقیقات کرائیں اور کوئی چارہ نہ تھا۔ یہ طریقہ نہایت تکلیف دہ تھا۔ پارلیمنٹ نے شاہ چارلس اول سے یہ مطالبہ کیا کہ وزرائے سلطنت اُن لوگوں میں سے منتخب کیے جائیں جنپر رعایا کو پورا پورا بھروسہ ہو۔ یعنی وزرائے سلطنت کی ذمہ داری شاہ انگلستان کی طرف سے کسیقدر رعایا کیطرف منتقل کیجائے۔ اِس ذمہ داری کا رخ تبدیل کرنیکے لیے جو کوششیں انگلستان میں کیگئیں اور جو طریقے استعمال کیے گئے اُن کے خوفناک نتائج سے تواریخ کے صفحات خون کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں چارلس اول کا قید ہونا اور اُنکی زندگی کا خاتمہ اسی جد و جہد میں ہوا تھا اسکے بعد اکتالیس ممبروں کی ایک کونسل آف اسٹیٹ بنائی گئی جسنے کچھ عرصہ تک نہایت جانفشانی اور ہوشیاری سے انتظام سلطنت انجام دیا۔ لیکن ۱۶۵۳ء میں کرامویل نے اپنے آپ کو فوج کا افسر بناکر کونسل آف اسٹیٹ کا خاتمہ کردیا اور حکومت کی باگ اپنے ہاتھوں میں لے لی مگر یہ حالت بھی زیادہ قائم نہ رہی۔ کرامویل کا انتقال ۱۶۵۸ء میں ہوجانے سے کچھ عرصہ تک ملک میں بدنظمی و بےچینی کا عالم بپا رہا۔ آخرکار چارلس دوم

پھر تخت نشین کیے گئے اور ۱۶۶۰ء مین شاہی خاندان کی حکومت دوبارہ شروع ہوئی
چارلس دوم کے زمانہ مین ممبران ہاؤس آف کامنز اور شاہ انگلستان کی کشمکش پھر شروع
جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۶۸۸ء مین ایک عظیم انقلاب واقع ہوگیا۔

۱۶۸۸ء کے پیشتر گورنمنٹ انگلستان جو شاہ معظم کے دست قدرت مین
نظام سلطنت اُن وزرا اور مشیرون کے صلاح و مشورہ سے ہوتا تھا جن کی تقرری شا
کرتے تھے اور جو شاہ انگلستان ہی کے سامنے جوابدہ تھے۔ پارلیمنٹ کو وزرا کی
مین کوئی دخل نہ تھا اور نہ پارلیمنٹ کو گورنمنٹ کے افعال پر کوئی قابو تھا سوا
کہ کسی خاص شکایت پر شاہ انگلستان کے سامنے عرضداشت پیش کرین۔ ۱۶۸۸ء
سے طرز حکومت مین ایک عظیم تغیر پیدا ہوگیا۔ مرکز حکومت عملی طور پر شاہ انگلس
ہاؤس آف کامنز کیجانب منتقل ہوگیا۔ اور وزرا کے انتخاب پر ہاؤس آف کامنز
خاص طور پر قابل وقعت مانی جانے لگی۔

جس اصول پر زمانہ موجودہ مین حکومت رائج ہے اور جسکی بنا
ذمہ دار حکومت کہتے ہین وہ یہ ہے کہ جس فریق کی کثرت پارلیمنٹ مین ہو اُس فرد
وزیر اعظم منتخب کیا جائے اور وزیر اعظم اپنی مرضی کے مطابق دیگر وزرا کا انتخاب کرکے
کے سامنے تقرری کے لیے پیش کرے اِن تمام وزراے سلطنت کی ذمہ داری پارلیمنٹ
یعنی اگر پارلیمنٹ وزارت پر اعتبار نہ کرے تو فورًا وزارت موقوف کیجائے۔ اس قسم
پہلی مرتبہ ولیم سوم نے اپنے عہد حکومت مین قائم کی تھی۔ گورنمنٹ مین اُن وزرا
جن کی تائید مین ہاؤس آف کامنز کی کثرت راے تھی۔ اس طور پر ہاؤس آف کا
گورنمنٹ متفق الراے ہوگئے اور ایک قدیم کشمکش کا خاتمہ ہوگیا مگر اس زمانہ مین
وزراے سلطنت بادشاہ کے سامنے جوابدہ تھے نہ کہ رعایا کیطرف اور حکومت کی
کے اختیار مین تھی۔ اِسکا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وزرا کا درمیانی اختلاف کوئی اثر نہ رکھ
وزیر سلطنت اپنے اپنے محکمہ کا حاکم اور اپنے اپنے فعل کا ذمہ دار تھا جسقدر زمانہ
بادشاہ کیجانب سے رعایا کیطرف منتقل ہوتا گیا وزرا کی ذمہ داری رعایا کی طرف بڑھتی

اسیقدر وزارت کی اندرونی یک جہتی اور اتفاق ضروری سمجھا گیا۔ کیونکہ حکومت کی پالیسی جدید اصول حکومت کے مطابق ایک ہونا چاہیئے اگر ایک محکمہ کا افسر آزاد خیال ہے اور دوسرا تنگ خیال ہے تو اسکا لازمی نتیجہ بدنظمی ہوگا کیونکہ گورنمنٹ کا ہر ایک محکمہ دوسرے سے کچھ نہ کچھ ضرور تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ ۱۸۱۲ء مین یہ کوشش کیگئی تھی کہ لبرل اور کنسرویٹیو فریق کی متحدہ وزارت بنائی جائے۔ لیکن لبرل لیڈرون نے اس سے انکار کردیا اور یہ عذر پیش کیا کہ جب کیبنٹ کے اندر ہی اختلاف رائے ہوگا تو حکومت کی کوئی مفید اور قابل عمل پالیسی نہین ہو سکتی۔ چنانچہ کیبنٹ کی اتفاق رائے کا مسئلہ اُسوقت سے مضبوطی کے ساتھ عمل مین لایا جاتا ہے اور کیبنٹ مین صرف اُسی فریق کے لیڈر ہوتے ہین جس کی کثرت رائے ہاؤس آف کامنز مین ہے۔ اِس اصول سے انحراف صرف غیر معمولی موقعون پر ہوتا ہے۔ مثلاً جنگ یورپ کے دوران مین جب مسٹر لائڈ جارج کی وزارت قائم ہوئی تو متحدہ وزارت بنائی گئی مگر اُسوقت جنگ یورپ کے علاوہ کوئی مسئلہ اہل انگلینڈ کے پیش نظر نہ تھا لہذا اس جماعت کا وزارت مین لانا جو جنگ یورپ کے معاملہ مین متفق الرائے ہون قطع نظر اس سے کہ وہ لبرل ہین یا کنسرویٹیو یا کوئی اور عین دانشمندی تھی۔

مذکورۂ بالا سطور سے ظاہر ہے کہ اہل انگلینڈ نے ایک ایسی حکومت قائم کرلی ہے جس کی باگ ہمیشہ اُنکے ہاتھون مین رہی ہے۔ ذمہ دار حکومت اِسی کا نام ہے۔ اب یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کون سے طریقے ہین جنسے یہ ذمہ داری عمل مین لائی جاتی ہے۔

ہر ایک باقاعدہ حکومت کے دو شعبے ہوتے ہین ایک لیجسلیٹو یعنی قانون سازی دوسرا اکزیکٹیو یعنے انتظامی۔ اِن دونون شعبون کے آپس کے تعلقات کے متعلق اصول مختلف ممالک مین پائے جاتے ہین جنکا تذکرہ پھر کبھی کیا جائیگا۔ اِسوقت ہم برطانیہ کے طرز حکومت پر بحث کر رہے ہین۔ برطانیہ کی اعلیٰ ترین لیجسلیٹو جماعت کا نام برٹش پارلیمنٹ ہے۔ جسکے قانونی طور پر تین اجزا ہین یعنے شاہ انگلستان۔ ہاؤس آف لارڈز اور ہاؤس آف کامنز۔ لیکن عملی طور پر جملہ اُمور سلطنت کی نگرانی ہاؤس آف لارڈز اور ہاؤس آف کامنز کے سپرد ہے۔

ہاؤس آف لارڈز یعنی دار الامرا مین صرف وہی اصحاب بیٹھ سکتے ہین - جو وراثۃً اس عزت کے مستحق ہوتے ہین یا بوجہ اپنے مذہبی عہدے کے خواہ اس وجہ سے کہ شاہنشاہ معظم کی جانب سے لارڈ کا خطاب عطا کیا گیا ہے - اس عزت کے لائق ہون -

ہاؤس آف کامنز یعنی دار العوام محض منتخب شدہ ممبرون کی جماعت ہے - ممبران ہاؤس آف کامنز کی تعداد مین وقتاً فوقتاً اضافہ ہوتا آیا ہے - ۱۷۰۰ء تک ہاؤس آف کامنز مین صرف انگلینڈ اور ویلز کے نمایندے شامل ہوتے تھے جنکی تعداد ۵۱۳ تھی - اس سال ۴۵ ممبر اسکاٹلینڈ سے اور اضافہ ہوئے اور ۱۸۰۱ء مین آئرلینڈ کے ایک سو ممبر اور اضافہ ہوئے جس سے کل مجموعی تعداد ۶۵۸ ہوگئی مگر بعد مین اور اضافہ ہونے سے یہ تعداد بڑھکر ۶۷۰ ہو گئی تھی اور یہ تعداد ابتک قائم رہی مگر ۱۹۱۸ء مین جو ریفارم ایکٹ پاس کیا گیا ہے اُسکے بموجب ہاؤس آف کامنز مین ممبرون کی تعداد ۷۰۷ ہوگئی - حق انتخاب بھی رفتہ رفتہ ایک محدود تعداد سے بڑھکر ایک بہت بڑی تعداد کو حاصل ہوگیا ہے - ۱۸۳۲ء مین ۲۴ کی آبادی مین صرف ایک شخص کو حق انتخاب حاصل تھا - ۱۹۱۸ء کے اصلاحی قانون کے بموجب ہر ۳ کی آبادی مین ایک شخص کو حق انتخاب حاصل ہوگیا - ابتک عورتین اس استحقاق کے قابل نہین سمجھی جاتی تھین - لیکن وہ اپنی سالہا سال کی جدوجہد مین کامیاب ہوئین اور اب گورنمنٹ انگلینڈ مین کافی حصہ لینگی صرف اسقدر فرق ضرور ہے کہ جہان کم ازکم ۲۱ سال کی عمر کے مردون کو حق انتخاب حاصل ہے وہان عورتون کے لیے عمر کی قید ۳۰ سال ہے رائے عامہ کو جو قیمت مغربی ممالک مین حاصل ہے اُسکا اندازہ ایک چھوٹی سی مثال سے بخوبی ہو سکتا ہے - جاپان مین ۱۹۱۵ء مین صرف ۲ فیصدی آبادی کو حق انتخاب حاصل تھا - مگر انگلینڈ مین اُسوقت بھی آبادی مین سترہ فیصدی ووٹر تھے - اور فرانس مین ووٹرون کی تعداد آبادی پر قریب قریب ۲۸ فیصدی تھی -

ہاؤس آف لارڈز اور ہاؤس آف کامنز گو دو مختلف جماعتین ہین لیکن اپنے فرائض کے ادا کرنے مین آپسمین گہرا تعلق رکھتے ہین - ہاؤس آف کامنز کے اختیارات اب اسقدر وسیع ہوگئے ہین کہ بغیر اس ہاؤس کی رائے کے سلطنت کا کوئی کام انجام نہین پا سکتا ہے -

برٹش گورنمنٹ کا پہلا اصول یہ ہے کہ کوئی قانون قابل نفاذ نہیں ہے جبتک کہ دونوں ہاوس آف لارڈز و ہاوس آف کامنز دونوں کی منظوری نہ حاصل کرے اگر ایک ہاوس میں کوئی مسودہ قانون پاس ہوا تو وہ دوسرے ہاوس میں بھیجا جاتا ہے اگر دوسرے ہاوس نے بھی اسکو بجنسہ پاس کر دیا تو وہ شاہی منظوری کے لیے بھیجا جاتا ہے لیکن اگر دوسرا ہاوس اس مسودہ قانون کو بالکل نامنظور کر دے تو قصہ وہیں ختم ہو جاتا ہے دوسرے ہاوس نے اگر بالکل نامنظور نہیں کیا بلکہ اُس میں کچھ ترمیمیں پیش کیں اگر ترمیمیں پہلے ہاوس کے لیے قابل قبول ہیں تو ترمیم شدہ مسودہ قانون شاہی منظوری کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ اگر ترمیمیں پہلے ہاوس کو منظور نہیں ہیں تو پھر مسودہ قانون رد ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر تین مرتبہ متواتر کوئی مسودہ قانون ایک ہاوس پاس کر دے گو تینوں مرتبہ دوسرا ہاوس اُسکو نامنظور کرے تو وہ مسودہ قانون باوجود نامنظوری (دوسرے ہاوس کے) شاہی منظوری کے لیے بھیجا جاتا ہے۔ یہاں تک ہاوس آف کامنز اور ہاوس آف لارڈز کا اختیار برابر ہے۔ مگر ہاوس آف کامنز کو ایک بہت بڑا استحقاق ہے جسپر اہل انگلینڈ جسقدر ناز کریں بجا ہے سلطنت کی آمدنی و اخراجات کے بارے میں ہاوس آف کامنز کو پورا اختیار حاصل ہے وہ جو قانون چاہیں پاس کریں ایسے قوانین کے لیے ہاوس آف لارڈز کی منظوری کی ضرورت نہیں ہے۔

کسی قانون کی آخری منظوری یا نامنظوری شاہ انگلستان کے ہاتھ میں ہے۔ مگر پارلیمنٹ کے پاس کیے ہوئے مسئلہ کو کبھی نامنظور نہیں کیا جاتا اور عموماً جس شکل میں پارلیمنٹ قانون پاس کرتی ہے اُسی شکل میں وہ نافذ کیا جاتا ہے۔

برطانیہ کی اکیزیکٹیو گورنمنٹ کے مرکزی حصہ کو کیبنٹ کہتے ہیں جسمیں خاص خاص وزرائے سلطنت شریک ہوتے ہیں اور جن کے ہاتھ میں سلطنت کے اہم معاملات کا انتظام ہوتا ہے مثلاً وزیر اعظم۔ وزیر خزانہ۔ وزیر خارجیہ۔ وزیر جنگ۔ وزیر ہند وغیرہ۔ گورنمنٹ کی پالیسی کے متعلق کل امورات کا طے کرنا کیبنٹ کا کام ہے۔ جسکو دراصل گورنمنٹ کا اندرونی حلقہ سمجھنا چاہیے۔ دیگر وزرائے سلطنت کو گورنمنٹ کے بیرونی حلقہ میں شمار کر سکتے ہیں۔ مثلاً نائب وزیر ہند۔ پوسٹ ماسٹر جنرل۔ نائب وزیر معاملات خارجیہ وغیرہ وغیرہ۔ وزارت کے موقوف خواہ مستعفی ہونے پر کُل وزرائے سلطنت کو خواہ وہ کیبنٹ کے

اندرون یا باہر اپنے اپنے عہدے سے علیحدہ ہونا پڑتا ہے اور جدید وزیر اعظم ان تمام
عہدوں کو اپنے نامزد کیے ہوئے ممبروں سے پُر کرتے ہیں۔

جو شخص وزیر اعظم نامزد کیا جاتا ہے اسکے لیے یہ لازمی امر ہے کہ ہاؤس آف کامنز کی
کثرت رائے اسکی حامی ہو اور وہ وزارت قائم کرسکتا ہو۔ وزیر اعظم ایگزیکٹیو گورنمنٹ کا سردار ہے
اور ایگزیکٹیو گورنمنٹ قانوناً پارلیمنٹ کے سامنے جوابدہ ہے لہذا جب تک پارلیمنٹ کی کثیر
التعداد جماعت کا بھروسہ کسی ایسے شخص پر نہیں ہے۔ جسکو شہنشاہ معظم اس عہدۂ جلیلہ پر ممتاز
کریں تو اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہاؤس آف کامنز ایسی وزارت کو موقوف کرنیکی کوشش کریگا اور
اس وزارت کے لیے بجز مستعفی ہونیکے کوئی علاج نہوگا۔ لہذا شاہنشاہ معظم پر فرض ہے کہ صرف
ایسے شخص کو اس عہدہ کے لیے نامزد کریں جسمیں مندرجہ بالا اوصاف ہوں۔ وزیر اعظم اپنی مرضی
کے موافق دیگر وزرا کو نامزد کرتے ہیں اور شاہی منظوری کے بعد جدید وزارت قائم ہو جاتی ہے۔

ایگزیکٹیو گورنمنٹ اور پارلیمنٹ کے تعلقات ایک دوسرے سے اسقدر وابستہ ہیں کہ
ایک کو دوسرے سے علیحدہ سمجھنا سخت غلطی ہے۔ وزیر اعظم جو ایگزیکٹیو گورنمنٹ کا سردار ہے وہی
ہاؤس آف کامنز کا بھی ہادی و رہنما ہوتا ہے کیونکہ اسکے لیے ایک کثیر التعداد پارٹی کا لیڈر
ہونا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ برٹش گورنمنٹ میں ایگزیکٹیو اور لیجسلیٹو کی کشمکش بہت کم ہے۔
جبتک کہ وزارت پر پارلیمنٹ کا کافی اعتماد ہے گورنمنٹ کا تمام کام نہایت سہولیت
کے ساتھ چلتا ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے ہاؤس آف کامنز کی کثرت رائے موجودہ گورنمنٹ
کے خلاف ہو جائے تو کیا کیا نتائج پیدا ہو سکتے ہیں؟ گورنمنٹ سے ہاؤس آف کامنز کی خفگی
چار طریقوں پر ظاہر کیجا سکتی ہے اول یہ، ہاؤس آف کامنز گورنمنٹ پر بے اعتمادی
کی تجویز پاس کردے۔ یا گورنمنٹ کے کسی خاص فعل پر ہاؤس آف کامنز اپنی اظہار
ناراضگی اور لعنت و ملامت کرے تیسرے یہ کہ گورنمنٹ کی طرف سے جو اہم تجویز پیش کی
گئی ہو اسکو ہاؤس آف کامنز نامنظور کردے۔ چوتھے یہ کہ گورنمنٹ کی رائے اور مشورہ کے
خلاف ہاؤس آف کامنز کوئی قانون پاس کرے۔ ایسی حالتوں میں گورنمنٹ کے لیے
قانونی طور پر یہ لازمی نہیں ہے کہ وہ فوراً استعفا داخل کردیں بلکہ باوجود ہاؤس آف

کامنز کی ناراضگی کے وہ اپنے اپنے عہدے پر قائم رہ سکتے ہیں لیکن جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا
ہے پبلک فنڈ یعنی گورنمنٹ کی آمدنی و اخراجات پر پورا پورا اقتدار ہاؤس آف کامنز کو
حاصل ہے۔ بغیر اس کی مرضی کے (ایک پائی بھی) کسی طرح ٹیکس وصول نہیں کیا جا سکتا۔ ہاؤس آف
کامنز گورنمنٹ کے محاصل کا دروازہ بند کر سکتا ہے اور چونکہ نظام سلطنت بغیر مالی امداد
کے چلنا غیر ممکن ہے لہذا وزرائے سلطنت یا ہاؤس آف کامنز کے سامنے اپنا سر تسلیم خم
کریں یا یہ کہ اپنے عہدے سے مستعفی ہوں۔ ایک تیسرا طریقہ بھی ہے یعنی یہ کہ اگر گورنمنٹ کے
خیال میں رائے عامہ گورنمنٹ کے موافق ہے حالانکہ ممبران پارلیمنٹ اس کے خلاف ہیں تو
گورنمنٹ شاہ انگلستان سے اپیل کر سکتی ہے کہ موجودہ پارلیمنٹ کو موقوف کر کے جدید
پارلیمنٹ بنائی جائے۔ ایسی حالت میں پارلیمنٹ موقوف کر دیجاتی ہے اور جدید
انتخاب وقوع میں آتا ہے۔ ممکن ہے کہ جدید انتخاب میں کثرت رائے موجودہ گورنمنٹ
کی حامی نکلے اس حالت میں گورنمنٹ کی فتح تصور کی جاتی ہے اور امور سلطنت بآسانی
انجام پانے لگتے ہیں۔ لیکن اگر جدید انتخاب بھی گورنمنٹ کے خلاف واقع ہوا تو پھر
گورنمنٹ کے لیے بجز مستعفی ہونے یا ہاؤس آف کامنز کی رائے منظور کرنے کے کوئی
چارہ نہیں ہے۔ گورنمنٹ کو کافی موقع ہے کہ وہ پارلیمنٹ کی غلطیوں کو عوام الناس
کے سامنے رکھ کر اپنے موافق پارلیمنٹ قائم کراوے اور اگر مخالف ہاؤس آف کامنز
واقعی غلطی پر ہے تو اسکو رعایا کی مدد سے علیحدہ کر دے۔ برخلاف اس کے اگر واقعی
گورنمنٹ غلطی پر ہے اور پارلیمنٹ کی رائے رعایا کی رائے سے متفق ہے تو پارلیمنٹ
مالی امداد بند کر کے گورنمنٹ کو مستعفی ہونے پر مجبور کر سکتی ہے لیکن آخری فیصلہ ہر حالت
میں رعایا کے ہاتھ میں ہے۔ جہاں رعایا کو اسقدر اختیارات اپنے انتظام مملکت
میں حاصل ہوں کیوں نہ وہ ملک خوشحال اور مالا مال ہو۔ سچ ہے کہ خوشحال اور
مطمئن رعایا اعلیٰ ترین فوج سے بہتر ہے۔

انت پرشاد نگم

علامہ غلام علی آزاد

مولانا سید غلام علی آزاد بلگرامی کا نام نامی بھی علمی دُنیا مین بہت ہی عزت و توقیر سے لینے کے قابل ہے خطہ بلگرام سے اچھے اچھے نامور عالم ادیب و شعرا ابھرے اور انکی شہرت چار دانگ عالم مین پھیلی اور ابتک اُنکی ادیبانہ قابلیت کا اعتراف کیا جاتا ہے علامہ آزاد بلگرامی نہ صرف شاعر تھے بلکہ وہ مختلف علوم و فنون کے عالم و ماہر تھے مولینا کا نسب منتہی بعیسیٰ موتم الاشبال بن زید شہید بن امام زین العابدین رضی اللہ عنہم ہے۔ موتم الاشبال کے معنی مولانا نے (یتیم کنندہ شیر بچہا) لکھے ہین۔ چونکہ وہ اکثر شکار شیر کرتے تھے اس لیے اسی لقب سے ملقب ہوئے۔ اسی مضمون کو علامہ آزاد نے ایک شعر مین موزون کیا ہے۔

گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جد من   عیسیِ جان بخش شیرانم باد نفس۔

مولانا آزاد نے پانچ مشہور استادان علام سے علوم حاصل کیے۔ مولانا میر طفیل احمد سے فارسی۔ علامہ میر عبدالجلیل سے حدیث و سیر نبوی۔ فنون ادب۔ مولانا سید میر محمد سے مولانا شیخ محمد حیات سے مدینہ منورہ مین صحیح بخاری کی سند حاصل کی۔ مولانا شیخ عبدالوہاب طنطاوی رح سے مکہ معظمہ مین علوم حدیث کے فوائد غامضہ کو ذہن نشین کیا اسکے بعد مولانا سید لطف اللہ صاحب بلگرامی کے مرید ہوے۔

علامہ آزاد کو تین سفر کی نوبت آئی۔ پہلا سفر شاہجہان آباد۔ پھر سیوستان پھر سفر حرمین شریفین زادہا اللہ شرفہا۔ سفر حجاز سے لوٹتے وقت کی دکن کی بھی سیر فرمائی تھی۔ اسوقت آپکی عمر اکسٹھ برس کی تھی۔

مولانا کو فن شعر سے خاص دلچسپی تھی مگر بوجہ استغنائے فطری آپنے کسی امیر و رئیس کی تعریف و مدح مین قصیدہ نہین لکھا اگر اثنائے سفر بیت اللہ مین جب

نواب صاحب ناجد سے ملاقات ہوئی تو آپ نے ایک رباعی نواب صاحب کی خدمت میں پیش کی رباعی حسب ذیل ہے۔

اے حامی دین محمد جود احسان — حق داد ترا نعمت آنچہ شایان
او تخت بدستگاہ پیشیان امد — تو آل نبی را بکعبہ رسان

نواب صاحب اس رباعی سے بہت محظوظ ہوئے اور مالی اعانت کی۔ رباعی میں جو لطف معنوی ہے اس کو سخن فہم اصحاب سمجھ سکتے ہیں تاہم اسکے مضمون سے مترشح ہے کہ علامۂ آزاد فارغ البال نہ تھے۔ مولانا نے لکھا ہے کہ میں نے یہ رباعی اس آیۂ کریمہ کے مناسب مضمون پہلے لکھی تھی (وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا) نہ طمع دنیا کے لیے۔

علامہ آزاد کو شاعری کیطرف خاص انہماک تھا۔ فارسی و عربی کے دیوان زندگی ہی میں مرتب ہو گئے تھے۔ عربی دیوان میں تیس ہزار شعر ہیں۔ آزاد نے اپنی عربی شاعری پر بجا فخر کیا ہے اور خود لکھتے ہیں کہ میرا دیوان حرمین الشریفین اور بلاد مصر و یمن میں مشہور ہے اور عرب کی محفلوں میں میرا کلام پڑھا گیا ہے۔

شنیدہ اند تبان عرب کلام مرا — نوشتہ اند ادب عتیق نام مرا

آزاد کے استاد مولانا سید محمد صاحب پیشگاہ بادشاہ دہلی کے میر بخشی اور وقائع نگار تھے۔ جس زمانہ میں انہوں نے سفر شاہجہان آباد، لاہور و ملتان کیا تو آپ ہی کو اپنا جانشین کر گئے۔ لیکن بعد چندے ترک تعلق کر کے علامۂ آزاد سیر و سیاحت کرتے ہوئے بلگرام آئے۔

علامۂ آزاد کی ملاقات شاہ آفرین شاعر سے بھی ہوئی ہے۔ یہ ملاقات اسوقت ہوئی۔ جب آپ ہند سے سندھ کو گئے ہیں مولانا نے شاہ آفرین کے اخلاق و شاعری کی تعریف کی ہے۔ سنہ ملاقات سنہ ۱۱۴۷ھ ہے۔
مولانا کی شاعرانہ تحقیق و یادداشت استادانہ ہے کہتے ہیں شاہ آفرین کے اس شعر پر

براے نرشش رندان آفرین بہر مئے محفا اند   فلک و ثنا رزرین خاک گل خورشید قالین

اعتراض کیا یعنی قالین (کی جگہ (قالی) کہنا چاہیے مولانا نے کہا کہ قالین بھی صحیح ہے اور شیخ فرید الدین عطار کا شعر مثال مین پڑھا۔

مرد رہ را بود یا قالین بود   زانکہ جنسش عاقبت قالین بود

میر محمد علی رائج سیالکوٹی نے آفرین کے شعر ذیل

در مشربے کہ مائیم آلودہ دامنی نیست   ساغر بکف چو تصویر رندیم پارسائیم

پر یہ اعتراض کیا کہ مصرعۂ ثانی مین تصویر کا (ر) گرتا ہے علامہ آزاد نے کہا کہ یہ شعر اس بحر مین ہے (مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن) دو بار۔ کبھی فاعلاتن فاعلاتان بھی ہوجاتا ہے اور بجاے اسکے فاعلیان لائین اور یہ فاعلیان آخر مصرعہ مین گرے اور بھی وسط مین اگر بیچ ایک مصرعہ کے فاعلیان اور دوسرے مصرعہ مین فاعلاتن آئے بیت ناموزون نہوگی۔ مثال مین مرزا صاحب کا شعر پیش کیا

ہر خار این بیابان انگشت رہنمائی ست   ہر شبنمی درین باغ جہان نمائی ست

علامۂ آزاد نے اپنی تالیف خزانۂ عامرہ (تذکرہ شعراے فارسی) مین مشاہیر کی سوانحی حالات اور کلام کے ساتھ ہی ساتھ جا بجا اپنی راے کا اظہار بعض اشعار پر کیا ہے اور کہین شعراے معاصر کے باہمی اختلات پر بھی اپنا خیال ظاہر کیا ہے۔ بعض اساتذہ کی طرح ان مین خود بھی کچھ کہا ہے۔

علامۂ آزاد کے علم و فضل کا اعتراف علی العموم کیا جاتا ہے۔ عربی کلام کے سمجھنے والے لوگ کمتر ہین اس لیے کچھ انتخاب اشعار فارسی کا دلچسپ ہوگا غالباً علامۂ آزاد کو اردو شاعری سے شوق نہ تھا ورنہ وہ کچھ ذکر خزانۂ عامرہ مین کرتے۔

علامۂ آزاد کا سن ولادت و وفات بھی معلوم نہین ہے۔ زمانہ قیام اورنگ آباد مین انکی عمر اکسٹھ برس کی تھی اور شاید چند سال اور زندہ رہے کیونکہ وہ خزانہ عامرہ مین لکھتے ہین کہ"

اکنون در دار الامن او دگم بنگر سے گیر ما زخاک آستان نغمہ

سرکشی دیدہ ضمیر عمر تنگ باید شہرت ویک کشیدہ آفتاب

زندگی لب بام رسیدہ

علامۂ آزاد کے استاد میر سید محمد بادشاہ دہلی (نام بادشاہ نہین لکھا) کے میر منشی تھے اور انکی عدم موجودگی مین علامۂ آزاد نے اس کام کو انجام دیا جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کسی اور مستقل ملازمت کا ذکر نہین ہے علامۂ آزاد کی طبیعت درویشانہ تھی انھون نے امرا کی ملازمت کی طرف خود توجہ نہین کی چنانچہ وہ ایک شعر مین فرماتے ہین۔

جناب ہمت من باز گوہر منت تہی آمد — نیامد عیب گر خود را بدریا آشنا کردم

علامۂ آزاد نے سات سو بیت کے قصائد نعتیہ عربی مین لکھے ہین اور اسی کو انھون نے ذریعہ شفاعت سمجھا ہے اور یہ بات عقائد اہل اسلام کے موافق ہے۔

علامۂ آزاد ملقب بحسان الہند ہین - سرو آزاد - خزانۂ عامرہ - قصائد نعتیہ دیوان فارسی - عربی - انکی تصنیفات سے ہین - خزانۂ عامرہ تاریخی نام ہے۔

علامۂ آزاد چونکہ فاضل اجل ہین اسلیے اُن کے کلام مین جا بجا بلاغت اور نازک خیالی نظر آتی ہے بعض اشعار ایسے مشکل ہین کہ انکا مطلب کم استعداد اشخاص نہین سمجھ سکتے ان کی تشریح علامۂ موصوف نے خود بزبان فارسی کی ہے مین بعض اشعار کا ترجمہ کیے دیتا ہون۔

حذر ز آفت ممنون خویش باید کرد — کہ آفتاب ز بیداد ماہ میگیرد

یعنی ماہ آفتاب سے اقتباس نور کرتا ہے اور کسوف آفتاب حیلولت ماہ سے ہوتا ہے

(دل)

اگر سنگ ست آنہم با محبت نسبتی دارد — کہ مقناطیس با قطب شمالی الفتی دارد

مقناطیس دو خاصیت عجیب رکھتا ہے ایک جذب آہن دوسرے عشق با قطب شمالی اور مدار قبلۂ عشق مقناطیس یہ ہے کیونکہ مقناطیس کو اوپر بازو سے راست مرغ آہنین قبلہ نما کے

مارتے ہین اور ایک نشتر مقناطیس سے اسمین کھلاتے ہین جسپر مرغ ارنیکے بعد بازوے راست
مرغ خواہ مخواہ قطب شمالی کیطرف کھڑا ہوتا ہے اور یہ اس عشق کے سبب سے ہے جو اسکو
ساتھ اسکے ہے پس ضرور ہوا کہ مرغ کی منقار قبلہ کی طرف ہو اور مارنا مقناطیس کا اوپر
بازوے راست کے پیچ قبلہ نماے اہل مشرق کے ہے وغیرہ

بعض اشعار فارسی بطور نمونہ درج کیے جاتے ہین۔

الٰہی نالۂ گرمے دل دیوانۂ مارا　　کرامت کن نہال آتشینی دانۂ مارا

مدہ در دست زنگار ہوس آئینۂ ما را　　ز حسن خویش کن آباد حیرت خانۂ مارا

کریمان را نظر بر رشتۂ مہمان نمیباشد　　مبراز باغ بیرون سبزہ بیگانۂ ما را

دریغ بخل مکن از دست مردم آبرو ریزی　　تو گردش دہ برنگ آسمان پیمانۂ مارا

مطلع مین خدا سے دعا کی ہے کہ میرے دل کو نالۂ گرم عطا کر۔ نالۂ گرم کو نہال آتشین اور دل
کو دانہ یعنی تخم قرار دیا ہے عشاق کے دل مین گرمی عشق کا ہونا لازمی ہے اور یہ گرمی
عشق خدا کی ہے۔ دوسرے شعر مین صفاے دل کی تمنا اُسی خدا کی ہے تیسرے
شعر کا مصرعہ اولیٰ صاف ہے کہتے ہین کہ اصحاب کرم مہمان کی رشتی پر نگاہ نہین کرتے مصرعہ ثانی
مین کہتے ہین کہ مثل بیگانہ کے ہم کو اپنے باغ سے نہ نکال مگر مصرعہ ثانی کے مفہوم کو اگر
نثر مین لکھین تو غالبًا یون لکھین گے کہ ہمچو سبزہ بیگانہ ما را اند باغ خود بیرون بغیر ہمچو
یا مثل کے مصرعہ بے ربط معلوم ہوتا ہے۔ آخری شعر کا روے سخن بھی صراحی سے ہے۔

(ولہ)

سیلے فناے خود میسر نیست دیدار شما　　میفروشد خویش را دل خریدار شما

مطلع خوب ہے مگر یہ بات سمجھ مین نہ آئی کہ جب عاشق شوق دیدار مین فنا ہو گیا تو بیچنا کیسا خرید و فروخت
ہوا س کے ساتھ ہوتی ہے پہلا مصرعہ ثابت کر رہا ہے کہ جب فنا کا درجہ حاصل ہوا تو دیدار میسر ہوا
فنا کے بعد ہستی کہان باقی رہی۔

(ولہ)

چندین ہزار میکدہ را وقف می کنم　　روزیکہ جام چشم تو گردد بکام ما

ذیل کے اشعار میں کچھ تکلفات ایسے ہیں جن سے مفہوم صاف نہیں سمجھ میں آتا۔ مطلع
گر ز خود آنہ دور کردہ اند کا فاعل کون ؟ غالباً کارکنان قضا و قدر سے مراد ہو مصرع ثانی
میں "با تو" کا کنایہ بھی مجہول ہے دوسرے شعر میں یعنی از گل من کشیدہ اند گلاب ۔ یہ
قابل لحاظ ہے کہ گل کسکو کہا ہے اور اس وجہ سے مطلب صاف نہیں سمجھ میں نہیں
آتا ملاحظہ ہو۔

گر ز خود دور کردہ اند مرا	با تو محشور کردہ اند مرا
از گلے من کشیدہ اند گلاب	بے زر و زر دور کردہ اند مرا
ثابتم بے حراست ضا من	طرقہ کا فور کردہ اند مرا

علی غزل ذیل کے شعر خلش رسیدہ آنہ میں (ش) ضمیر غائب ہے مگر مصرعہ ثانی میں تو جا کر کی گی
میں ضمیر حاضر ہے۔ غالباً اسمیں کتابت کی غلطی ہے اگر مصرعہ اولی میں خلت ہوتا تو مطلب
صاف ہو جاتا ملاحظہ ہو۔

خلش رسیدہ وحشی دل را اسیر کرد	تو جا کری گرفت غزال رمیدہ را ۔

ذیل کے دونوں شعر بہت ہی خوب ہیں۔ ظل ہما کا مضمون بھی لطیف ہے دوسرے
شعر میں سیماب کے اضطراب میں سکون خوب ثابت کیا ہے ۔

ظل ہما عجب کہ پسندست شاہ را	بر سر گرفتہ است بلائے سیاہ را
حیران گوشہ گیری سیماب گشتہ ام	با وصف اضطراب وطن کردہ جاہ را

(ولہ)

اے معالج دیدہ گر نرگس بیمار مرا	بر طبیعت ہمچو او مگذار بیمار مرا
اے صبا از حسن آں دارے ہالت وعقد	عرض کن وقت مناسب دیدہ بیمار مرا

دونوں شعر لطیف ہیں پہلا شعر عاشقانہ دوسرا نعتیہ ہے صبا سے کتنا نیازمندانہ

خطاب ہے۔

(سفارت نسیم)

باگل پیام گفت ز برگ گیاہ ما را　　شاباش بر نسیم سفارت پناہ ما

ذیل کا شعر بھی حضرت آزاد نے لاجواب کہا ہے مرغ بسمل کے پرون کا تکیہ صیاد کے لیے خوب بنا ہے بخیال مضمون آفرینی شعر بالکل نیا ہے مگر صیاد کے ساتھ حضرت کا لفظ دیکھنے مین نہین آیا غالباً بطور طنز کہا ہے۔

توان رساند ببالین حضرت صیاد　　ز مرغ بسمل اوشست پر باقی است

(ولہ)

خطیکہ گرد رخ او دمیدہ مذموم است　　حصار این چمن تازہ حیف ز قوم است

ذیل کے شعر مین بلبل کی مرثیہ خوانی خوب ثابت کی ہے۔ گل کی شہید سے کیا پاکیزہ تشبیہ ہے۔

خزان گل چہ قدر داغ کرد بلبل را　　ہمیشہ مرثیہ خوان شہید مرحوم است

(ولہ)

ولی کہ زلف نگاری بود شبستانش　　ز شاہ ہند فزون است شوکت شانش

(ولہ)

کجا نصیب کہ چینم گلے ز بستانش　　غنیمت است مرا نکہت گلستانش

طرہ طرار او ہر روز سیہ کردہ دراز　　از دل گم گشتہ من طاہر آگیر و سراغ

(قناعت)

کمر بکوشش دنیا مبند چون جاروب　　کہ نیست حاصل روے زمین ترا جز خاک

سیہ کارم ز طفلی چون پذیرم بادہ ناب　　چو نیلوفر بود نشو و نما در عالم آبم

دلم را کرد غارت زلف جانانی کہ من دارم　　بدست کافرے افتادہ قرآنی کہ من دارم

امید قوتم در وقت پیری نیست از صہبا　　کہ محتاج عصا چون تاک بودم در جوانی ہم

از پردہ یار دیگر دلدار بر نیاید　　خورشید حشر پیش از یکبار بر نیاید

دارم دلے کہ عشق تمنائے او کند　　آتش بجانب کرہ خویش رو کند

سر زلف تو بر زمین باشد　　رسم صاحبدلان ہمین باشد

نوبہار این چمن دارد خزان را در کنار　　رنگ زرد در گل باینمعنی اشارت میکند

لذت فقر بدارندہ افسر نہ دہند　　ساغر آب خضر را بہ سکندر نہ دہند

ذیل کے شعر میں عاشقانہ رنگ ملاحظہ ہو کتنا بے تکلف اور بامزہ ہے۔

آہ می سوزیم و او نظارہ با میکند　　آتشے افروختہ ظالم تماشا میکند

عقدہ خاطر ز لف تابدارت وا نمود　　شانہ عاج ترا نازم ید بیضا نمود
ملک با آرام در زیر فلک چون بہ نیست　　دل فرو کش در شکنج زلف او بیجا نمود

ہمچو زلفی کہ رسد تا کمر صاحب ناز　　میکشد تا بعدم سلسلہ عمر دراز

ا۔ ن۔ لکھنوی

لین دین کا وسیلہ
اور اسکا اثر چیزون کے نرخ پر

سال ڈیڑھ سال سے ضروریات زندگی کی گرانی نے تشویشناک صورت اختیار کر لی ہے جس سے سارا ملک نالان ہے - عوام طرح طرح کے اندیشے ظاہر کرتے ہین - اور کئی قسم کے سوالات پوچھتے ہین - کیا گرانی کا انسداد گورنمنٹ نہین کر سکتی ؟ ہر ایک چیز گران ہو جانیکا کیا سبب ہے - پھر بعض خوش فہم لوگ اسکا علاج بھی تجویز کرتے ہین - گورنمنٹ کو چاہیے کہ غلہ باہر جانیسے روک دے - یہ سوالات بہت دلچسپ ہین اسوجہ سے ان پر غور کرنا مناسب ہے تاکہ جو لوگ اصل معاملات سے ناواقف ہون - انکی غلط فہمی رفع ہو جائے -

(۱) ضروریات زندگی کیون گران ہین ؟ یہ سوال بالعموم پوچھا جاتا ہے - اس واسطے پہلے اسی پر غور کرنا چاہیے - ہندوستان کی ضروریات دو حصون مین منقسم ہو سکتی ہین (ا) کھانے پینے کی چیزین - خام پیداوار (ب) اور مصنوعی چیزین جو ممالک غیر سے آتی ہین - ہندوستان اپنی زمینی پیداوار کے لیے سارے جہان مین مشہور ہے - گیہون کپاس چمڑا - سن روغن تخم - سرسون - تلی وغیرہ اور چاول قریب قریب سب مہذب ملکون مین جاتی ہے - اور کرورون بلکہ اربون کا لین دین ہوتا ہے کرورون ایکڑ اراضی مختلف فصلون کے لیے وقف ہے - اور اس نباتات سے زراعتی چیزین ہوتی ہین کہ اپنی ضروریات پورا کرنے کے بعد ہم غیر ملکون کی ضرورت بھی پورا کرتے ہین - مگر ۱۹۱۸ء مین بارش نہوئی جس سے کوئی غلہ پیدا نہ ہوا - اور اگر ہوا تو صرف نہری اور چاہی زمینون پر جن کا رقبہ چار کروڑ ایکڑ کے قریب تھا - لیکن سارے ہندوستان کا رقبہ زیر کاشت پچیس کروڑ

اکیلا ہے کھانیوالا بہت اور اناج تھوڑا - گذارہ کیسے ہو - چاول اور گیہون ہندوستانیون کی دو بڑی خوراک کی چیزین ہین - اور دونون کی مقدار مین چالیس کروڑ من کی قلت واقع ہوگئی یہ ہے بڑا سبب خوردنی چیزونکی گرانی کا - غیرملکی چیزون کی آمد جنگ یورپ کے سبب سے بند ہوگئی - کیونکہ کچھ جہاز غرق ہوگئے - اور کچھ فوجون اور جنگی سامانونکے ڈھونے مین مصروف ہوگئے - اسکے سوا بڑے بڑے ممالک جنگ مین مصروف تھے - کارخانون مین فوجی ضرورت کی چیزین تیار ہوتی رہین - اسوجہ سے غیرملکی چیزونکے دام چڑھ گئے - لیکن شکر کی بات ہے کہ ہندوستان مین چیزونکے دام چین جاپان وغیرہ ہمسایہ ممالک کی نسبت آدھے بھی نہین بڑھے - یورپ اور امریکہ مین ضروریات زندگی ہمارے یہاں سے دوسہ چند مہنگی ہین - اسکا سبب یہ ہے کہ حکام نے قابل تعریف دوراندیشی سے عین وقت پر کام لیا - ہندوستان سے غلہ کی برآمد روک دی - آسٹریلیا سے پچاس ساٹھ لاکھ من گندم منگایا اور اندرون ملک مین ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ کو غلہ کی بے روک ٹوک برآمد بند کردی - اور سوداگران غلہ سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ اپنے مقبوضہ ذخائر کی صحیح اطلاع حکام کو دین - اگر یہ پیش بندیان نہ ہوتین تو ملک پر سخت بلا نازل ہوجاتی -

(۲) چیزونکے نرخ کا تعین کیسے ہوتا ہے ؟ یہ سوال بہت اہم ہے کیونکہ اگر یہ مسئلہ صاف ہوجائے تو گرانی اور ارزانی کا سوال واضح ہوگا - صنعت و تجارت کی دنیا جداگانہ ہے اور اسکے خاص قوانین ہین جن کی رو سے اس دنیا کے معاملات طے ہوتے ہین - اور اسباب ہین جن سے چیزون کے بہاؤ مقرر ہوتے ہین -

(۱) مانگ و بہم رسانی - (۲) کثرت و قلت (۳) وسیلہ تبادلہ (۴) توازن تجارت (۵) شرح تبادلہ (۶) سونیکے سکہ کا بکثرت استعمال - پہلے تین اسباب داخلی تجارت پر خصوصیت سے اور آخری تین غیرملکی خرید و فروخت پر حاوی ہین - صنعت و تجارت مانگ و بہم رسانی کے قانون کے تابع ہے - اگر مانگ نہو تو کوئی چیز پیدا ہی نہو - سب چیزین ضرورت سے حاصل اور پیدا کیجاتی ہین - اگر پنجاب مین گیہون بکثرت پیدا ہوتا ہے - تو اسکا بڑا سبب یہ ہے کہ اہل پنجاب اس اناج کے بیحد شائق ہین اسواسطے

ہر ضلع مین لاکھون من پیدا ہوتا ہے - اور جیسے یہان برستے ہوتے ہین ہندوستان کے اور صوبون مین نہین ہوتے - اور مقدار اتنی بڑی ہوتی ہے کہ پنجاب اور ہندوستان کی ضرورت پورا کرنے کے بعد وہ غیر ممالک کو بھی بھیجے جاتے ہین - جب ضرورت بڑھتے بڑھتے مستقل صورت پکڑ لے تو اس چیز کی مقدار بھی کثیر ہو جاتی ہے - اسی سبب سے چیزون کی تعداد مین کثرت اور قلت واقع ہوتی ہے - اور چیزون کی ارزانی اور گرانی کثرت و قلت پر موقوف ہے - پھر تجارت و صنعت کا یہ بھی ایک قانون ہے کہ جو چیز ایک جگہ بکثرت پیدا ہو - وہان پر اسکی قدر و قیمت نہین ہوتی بلکہ جہان وہ شے نہو - وہان پر اسکی قیمت اٹھتی ہے اسکے سبب سے تجارت وجود پذیر ہوتی ہے اور یہی اصول خرید و فروخت کا محرک ہے - پھر ایک یہ بھی اصول ہے کہ چیزونکے نرخ پانی کے سطح کے مانند ہموار رہتے ہین - اگر سب چیزین سستی ہین تو یہی سستی ہونگی - جیسا کہ قبل از جنگ تھا - اور جب وہ مہنگی ہوتی ہین تو بلا استثنا سب مہنگی ہوتی ہین -

(۳) وسیلۂ تبادلہ - چیزون کی قیمت کا اندازہ سکہ سے ہوتا ہے چاہے وہ چاندی کا ہو یا سونے کا - یا کسی اور شے کا اور جیسا یہ سکہ ہوتا ہے - اس کا چیزونکے عام بھاؤ پر اثر پڑتا ہے - چاندی سونا ہمارے دولت کا بیشترین حصہ ہین - گویا یہی دولت کی مجتمع صورت ہے - اور یہ دولون چیزین اپنے وزن اور حجم مین ہمارے اور قسم کے مقبوضات سے نسبتہً سیکڑون گنا زیادہ قدر و قیمت رکھتی ہین - خرید فروخت مین وسیلہ روپیہ ہوتا ہے - گنوار لوگ جب کسی شخص کے تمول کا ذکر کرتے ہین تو کہتے ہین - "لالہ بنواری لال جی کے یہان چار گھوڑے تین تانگے - دو بہلیان - دس دوکانین پانچ حویلیان اور چھ گائے ہین - وہ ایک لاکھ کے اسامی ہین" اس سے ظاہر ہو گیا ہوگا کہ روپیہ چیزون کی قیمت کا معیار بھی ہے - اور اسکے وسیلے سے ضروریات زندگی بھی بہم ہونچتی ہین - ہم پیسے دیتے اور اپنی ضرورت کی چیز بدلے مین - حاصل کرتے ہین - گویا پیسے کا مرچ مصالحہ یا سبزی ترکاری سے تبادلہ ہوتا ہے - سکہ کا چیزونکے نرخ پر کیسے اثر پڑتا ہے! اگر بازار سے آپ ایک آنہ کا سودا لینگے تو وزن مین بھی تھوڑا ہوگا اور نسبت سے بھی کم ہوگا -

جیسا کہ پرچون مین ہوتا ہے۔ یعنی اگر آپ آنے کا چھ چھٹانک آٹا لین۔ اور پھر جدا گانہ سولہ آنون کا آٹا دو چار دوکانون سے خریدین تو چھ سیر ہوگا۔ لیکن اگر آپ اکٹھا آٹا لین تو دو چار جگہ گھومنے سے ساڑھے چھ سیر مل جائیگا۔ اور اسکا اوسط فی آنہ ایک آنے کے سودے سے زیادہ پڑیگا کیونکہ آنے اور روپیہ کی قوت خرید مین ایک اور سولہ کا فرق ہے یعنی روپیہ کی مدد سے آپ ایک آنے کی نسبت سولہ گنا زیادہ سودا وزن مین خرید سکتے ہین یہی فرق پونڈ اور روپیہ مین ہے اگر آپ پونڈ دیکر دوکان سے نمک خریدین۔ تو غالبًا چار من سے کچھ اوپر ملیگا۔ بشرطیکہ پونڈ پندرہ روپے کے مساوی ہو اور اگر روپیہ کا لینے جاؤ۔ تو دس سیر سے اوپر شاید ہی ملے۔ اس سے ظاہر ہے کہ روپیہ اور پونڈ کی قیمت مین کتنا فرق ہے۔ اسی اصول پر سوداگر ہزارون اور لاکھون کا سودا کرتے ہین۔ ہمارے یہان چاندی کا سکہ ہے۔ اسوجہ سے بمقابلہ پونڈ کے جو یورپ اور امریکہ مین لین دین کا وسیلہ ہے۔ ہم بہت گھاٹے مین رہتے ہین۔ خاص غیر ملکی لین دین مین سخت خسارہ ہے۔ اب پونڈ دس روپے کے برابر ہے اس سے مراد یہ نہین کہ آپ دس روپے مین سا درن خرید سکتے ہین یہ تو نایاب ہے۔ اور اسکی قیمت بازار مین سولہ سترہ روپے لیجاتی ہے۔ بلکہ اسکا سبب یہ ہے کہ اسکی شرح تبادلہ بمقابلہ روپیہ دس روپے ہے ۱۸۹۸ء مین فولر کمیٹی نے پونڈ کی قیمت پندرہ روپے مقرر کرنیکی سفارش کی تھی نرخ اس سے کم و بیش تھا۔ ۱۸۷۰ء اور ۱۸۹۰ء عیسوی کے درمیان بھی پونڈ کی بہت بیقدری ہوئی تھی۔ اس اتار چڑھاؤ سے بعض دفعہ ہندوستان کو سات آٹھ کروڑ روپے سالانہ خسارہ برداشت کرنا پڑتا تھا۔ اور چار پانچ کروڑ روپے کا سالانہ نقصان معمولی بات تھی۔

(۴) توازن تجارت اس سے مراد تجارت در آمد و برآمد کی مالیت کی مساوات ہے۔ جب دونون کی قیمت قریب قریب مساوی ہوتی ہے تو لین دین برابر ہو جاتا ہے۔ شرح تبادلہ خارجی تجارت کا سوال ہے جو تجارت درآمد و برآمد پر موقوف ہے۔ جب دونون کی مساوات مین فرق آتا ہے۔ تو شرح تبادلہ

درہم برہم ہوجاتی ہے جیسے اب دیکھنے مین آتا ہے۔ برسون کی شرح تبادلہ کو جنگ نے تہ وبالا
کردیا ہے۔ کیونکہ ہندوستان مین زیادہ تر دوسرونسے مال خریدتے رہے اور اپنے یہانسے بہت تھوڑا
مال بھیجا۔ جس کا تبادلہ ہوتا۔ شرح تبادلہ اقتصادیات کی زبان مین بین الاقوام قرض کا نام
ہے ہر ایک ملک دوسرونسے مال لیتا ہے اور دیتا ہے۔ جس سے قومون کے باہم لین دین
کا سلسلہ قائم ہے ہندوستان سے گندم۔ چانول۔ روغنی تخم۔ چمڑے سن وغیرہ برطانیہ کو
جاتے ہین۔ فرض کرو۔ ان چیزون کی کل قیمت نوے کروڑ روپیہ سالانہ بنتی ہے۔ ادھر
برطانیہ سے ہمارے یہان کپڑے اور کلین وغیرہ آتی ہین جن کی مجموعی قیمت فرض کرو۔
ستر کروڑ روپے ہوتی ہے۔ دینا لینا برابر کرنے کے بعد بیس کروڑ روپے ہندوستان کے
برطانیہ کے ذمہ نکلتے ہین۔ یہ کسطرح ہوتا ہے۔ بین الاقوام لین دین ہنڈیونسے ادا ہوتا ہے
جو بل آف ایکسچینج یعنی تبادلہ کی ہنڈی کہلاتا ہے۔ تجارتی شہرون مین بنکون اور
دلالون کی معرفت یہ ہنڈیان فروخت ہوتی ہین۔ فرض کرو امرتسر کے رام جی داس
نے مانچسٹر کے جونز نامی سوداگر سے دس لاکھ کا کپڑا منگایا۔ ادھر امرتسر کے شیخ
محمد ابراہیم سے لورپول کے دباغ اسمتھ نے پندرہ لاکھ کا چمڑا خریدکیا۔ لندن کے کلارک
نامی سوداگر نے کراچی کے تاجر گندم سیٹھ ہرچند رائے سے پندرہ لاکھ کے گیہون خریدے
اور دہلی کے شیخ محبوب بخش نے دس لاکھ کی مشینین شفیلڈ کے مارشل نامی سوداگر سے
منگائین۔ یہ لوگ نقد روپیہ دیکر قرضہ سے سرخرو نہ ہونگے۔ بلکہ ہنڈیونکے وسیلے سے
حساب چکا دین گے سوداگرون اور دلالون اور بنکون کو ایک دوسرے سے واسطہ پڑتا ہے
اور ایک دوسرے کی ضرورت سے واقف ہوتے ہین اسلیے امرتسر والے اپنے یہان کے
بنک کو اطلاع دینگے اور انگلستان والے اپنے یہان کے بنکونسے خط وکتابت کرین گے۔
اسمتھ شیخ محمد ابراہیم کا روپیہ جونز کو دیگا جو اسے لالہ رام جی داس کے حساب مین شمار کریگا
اسی طرح کلارک اور ہرچند رائے مارشل اور محبوب بخش کا حساب بھی طے ہوجائیگا۔ باقی
زائد روپیہ دوسرے سوداگر کے حساب مین بیباق ہوجائیگا۔ زائد روپیہ امرتسر
اور دہلی والے سوداگر گھر بیٹھے بٹھائے وصول کرلینگے ایک ملک کا قرضہ جب دوسرے ملک کے

سکہ میں منتقل ہوکر ادا ہوتا ہے تو اس سے شرح تبادلہ پیدا ہوتی ہے۔

(۵) شرح تبادلہ میں پونڈ معیار ہے چاندی کے سکون کی قیمت بمقابلہ پونڈ چاندی کے بازاری نرخ کے رو سے ادلتی بدلتی رہتی ہے۔ مگر بین الاقوام دستور سے پونڈ کی قیمت مقرر ہے یہ جنگ سے پہلے کی کیفیت ہے۔ باقی ملکی سکے اسکی مناسبت سے ٹھہرائے جاتے ہین۔ برطانیہ مین بیس شلنگ فرانس مین (۲۵) فرانک جرمنی مین (۲۰) مارک۔ امریکہ مین (۵) ڈالر اور ہندوستان مین پندرہ روپے ڈالر کے برابر دیے گئے تھے۔ اسلیے بین الاقوام لین دین مین چاندی کے مختلف سکون کی قیمت چاندیکے بازاری بھاؤ سے پونڈ کے مناسب قرار پاتی ہے اس سے شرح تبادلہ وجود پذیر ہوتی ہے۔ قومون کا لین دین جسطرح پر ہوتا ہے اسے ذرا اور وضاحت سے ظاہر کرنا مناسب ہوگا۔ فرض کرو۔ چین کے سوداگرون نے لندن کے تاجرون سے چالیس کرور کا کپڑا لیا۔ اور اول الذکر سے آخر الذکر نے تیس کروڑ کی چاء اور ریشمی مال خرید کیا۔ ادہر نیو یارک کے سوداگرون نے چینیون سے پچاس کروڑ کی چیزین خریدین۔ اور امریکہ سے چین مین چالیس کروڑ کے زرعی آلات۔ انجن۔ ریلوے کی ضروریات وغیرہ آئین۔ برطانیہ کے دس کروڑ چینیون کے ذمہ ہین۔ اور چین کے دس کروڑ امریکہ پر واجب ہین چین کے سوداگر نیو یارک کے تاجرونکو ہدایت کرینگے کہ بقایا دس کروڑ برطانیہ کے کارخانہ دارون کو ادا کرکے حساب چکا دیا جائے نقد روپیہ دینے کی کوئی ضرورت نہین۔ ہنڈیون سے تینون ملکون کا لین دین جو باہم دگر خرید و فروخت سے وقوع مین آیا ہے طے ہو جاتا ہے۔ اس سے توازن تجارت اور اس کے ساتھ شرح تبادلہ کا مسئلہ بھی سمجھ مین آگیا ہوگا۔

(۶) پونڈ کا بکثرت استعمال ہے ملکی سودے مین پونڈ بھی ادا ہوتے ہین اور جب عام خرید و فروخت مین اس سے کام لیا جائے۔ تو چاندیکے سکہ کی کوئی پوچھ نہین کیونکہ پونڈ سب سے بیش قیمت ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے پندرہ بیس گنا زیادہ مال خریدا جا سکتا ہے۔ چونکہ دوران جنگ مین زر پرست قومون نے پونڈ اور سونیکے سکون کی برآمد بند کر دی۔ اسوجہ سے نوٹ چلے۔ اور چاندیکی مانگ بڑھ گئی۔ لیکن اسکے ساتھ ہی اس کی مقدار مین بھی (۱۹) فیصدی کا فرق واقع ہوگیا۔ اسوجہ سے اسکے دام بڑھ گئے۔ ہندوستان سب سے زیادہ چاندی خریدتا ہے

جنگ سے پہلے (۴۶) فیصدی چاندی ہمارے یہان آتی تھی ۱۹۱۸-۱۹۱۹ء مین اسکی مانگ (۱۱۲) فیصدی ہوگئی۔ اسوجہ سے اسکے دام بڑھنے لگے اور اب اوائل اکتوبر مین (۴۶) پنس فی اونس تک جا پہونچی ہے۔ اور اس کی گرانی کا اثر دنیا کے نقرئی سکون پر ہوا۔ یعنے ان کی قیمت بمقابلہ پونڈ بہت بڑھگئی۔ اسوجہ سے پونڈ سستا اور روپیہ مہنگا ہوگیا ہے اس کا اثر جیز دیگر جو پڑا ہے وہ محتاج بیان نہین۔

اب اخیر مین اس امر پر بحث کرنا مناسب ہوکہ ہندوستان کی مالی مشکلات کیون پیدا ہوگئی ہین اور شرح تبادلہ کی ترقی کیون واقع ہوئی ہے۔ دوران جنگ مین ہندوستان سے بہت سا مال برطانیہ اور دیگر ممالک کو گیا۔ وہان سے آیا تھوڑا۔ جسکے سبب سے توازن تجارت اُلٹ پلٹ ہوگیا ۱۹۱۸ء مین ہندوستان کا نو کروڑ روپیہ دوسرے ملکون کے ذمہ تھا۔ چونکہ مال کے وسیلہ سے یہ قرض ادا نہوسکا۔ اسلیے نقد ادا کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان بھی ہنڈیونکے وسیلے سے لین دین ہوتا ہے۔ ہر بدھ کو صاحب وزیر ہند بذریعہ اعلان عام ہنڈیان فروخت کرتے ہین۔ کتنے لاکھ کی فروخت ہونگی اور روپیہ کی قیمت کتنے پنس ہوگی؟ اسکا بھی اعلان کردیا جاتا ہے۔ جن سوداگرونکے ذمہ ہندوستان کا قرض ہے وہ وہانسے اکثر ہنڈیان خریدلیتے اور بمبئی کلکتہ وغیرہ کے سوداگرونکے پاس بھیجدیتے ہین جو سرکاری خزانے سے روپیہ وصول کرتے ہین۔ روپیہ صاحب وزیر ہند کے پاس جمع کردیا۔ اور ہنڈیان ہندوستان کو بھیجدین۔ بڑی کفایت اور آسانی سے معاملہ طے ہوگیا۔ ہر سال ہندوستان سے چالیس پینتالیس کروڑ صاحب وزیر ہند کو دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس سے ریلون اور نہرونکے قرضہ کا سود افسرون کی پنشنون دفتر ہند کا خرچ اور سرکاری ضرورت کا سامان خریدنے مین صرف کرین۔ اور وہ اس رقم خطیر کو ان ہنڈیون کی فروخت سے جو کونسل بل کہلاتی ہین۔ وصول کرتے ہین۔ مگر روپیہ کی قیمت چاندی کی بازاری نرخ اور ہندی ہنڈیون (کونسل بل) کی مانگ کی رو سے مقرر ہوتا ہے۔ چونکہ چاندی بیحد گران ہے اور برطانیہ۔ فرانس۔ اٹلی وغیرہ کے سوداگرون کو ہنڈیون کی سخت ضرورت ہے۔ چونکہ وہ ہندوستان کا قرضہ ادا کرنے کے خواہان ہین اسوجہ سے شرح تبادلہ وسط ستمبر سے (۲۴) پنس مقرر کی گئی ہے۔

(۷) شرح تبادلہ کا اثر چیزون پر۔ اس بڑھی ہوئی شرح کا چیزون کے نرخ پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ ولایت کے دوکاندار پندرہ روپے (پونڈ) کی چیز کے دس روپے (جواب پونڈ کی قیمت تبادلہ ہے) نہین لیتے کیونکہ نقصان ہے۔ اس لیے انھون نے چیزون کے دام ڈیوڑھے اور دوگنے بڑھا دیے ہین۔ ادھر اس کا اثر کاشت کارون پر برا پڑیگا۔ کہ انکی پیداوار کے وہی دام وصول ہونگے۔ جو پہلے ملتے تھے۔ یوری اوّل مال دیکر ½ حصہ قیمت کم پائینگے۔

(۸) تعین نرخ حکام کی دسترس سے بعید ہے۔ چیزون کا نرخ تجارت کے خاص قوانین کے تابع ہے۔ اسوجہ سے اسکا تعین کوئی بادشاہ اور مدبر نہین کرسکتا اور نہ یہی قانوناً ایسا ممکن العمل ہے۔ جیسا کہ لاہور مین ایام مارشل لا مین دیکھنے مین آیا تھا۔ حکام نے حکم تو جاری کردیا۔ مگر باہر سے جو چیزین شہر مین آتی ہین۔ وہ انکے دسترس سے باہر تھین۔ دوکانداروں نے سزا کے خوف سے چندروز تو چیزین سرکاری ہدایت کے مطابق فروخت کین بعد ازان بڑی دقت پیش آئی۔ دوکانین بند کرکے بھاگ گئے۔ بازارون سے پہلے گندم پھر آٹا نابود ہوگیا۔ چند روز مین چاولون کی باری آئی جو بہت گران ہوگئے۔ اگر قانون کے رو سے چیزونکے نرخ کا تقرر ممکن ہوتا۔ تو برطانیہ۔ فرانس اور امریکہ جہان زبردست قومی حکومتین ہین۔ گرانی سے نجات حاصل کرلیتے۔ اسلیے یہ ظاہر ہے کہ گرانی اور ارزانی حکام کے ہاتھ مین نہین ہے اور نہ ان سے اس کے متعلق توقع رکھنا چاہیے۔ ابکی بارش بہت ہوئی فصلین عمدہ ہین۔ اسوجہ سے خوردنی چیزین سستی ہو رہی ہین۔ ادھر ولایت سے مال چلا آرہا ہے جب کثرت سے آجائیگا۔ تو لٹھہ خاصہ۔ اور ململ وغیرہ غیر ملکی اشیا بھی سستی ہوجائینگی۔ بلکہ اب ہو رہی ہین۔

گورنمنٹ نے شرح تبادلہ کا مسئلہ حل کرنے کو ماہرون کی ایک کمیٹی مقرر کرائی ہے جو غور کر رہی ہے۔ لیکن بین الاقوام تجارت کے پرانی حالت پر آتے ہی تبادلہ کی دقت بھی رفع ہو جائیگی۔ اور اس مین بہت عرصہ نہین لگے گا۔

جے۔ آر۔ راے۔ لاہور

آنریبل رائے شنکر سہائے صاحب مرحوم

کانپور کی پبلک لائف مین جو ممتاز درجہ ہمارے محترم بزرگ اور لیڈر پنڈت پرتھی ناتھ مرحوم کو حاصل تھا وہی قدر و منزلت راے شنکر سہائے صاحب کو نہ صرف جھانسی مین بلکہ سارے بندیلکھنڈ مین نصیب تھی۔ راے شنکر سہاے کے بعد اب کوئی ایک ایسا شخص بندیلکھنڈ مین نظر نہین آتا جسکو مسلمہ لیڈر کہا جاسکے اور جسکے اعلےٰ و ادنیٰ یکسان معتقد ہون۔ راے شنکر سہاے اُن بزرگون مین سے تھے جو اپنے قوت بازو سے ایک ادنےٰ درجہ سے ایک اعلیٰ درجہ تک پہونچ جایا کرتے ہین اُنھون نے انگریزی مین کوئی امتحان پاس نہین کیا تھا۔ فارسی کی لیاقت بھی معمولی تھی اور ہندی اور سنسکرت بھی تھوڑی جانتے تھے لیکن اپنی دیانت اور محنت کی بدولت وہ ایک معمولی اہلمد کی حیثیت سے ترقی کرتے کرتے قسمت جھانسی مین ممتاز ترین وکیل اور مسلمہ لیڈر ہو گئے۔ اور وہ درجہ حاصل کیا جو آج بندیلکھنڈ مین کسی اور کو نصیب نہین ہے۔ راے صاحب مرحوم کی ترقی اُن کی ذاتی کوششون اور محنت اور ذہانت کا نتیجہ تھی۔ وہ ہمت مردان مدد خدا کی ایک بدیہی مثال تھے۔ پچاس سال کی عمر مین محض ایک عزیز کے طعنہ سے ہائیکورٹ کی وکالت پاس کر لینا اُنکی محنت اور سرگرمی کا ایک معمولی کرشمہ تھا

خطۂ بندیلکھنڈ مین آج اُنکا کوئی جانشین نظر نہین آتا۔ کونسل مین اُنکی جگہ پُر کرنے کے لیے بیسیون اُمیدوار کھڑے ہوئے۔ لیکن اُنمین اور مرحوم مین کوئی نسبت نہین۔ حقیقت مین بندیلکھنڈ مین رائے صاحب سارے اصلاحی کامون کے مرکز تھے۔ اگر کوئی پولیٹیکل جلسہ کرنا ہوتا تو سب سے پہلے لوگون کی نگاہ رائے صاحب کی طرف پڑتی۔ جھانسی کی پولیٹیکل کانفرنس کو جو کچھ کامیابی نصیب ہوئی وہ رائے صاحب ہی

کے شبانہ روز محنت کا نتیجہ تھی آپکے اخلاق اور مروت سے جھانسی میں نوجوانون کا ایک
ایسا گروہ تیار ہوگیا ہے جو ملکی کامون مین خاطر خواہ دلچسپی لینے لگے ہین۔ سوشل
اصلاح مین مرحوم سب سے آگے تھے اور تعلیمی کامون کے لیے تو اُنکی زندگی کا بہت
بڑا حصہ وقف تھا۔ میکڈانل ہائی اسکول کے سکرٹری کی حیثیت سے اُنکی شاندار
خدمات کبھی فراموش نہین کی جا سکتی ہین۔ مرتے وقت تک اُنھین اُس اسکول
کے عالی شان بورڈنگ ہوس کی تکمیل کی فکر تھی۔ جھانسی مینوسپلٹی کے چیرمین
اور مقامی ڈسٹرکٹ بورڈ کے سکرٹیری کی حیثیت سے جو قابل تعریف کام اُنھون
نے کیا اُسکے لیے ہر کہہ ومہ اُنکا مداح ہے۔ آریہ سماج جھانسی کے روح رواں بھی
مرحوم ہی تھے۔ سماج کا وسیع مندر اُنھین کی کوششون سے تعمیر ہوا اور اسوقت وہ
سماج کے متعلق ایک کنیا پاٹھ شالہ کی عمارت تعمیر کرانے مین مصروف تھے۔ جو
افسوس ہے کہ ابھی ناتمام پڑی ہوئی ہے۔ غرض رفاہ عام کا کوئی ایسا کام نہ تھا جس
مین رائے شنکر سہائے صاحب سب سے آگے نہ ہون۔ اور اُن کی مدد اور کوشش
اُسمین شامل نہو۔ اُنکے اخلاق نے اُنکی مروت نے چھوٹے سے چھوٹے اور بڑے
سے بڑے شخص کو گرویدہ بنا لیا تھا۔ ہمنے خود دیکھا ہے کہ وہ کچہری سے تھکے ہوئے
پانچ بجے شام کو آئے ہین اور جھانسی کا ایک گنوار ومفلس باشندہ آکر اُن سے خواہان
ہوا ہے کہ وہ اُسیوقت اُسکے مکان کے موقع کو ملاحظہ کرلین کیونکہ مینوسپل بورڈ کے کسی
حکم کا وہ شاکی ہے۔ رائےصاحب کی مروت کا تقاضا تھا کہ وہ اسیوقت اسکے ہمراہ چلے گئے
اور موقع کو دیکھنے کے بعد کپڑے اُتارے۔ اِس قسم کے ایک نہین بیسیون چشمدید واقعات
ہین۔ جنھون نے رائےصاحب کو اتنا ہردلعزیز بنا دیا تھا۔ جسطرح وہ روپیہ کو کماتے تھے
اُسیطرح وہ صرف بھی کرتے تھے۔ فیاضی اُنکی طبیعت کا خاصہ تھا اور یہی وجہ ہے کہ اُنھون
نے اپنی وفات پر مختصر سی جائداد کے علاوہ اور کوئی سرمایہ نہین چھوڑا حالانکہ سب سے
سربرآوردہ وکیل کی حیثیت سے اُنکی آمدنی بہت خاصی تھی۔ مہمان نوازی اور خاطر
تواضع مین بھی مرحوم فرد تھے۔ خوش اخلاق اتنا جو ہر تھا اور طبیعت مین کچھ مذاق بھی تھا

اُنکے پاس گھنٹون بیٹھنے پر بھی آپکا جی اُکتا نہ سکتا تھا۔

نوجوانون کی امداد کرنا رائیصاحب اپنا فرض سمجھتے تھے۔ وہ اُن وکیلون مین نہ تھے جو یہ سمجھتے ہین کہ اگر اُنھون نے کسی دوسرے کو شریک کیا تو شاید مؤکل اُنکے ہاتھ سے نکل جاوے۔ اُنھون نے جھانسی کے بہت سے نوجوان اور ہونہار وکیلون کو اپنی امداد سے بڑا نفع پہونچایا۔ اور وہ اُنکے دُکھ درد مین اور خوشی اور راحت مین ہمیشہ شرکت کرتے رہتے تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ جس سے نوجوانون کا ایک گروہ اُنکے گرد جمع رہتا تھا۔ اور جو اُنکے ادنیٰ اشارہ پر مشکل سے مشکل کام بخوشی انجام دینے کو تیار رہتا تھا۔

رائیصاحب ایک ایسے شخص تھے کہ جن کی رعایا اور گورنمنٹ دونون کی نگاہ مین بڑی وقعت تھی۔ وہ صاف گو اور آزاد منش تھے اور سرکار کے سچے خیرخواہ ہوتے ہوئے رعایا کے حقوق کی ہمیشہ طرفداری مد نظر رکھتے تھے۔ بندیلکھنڈ کیطرف سے صوبہ کی کونسل کیلئے جب انتخاب کا وقت آیا تو قدرتاً لوگون کی نگاہ اُسی پر پڑی۔ گورنمنٹ کو جب جھانسی میونسپلٹی کے لیے ایک غیر سرکاری چیرمین نامزد کرنیکی ضرورت لاحق آئی تو بھی رائیصاحب کے ہی نام قرعہ پڑا۔

بندیلکھنڈ کے علاوہ صوبہ مین بھی رائیصاحب مرحوم کی ہر جگہ بڑی قدر و منزلت کیجاتی تھی کایستھ پاٹھشالہ الہ آباد کے وہ ایک ٹرسٹی تھے۔ صوبہ کی کایستھ برادری مین اُنکا ایک ممتاز درجہ تھا۔ دیانند اینگلو ویدک کالج سوسائٹی کے وہ پریسیڈنٹ تھے اور ڈی اے وی کالج کانپور کے قائم کرنے مین اُنھون نے بڑا نمایان حصہ لیا تھا۔

پبلک کامون کے لیے اُنھون نے اپنی تندرستی کی بھی پروا نہین کی۔ ایک دفعہ وہ ڈی اے وی کالج ڈپوٹیشن کے سلسلہ مین راقم کے ہمراہ اُورئی گئے ہوئے تھے۔ حالت یہ تھی کہ راستہ مین چلتے ہوئے کئی دفعہ غش آجاتا تھا۔ لیکن پھر بھی کام کو ختم کرکے ہی اُنھون نے دم لیا ایسی سرگرمی اور لگن بہت کم دیکھنے مین آتی ہے۔ کانگرس کے وہ بڑے حامی تھے اور یہانتک اُس صورت کہ جب کوئی خاص رکاوٹ ہو گئی ہو وہ ہمیشہ کانگرس اور پراونسل کانفرنسون کے

اجلاسون مین شریک ہوا کرتے تھے ۔ صوبہ کی کونسل مین بھی اُنھون نے اپنی رای دینے مین ہمیشہ رعایا کے حقوق کی محافظت کا بڑا خیال رکھا ۔ اور حکام کی ناراضگی یا رضاجوئی کی کبھی پروا نہین کی ۔

رائے صاحب ہمارے درمیان مین اب نہین ہین لیکن کاش ہم اُنکے زندگی سے کچھ سبق سیکھین اُنکی طرح ہمارے نوجوان بھی اپنے اوپر بھروسہ کرنیکی عادت پیدا ہو ۔ انکا سا اخلاق مروت اور فیاضی ہم سب کا خاصہ بنے ۔ اُن کی طرح ہم نیک کامون مین دلچسپی لینا سیکھین اور اپنے شہر یا اپنے ملک کو اس سے کچھ بہتر بنا جاوین جیسا ہمنے پایا تھا ۔ اور مرتے وقت ایک ایسا نام چھوڑ جاوین کہ جسے لوگ عزت اور فخر کے ساتھ لین اور ہمین یاد کرکے دو آنسو بہائین ۔

جوالا پرشاد

آیندہ سال سے زمانہ مین کئی خصوصیات کا اضافہ ہو رہا ہے رنگین تصاویر کا سلسلہ از سرِ نو شروع ہوگا ۔ مضامین مین ترقی کی خاص کوشش ہو رہی ہے اور رسالہ کا حجم بھی بڑھ جائیگا ۔ ادبی مضامین کے علاوہ بعض اہم ملکی مسائل پر بھی خاص مضامین شائع کرنے کا بندوبست کیا گیا ہے

غرض جنوری ۱۹۲۰ء سے رسالہ زمانہ غیر معمولی آب و تاب سے شائع ہوگا ۔ براہ کرم اب آپ اِسکے توسیع اشاعت کی طرف توجہ فرمائیے ۔ آپ چاہین تو اپنے علم دوست احباب مین دو تین اصحاب کو ضرور رسالہ کا خریدار بنا سکتے ہین ۔

ہم کو اُمید ہے کہ آپ اس بارے مین ضروری کوشش سے دریغ نفرمائینگے جنوری کا پرچہ ۷ - جنوری ۱۹۲۰ء تک شائع ہو جائیگا ۔
شائقین اپنی درخواست جلد بھیجین ۔

منیجر زمانہ

رذالت اور فیاضی

(ایک قصہ)

(۱)

کلکتہ کے ایک مشہور دولتمند خواجہ بدیع الزمان کے ایک لڑکی انارکلی تھی۔ جب انارکلی نے پندرھوین برس مین قدم رکھا تب بھی بدیع الزمان کو اُسکی شادی کے متعلق خاموش دیکھکر لوگون کو تعجب ہوا۔ لوگ خواہ انارکلی کی خوبصورتی خواہ خواجہ کی دولتمندی کیوجہ سے روزانہ خواجہ کے پاس انارکلی کی شادی کے لیے مختلف پیغام پہونچاتے۔ مگر اُن کا کوئی نتیجہ نہوتا نئے فیشن کے سانچے مین ڈھلے ہوئے بڑے بڑے مالدارون سے لیکر بیرسٹرون تک مین سے کسیکی بھی کمی نہ تھی۔ لیکن یہ سب ایک ہی مایوسانہ جواب کو پاکر واپس جاتے۔

خواجہ صاحب کے اسطرح مطمئن رہنے کا سبب تھا۔ دولت کی کمی نہ تھی اُسپر طرہ یہ کہ یہی ایک لڑکی تھی۔ جو دس لاکھ روپیہ مال و متاع کی مالک تھی۔ اسلیے اُنکو دولتمند داماد کی طمع نہ تھی اُنھون نے اپنے ایک مرحوم دوست کے لڑکے دلدار سے انارکلی کی شادی کرنیکا فیصلہ کرلیا تھا اور بی۔ اے کی کامیابی کے بعد شادی کرنیکا وقت بھی مقرر کرلیا تھا۔

دلدار کے ساتھ شادی ہونیکے بعد انارکلی انھین کے پاس رہیگی صرف اس ایک ہی سبب سے خواجہ انارکلی کا تعلق دلدار کے ساتھ کرنا نہین چاہتے تھے۔ بلکہ عالم طفولیت ہی سے دلدار اور انارکلی مین ایک قسم کی دلکشش قائم ہوگئی تھی۔ اسلیے یہ بات بھی اس فیصلہ کا سبب تھی یہ کشش بھی روزانہ ترقی عمر کے ساتھ ساتھ ایک بااصول طریقہ سے ترقی پکڑتی جاتی تھی جو خواجہ کی تیز نگاہون سے مخفی نرہ سکتی تھی اسلیے اُنھون نے انارکلی کی دلدار ہی کے ساتھ شادی کرنا طے کرلیا تھا۔

دلدار۔ اپنی کتابونکے پڑھنے کیوقت اکثر سوچا کرتا تھا کہ کب اِن کتابون سے گلو خلاصی ہوگی کب وہ پیاری پیاری معشوقہ کو پاکر اپنی نئی زندگانی شروع کرسکے گا۔ انارکلی بھی

اپنے سینے پرونے کے کاموں مین آنکھین لگائے سوچا کرتی کہ کب وہ دن آئیگا جب وہ اپنی محبت کی مورت کو پاکر اُسکے قدموں پر آزادانہ طریق سے دل و جان نثار کر سکے گی۔

اِسی سال کلکتہ مین چیچک کی بڑی یورش ہوئی امتحان سے فارغ ہوکر دلدار گانون مین اپنے کسی ایک دوری عزیز کے یہان مقیم تھا کہ ایک دن دلدار کو خواجہ صاحب کا ایک خط ملا جسمین لکھا تھا کہ انارکلی کو دو دن سے چیچک نکلی تھی۔ لیکن پروردگار عالم نے فضل کیا کہ کسی طرح اُسکی جان بچگئی۔ یہ خط پاکر دلدار کلکتہ آیا۔ اور انارکلی کو دیکھنے گیا۔ دیکھتے ہی کانپ اُٹھا۔ بس صرف جان ہی بچی ہے اور سب برباد ہوگیا! نہ وہ حسن ہے نہ وہ ملاحت ہے۔ رنگ و روپ تک زائل ہوگیا۔ بلکہ جسم کا سانچہ تک بدل گیا۔ اللہ اکبر چیچک کا داغ اور اسکا چہرہ۔ گلاب کا پھول اور القطرے کا چھینٹا۔

انارکلی کی یہ حالت دیکھتے ہی دلدار کی آنکھوں مین آنسو بھر آئے۔ بولا تم اچھی ہوگئی ہو۔ یہی ہم لوگون کی تقدیر کی خوبی ہے۔

گھر واپس آکر رات کو آرام کرنیکے بجاے دلدار بحر تفکر مین غوطہ کھانے لگا۔ اِسکا کمزور دل آئندہ آنیوالے واقعات کے خیال سے ہر لحظہ و منٹ مضمحل ہوتا جاتا ہے۔ انارکلی کی حالت کے خیال سے آنکھین ڈبڈبا جاتی ہین دل توہمات سے پُر ہوجاتا ہے غور کرنے لگتا ہے کہ ایسی حالت مین انارکلی سے کیسے شادی کیجا سکتی ہے! اِسکا داغدار چہرہ اور اِسکی مکروہ صورت کی تمام عمر کیسے تاب لائی جاسکتی ہے۔ یہ بالکل غیر ممکن ہے۔

انارکلی کے پاس بڑی دولت ہے! ہو۔ دولت کے لیے جان آفت مین نہین ڈالی جاسکتی اگر کسی کا چہرۂ بشاش اور روے روشن ہمیشہ نظرونکے سامنے رہے تو افلاس کی جھونپڑی مین بھی باآرام و آسایش زندگی بسر ہوسکتی ہے۔

مگر اِس مد و جزر مین انارکلی سے بیوفائی کا خیال اُسے سخت بیچین کردیتا تھا۔ وہ سوچتا تھا کہ وہ کیا خیال کریگی اُسکے دل مین کیسی کاہش پیدا ہوگی! لیکن پھر دل کی اصلی حالت کو پوشیدہ کرکے انارکلی سے شادی کرنا بھی مکاری اور دغا بازی ہے اور یہ ایک نہایت ذلیل بات ہوگی۔

اسی خیال سے دلدار نے انار کلی کے گھر جانا اور اُس سے ملاقات کرنا بھی رفتہ رفتہ کم کر دیا۔ اگر کبھی انار کلی سے ملاقات ہو جاتی تو اُن دونوں میں ایسی مختصر بات چیت ہوتی کہ وہ نہ ہونے کے برابر تھی۔ اِن باتوں سے آخر دلدار کی دلی کدورت ظاہر ہی ہو گئی۔ انار کلی تو اسے پہلے ہی تاڑ گئی۔ مگر خواجہ سے بھی یہ راز عرصہ تک پوشیدہ نہ رہ سکا۔

خواجہ اپنے کمرہ میں ہی بیٹھے سگریٹ پی رہے تھے۔ اِتنے میں دلدار نے آکر پوچھا آپ نے مجھے بلایا ہے۔ سگریٹ ہاتھ سے رکھ کر خواجہ نے کہا ہاں۔ تمھارا امتحان ہو گیا ہے۔ اب شادی کی تاریخ مقرر ہو جانا چاہیے۔

دلدار نے اِدھر اُدھر دیکھ کر اُسکی طرف سر جھکا کر کہا۔ اچھا۔ تو اِسکے قبل چچا صاحب کی رائے بھی ایک مرتبہ لے لینا چاہیے۔

خواجہ کی آنکھیں انگارہ کی طرح سُرخ ہو گئیں۔ بولے "اتنے دنوں سے تم میری لڑکی کو ذلیل کر رہے ہو۔ کیا اِسکے لیے کبھی آپ نے اپنے چچا سے رائے لینی کی ضرورت سمجھی تھی؟ اب چچا سے مجھے رائے لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تمھارے چچا اگر میرے قدموں پر بھی آکر سر رکھدیں تب بھی اب میں تم ایسے تلون مزاج آدمی کے ہاتھ میں اپنی لڑکی کا ہاتھ نہ دوں۔ شادی کے بعد اگر میری لڑکی کے چیچک نکلتی تو تم ایسے ذلیل آدمی کے ساتھ پڑکر اُسکی کیا حالت ہو جاتی۔ خدا نے مجھے بچایا۔ جو قبل از وقت میں نے تم کو پہچان لیا۔ اب تم یہاں سے نکل جاؤ۔ پھر کبھی اس گھر میں قدم نہ رکھنا۔

دلدار متوحش ہو کر چلا گیا۔

دو مہینے کے بعد دلدار نے یاسمن سے شادی کر کے یہ ثابت کر دیا کہ خواجہ کا شک و شبہ بے اصل نہ تھا۔

(۲)

یاسمن سے شادی ہونیکے بعد پانچ برس کا طویل وقت گذر گیا۔ اِس درمیان میں زمانہ نے بہتیرے رنگ بدلے کتنے پیدا ہوئے اور کتنے مر بھی گئے۔ کتنی ہی شادیاں ہوئیں اور کتنی ہی عورتیں بیوہ ہو گئیں۔ غرض خواجہ کا انتقال ہو گیا۔ بدنصیب

انارکلی کی شادی بھی ہوئی اور بیوہ بھی ہوگئی - دلدار دولت کی کمی اور کافی خرچ کے نہ فراہم ہونے کی وجہ سے خانہ داری کے معاملات بمشکل چلا رہا ہے -

ایک ولایتی تاجر کے دفتر مین اسکو سو روپیہ ماہوار ملتے ہین - لیکن فضولخرچی کا جو علم اُسے معلوم ہے اُسکے سامنے سو کیا ہزار کی بھی کوئی حقیقت نہین ابھی مہینے کے پچیس روز باقی ہین اور پچیس روپیہ بھی ہاتھ مین نہین ہین -

یاسمن گھبرا اٹھتی ہے - خانہ داری کے انتظامات چلائے نہین چلتے پھر بھی اُسے چلانا ہی پڑتا ہے - کیسا سخت معمہ ہے - اُسے جو حل کرتا ہے - وہی جانتا ہے - مگر اسپر بھی یاسمن کی بشاشت اور اُسکے چہرہ کی رونق نہین جاتی اسکا چہرہ کبھی نہین کمھلاتا - وہ اپنی ریاض اور کفایت شعاری کے بدولت جو کچھ بھی جمع کرتی ہے - اسکا دس گنا اُسکا شوہر بغیر سوچے سمجھے اُڑا دیتا ہے - پھر بھی یاسمن کا چہرہ باوجود اس سخت تکلیف دہ مفلسی کے ہر وقت سرسبز و شاداب رہتا ہے -

لیکن جب ناداری اور مفلسی سے آزردہ ہوکر اپنی خلقی کمزوری کیوجہ سے دلدار کہتا ہے کہ اگر انارکلی کے ساتھ میری شادی ہوئی ہوتی تو آج مین روپیہ کے لیے متفکر ہوتا فرش پر بیٹھکر میدان کی ہوا کھاتا - تو اُسوقت اِس دلشکن الفاظ سے یاسمن کی آنکھون مین آنسو آجاتے ہین جسم و جان پر کھیل کر خانہ داری کے انتظامات کو چلانا اُسے فضول سا معلوم ہونے لگتا ہے - پر وہ کیا کرے - تمام ساز و سامان ذیبر زیورات کے دیدینے کے بعد بھی شوہر اگر اپنی فضولخرچی کے سبب ہر وقت اسکا دست نگر رہے تو اسمین اسکا کیا قصور -

دلدار یاسمن کو دلی صدمات پہونچانے کی غرض سے انارکلی کے روپیون کا تذکرہ نہین کرتا تھا - بلکہ اپنے بے زری کیوجہ سے اُسے انارکلی اور اُسکی لا انتہا دولت کی یاد آئی تھی - ہان اسمین اکثر طنز و طعن کی رنگ آمیزی ضرور ہوجاتی ہے اور یہی بات یاسمن کو شاق ہوتی ہے -

کیا اب دلدار کی پہلی رائے پلٹ گئی ہے - کیا اب وہ خیال کرتا ہے کہ وہ اغنیاسے جھجک ہوتے ہوئے بھی وہ انارکلی کے ساتھ آرام و آسائش کیساتھ زندگی بسر کرسکتا تھا ہان

بشرطیکہ ان بدنما دھبوں کے ساتھ زردبیہ کی افراط ہو۔

جب دلدار کی یہ روش اسکی حالت اور لب ولہجہ سے ظاہر ہونے لگتی ہے۔ اسوقت بچاری یاسمن کا دل پاش پاش ہوجاتا ہے اور انارکلی پر وہ اسوجہ سے حسد کرنے لگتی ہے کہ تمام زندگی وقف کرنے کے بعد بھی وہ شوہر کو خوش نہیں کرسکی انارکلی محض دولت کے زور سے اسکے شوہر کے دل کو کھینچتی ہے۔

محبت اور زندگی کا وقف کرنا کوئی چیز نہیں۔ اُسکا شوہر تو روپیوں کو سب کچھ سمجھا ہے۔ لیکن وہ جسے سب کچھ سمجھتا ہے وہی اسکی فضول خرچی کے سبب سے کسیطرح اُسکے پاس نہیں ٹھہرتا۔ آخرکار اسی فکر کی وجہ سے رفتہ رفتہ یاسمن کا وہ ماہتاب سا روشن چہرہ صبح کے چاند کے مانند آہستہ آہستہ ماند ہونے لگا۔ اور اُسکی روشنی گھٹنے لگی۔

(۳)

آخرکار ایک روز یاسمن بستر علالت پر پڑ گئی۔ اور اس کے شکم میں سخت درد اٹھا اور ساتھ ہی بخار کی بھی شدت ہوئی۔ پانچ سال سے دلدار جس چہرہ کو بشاش و بارونق دیکھتا تھا۔ آج وہ محزون واداس ہے۔ شوہر کے خوش و مطمئن کرنے کے لیے جب یاسمن کے اس اداس و محزون چہرہ پر کبھی ذراسی دیر کے لیے بجلی کی چمک کی سی روشنی نمودار ہوجاتی ہے تو دلدار کا رنگ فق ہوجاتا ہے۔ چہرہ زرد ہوجاتا ہے کہ ہائے اب کاہیکو یہ روشنی دیکھنی نصیب ہوگی۔ یاسمن اب نہ بچے گی۔ اسکی تکلیف نما زندگی۔ انتظام خانہ داری کی آلجھن کیسے دور ہوگی۔ اگر یہ گلاب کا پھول تپ کی زہریلی ہوا سے مرجھاکر زیر خاک ہوا تو یہ خطرناک زندگی کسکے سہارے پر گذرے گی اور زندگی کا کیا سہارا باقی رہیگا!

متوحش دلدار، فوراً ڈاکٹر کو بلالایا۔ ڈاکٹر نے مریض کو دیکھ کر کہا۔ مرض مہلک ہے پیٹ کے اندر پھوڑا ہے۔ آپریشن کرنا پڑے گا۔ اگر آج آپریشن نہ ہوسکے تو کل ضرور ہونا چاہیے۔

معاملہ دوسرے ہی روز پر رہا۔ دلدار نے ڈاکٹر سے دریافت کیا کہ چیر پھاڑ

ین کسقدر صرف ہوگا۔ واقعی مفلس کو سب سے پہلے خرچ ہی کی یاد پڑتی ہے۔ ڈاکٹر نے کہا۔ آپریشن وغیرہ بعد کے علاج کا خرچ ملاکر تقریباً پانچسو روپیہ ہوگا اور اسیقدر انتظام بھی تب کیجیے۔

تین روز کے بعد اختتام ماہ پر تنخواہ ملیگی۔ اسوقت تمام اخراجات بند کر کے آپریشن تو کرالیا جاویگا لیکن پانچسو روپیہ کا انتظام کیسے ہوگا۔ گھر مین تو پانچ روپیہ بھی نہین ہین۔ اور نہ کوئی چیز بھی ایسی ہے۔ جس کے بدلے پچاس روپیہ بھی مل سکین۔

ڈاکٹر نے کہا کہ کل صبح سول سرجن صاحب کو لانا پڑیگا۔ وہ ان آلات کا جن کی کرضرورت پڑے گی۔ انتظام کردینگے۔ استعمال ۲ بجے کے قریب کیا جائیگا۔

رات مین دس بجے۔ دلدار مجبور و محزون ہوکر یاسمن کے پاس آ بیٹھا۔ تمام دن دوستون کے پاس قرض کے لیے دوادوش کی۔ مگر سب کی سب فضول گئی۔ مطلب پورا نہ ہوا۔ پانچسو روپیہ تو درکنار پچاس دینے پر بھی کوئی رضا مند نہوا۔ کسی نے جھوٹی باتین بنائین۔ کسی نے صفائی کے ساتھ دو چار کھوٹی کھری سُنائی۔ کسی نے کہا نہ دینگے۔ ایک نے کہا عورت اسقدر سخت علیل ہے۔ زیورات صندوق مین مقفل رکھ کیا کرینگے۔ آج کل خالی ہاتھون کوئی بھی روپیہ پاتا ہے (دلدار دل ہی دل مین سوچتا ہے کہ اگر آج وہی میرے پاس ہوتا۔ تو کیا مین اس طرح در در گدائی کرتا پھرتا) تم تو صرف یہی جانتے ہو کہ روپیہ کسطرح وصول ہوگا۔ اور ایک عزیز جان روپیہ کے نہونے سے رفتہ رفتہ موت کے منھ مین جارہی ہے۔ مگر تم ایسے سنگدل ہو کہ ذرا بھی متاثر نہین۔

دلدار کا ہاتھ اپنے نازک ہاتھون مین لیکر یاسمن نے کہا۔

دن بھر کہان رہے؟

روپیون کی تلاش مین گیا تھا۔

کتنے روپیون کی ضرورت ہے؟

پانچسو

ہائے ؟

نہیں -

دلدار کا ہاتھ آہستہ سے دبا کر یاسمن بولی - اچھا ہوا - اتنے روپیہ لگاکر کیا کروگے اگر زندگی ہے تو مین یون ہی اچھی ہوجاؤن گی -

یاسمن کی باتین سنکر دلدار کی آنکھین ڈبڈبا گئین - سوچنے لگا کہ یہ پاک سیرت یاسمن نہ بچائی جاسکے گی کیا یہ یون ہی اُٹھ جائیگی - یہ سوچتے سوچتے دلدار کی آنکھون سے دو قطرہ اشک یاسمن کے رخسارون پر ٹپک پڑے -

یاسمن نے دلدار کے چہرہ کیطرف دیکھ کر محبت آمیز لہجہ سے کہا - تم لڑکپن مت کرو - کسیکے کہنے مین آئے ہو - ڈاکٹر یون ہی کہا کرتے ہین - انکی باتو پر کوئی اعتبار کرتا ہے تم روزانہ اپنے قدمون کی خاک میرے سر پر ڈال دیا کرو - میرا مرض دور ہوجائیگا -

یاسمن کی باتین سُنکر دلدار اور بھی بے چین ہوگیا - صرف قدمون کی خاک ڈال کر تمہارا مرنا دیکھونگا ! ! یاسمن - کبھی نہین ! روپیون کی ضرورت ہے - روپیہ چاہے جیسے ملے - روپیون کا بندوبست کرنا ہے - ضرور کرنا پڑیگا -

اِنھین تصورات مین تمام شب بے چین رہا - نیند نہین آئی - سویرے اُسے ایک تدبیر سوجھی - انارکلی سے ایک بار روپیہ مانگنے مین کیا حرج ہے - گو اُس سے بہت بُرے اخلاق سے پیش آیا ہون - اور اب اس سے روپیہ کا مانگنا سخت رذالت ہے بے شرمی ہے - کمینہ پن ہے - پر کیا کیا جاسے - غرض منہ بار ڈالا - دوسری تدبیر ہی نہین - یاسمن کی جان بچانے کے لیے مین اسوقت تمام ذلت - رسوائی اور بے شرمی اُٹھانے کے لیے تیار رہون -

یہ سوچکر دلدار نے اُسی وقت انارکلی کے نام ایک خط لکھا اور اُسکے گھر بھیجدیا -

ایک ہی گھنٹہ کے بعد انارکلی کا نوکر لفافہ مین جواب لیکر آیا - دلدار نے لفافہ کھولا - دیکھا خط کے ساتھ پانچسو روپیہ کا چک ہے اور لکھا ہے کہ آپ کی زوجہ کی علالت کی خبر سے مجھے سخت تکلیف ہوئی - آپ نے ذراسی بات کے لیے ناحق اسقدر زحمت اُٹھائی اور مشوش ہوسے اسکی کوئی ضرورت نہ تھی - روپیہ آپکے گھر مین ہے ہینڈنوٹ

یا دستاویز کی کوئی ضرورت نہین۔جب آپکو سہولت ہو دیدیجیے گا براہ مہربانی آپریشن ہو چکنے
بعد مریض کی حالت سے فوراً اطلاع دیدیجیگا۔مین سخت بےچین ہون۔
یہ خط پڑھ کر۔دلدار انارکلی کے فیاضی سے بہت متاثر ہوا اور اُسکے
آنکھون مین آنسو بھر آئے۔اور بولا۔انارکلی تمھارا باطن اسقدر صاف ہے۔تمھاری
فیاضی اتنی بڑی ہے۔مجھ ایسے ذلیل پر تمھاری یہ عنایت۔
یاسمن کے پاس جاکر دلدار نے نہایت خوشی کے ساتھ کہا۔یاسمن اب کوئی فکر
نہین ہے۔روپیون کا انتظام ہوگیا۔یاسمن تعجب آمیز نگاہ سے شوہر کی طرف دیکھ کر
بولی کیسے ہوا۔
چک دکھا کر۔دلدار نے کہا آج سویرے اور کوئی تدبیر کارگر ہوتے نہ دیکھ کر
مین نے روپیون کے لیے انارکلی کو خط لکھا۔سو اُسکا نوکر ابھی ابھی یہ چک اور اُسکا
ایک خط دے گیا ہے۔خط پڑھنے لگا۔
یاسمن کچھ دیر تک تو دلدار کے چہرہ کی طرف حیرت انگیز نگاہ سے دیکھتی رہی
پھر۔بہتر! کہکر کروٹ بدل لی اور سوگئی۔
یہ بات یاسمن کے قلب نازک پر تیر کیطرح لگی۔سوچنے لگی کہ آخر مین انارکلی کے
روپیون کی مدد لینی ہی پڑی۔اگر اس ذلت کے بعد مین اس سخت مرض سے مخلصی بھی پاگئی
تو تمام زندگی مجھے انارکلی کا مقروض و احسان مند رہنا پڑیگا۔اور اس نئی بیاری سے
تاحیات مخلصی نہوگی۔دلدار بات بات پر انارکلی کے روپیون کا تذکرہ چھیڑکر طعنہ زنی کریگا۔
اور مجھے تمام باتین خاموشی کے ساتھ سُننی پڑینگی۔قرض کی ادائگی کے بعد بھی کسیطرح
اس سے گلوخلاصی نہوگی۔شوہر کی زبانی اس کے اس احسان کے آوازے جو اُسکی
فیاضی سے شوہر کے دل پر قائم ہوگئی ہین سُننے ہی پڑینگے۔یہ سوچتے سوچتے یاسمن کا
دل بھر آیا۔آبدیدہ ہوگئی۔آنکھون سے آنسو ٹپکنے لگے اور کہنے لگی ایسی زندگی سے کیا فائدہ
کیا آرام اس سے تو مرنا ہی بہتر ہے۔

(۴)

نو بجے سول سرجن صاحب آئے۔ یاسمن کو دیکھ کر بولے۔ پیٹ مین ایک نہین کئی پھوڑے ہوگئے ہین۔ کل کے اپریشن نہ ہونے کی وجہ سے حالت نازک ہوگئی۔ اب آپریشن بہت مشکل ہوگیا ہے۔ دو اور سول سرجن رہینگے۔ تین معمولی ڈاکٹرون کی ضرورت ہو۔ اسکے علاوہ ایک مس سرجن اور دو دائیان ہونگی اور دوا وغیرہ کا خرچ اسکے علاوہ فرض اب ہزار روپیہ سے زیادہ صرف ہونگے۔ سول سرجن نے ڈاکٹر سے کہا۔ شام کو دو بجے سب آجائین۔ سامان۔ فہرست کے موافق تیار رہے۔ دلدار کی طرف مخاطب ہوکر بولے بابو مجھے پوری اُمید ہے کہ تمھاری وائف اچھی ہوجائیگی۔

ڈاکٹرون کے چلے جانیکے بعد دلدار سر پہ ہاتھ رکھکر بیٹھ گیا۔ باقی روپیہ کا انتظام کیسے ہوگا؟ ڈاکٹرون کی گفتگو کے وقت وہ بالکل خاموش تھا۔ اور خاموش نہوتا تو کرتا کیا۔ وہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ یاسمن مرے یا جیئے۔ آپریشن و ڈاکٹری کی ضرورت نہین۔

چار بجے جب ڈاکٹر صاحبان آکر سر پر سوار ہونگے اُسوقت مین کہکر اُنھین واپس کرون گا۔ اور اگر واپس نہ کرونگا تو اُنکی فیس کہانسے ادا ہوگی۔ یاسمن کیا تمنے مرنے کی قسم کھائی ہے؟ کیا تمھاری زندگی کسیطرح بچائی نہین جاسکتی۔ دلدار ان تردداتسے پریشان ہوگیا۔ سوچنے لگا۔ اب کیا ہوگا۔ اب کون سی تدبیر ہے۔ کیا انارکلی سے اور روپیہ مانگون؟ نہین ہرگز نہین۔ یہ اور بھی زیادہ بے حیائی ہے بے شرمی ہے۔ مانگنے سے جو دیتا ہے ہمیشہ اُسی سے نہین مانگا جاتا۔ انارکلی خیال کرے گی کہ اس کے طمع کا دروازہ کھل گیا۔ اسکے لالچ کی کوئی حد نہین ہان اگر پہلے ہی یہ بھی مانگتا تو اور بات تھی۔ اب نہین مانگونگا۔ مگر پھر کیا ہوگا؟

اسی عرصہ مین دلدار کی نگاہ انارکلی کے چیک جا پڑی۔ دیکھا اسمین صفت ہندسون مین ۵۰۰ لکھا ہے لفظون مین نہین اب اس ایک نئے خیال نے دلدار کے دماغ مین جگہ پائی کہ ۵۰۰ کے آگے ایک صفر بڑھاکر ۵۰۰۰ بنا دینے مین کیا حرج ہے جلسازی ہوگی۔ لیکن یاسمن کے بچنے کی فکر بھی ضروری ہے۔

اس خیال نے دلدار کے دماغ مین بتدریج اثر پیدا کرنا شروع کیا جعل ضرور ہے۔ گناہ بیشک ہے۔ لیکن کیا ایک جان بچانے کیلیے یہ گناہ قابل معافی نہین ہے؟ پانچہزار روپیون مین سے جسقدر ضروری ہین لیکر باقی انارکلی کو واپس کرونگا۔ واپس کرتے وقت ہاتھ پیر جوڑکر معافی مانگ لینے سے کام چل جائیگا۔ انارکلی سخی عورت ضرور معاف کردیگی۔

میز پر قلم دوات تھی ہی۔ گویا کسی نے قلم اٹھاکر دلدار کے ہاتھ مین دیدیا۔ اور دلدار کا ہاتھ تھام کر قلم دوات مین ڈوبا دیا اور چشم زدن مین دلدار کیا دیکھتا ہے کہ ۵۰۰ کا چک ۵۰۰۰ کا ہوگیا۔

اسوقت دلدار خوف زدہ ہوگیا مگر کرے کیا۔ اب یا تو وہ پانسو بھی جاتے ہین اور چک چاک کرکے زمین پر پھینکنا پڑتا ہے۔ یا جعلی چک لیکر بنک جانا پڑتا ہے۔

دلدار متردد ہے مخوف ہے۔ گناہگار ہے شرم دامنگیر ہے۔

تقریبًا ۱۱ بجے دلدار لورپول بنک مین پہونچا۔ چک بھنانے کے کمرہ کے سامنے کھڑا ہوگیا۔ اسوقت اسکی حالت ایسی ہورہی تھی۔ گویا خواب دیکھ رہا ہے۔ یا کسی خیال مین محو ہے۔ غرض تھرتھراتے ہوے ہاتھون سے دلدار نے چک خزانچی کے ہاتھ مین دیدی۔

خزانچی نے الٹ پلٹ کر اچھی طرح سے اسکو دیکھا۔ پھر دلدار کے چہرہ کو دیکھ کر کہا۔ یہ ٹکٹ لیجیے اپنے چک کی رسید مین پانچ منٹ کے اندر آیا ذرا تکلیف تو ہوگی مگر براہ مہربانی کھڑے رہیگا۔

خزانچی اس چک کو لیکر منیجر کے پاس گیا اور چک کو اُسکے ہاتھ مین دیکر کہا مجھے اس چک مین شبہ ہے پانچہزار کا آخری صفر کسی دوسرے کے ہاتھ کا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ روپیہ کی تعداد لفظون مین بھی نہین لکھی ہے۔

منیجر نے چک کو بغور دیکھکر مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ روپیہ اس طریقہ سے مت دو۔ جسنے چک دیا ہے اس سے کہدو کہ ایک گھنٹہ کے بعد آئیے روپیہ ملین گے۔ اتنے مین تم انارکلی بیگم کے گھر جاکر دکھالاؤ!

خزانچی نے دلدار سے کہا۔ آپکے چک کے روپیہ نکلنے مین ایک گھنٹہ کی دیر ہے۔ براہ مہربانی آپ ایک گھنٹہ کے بعد تشریف لائیے۔

دلدار کا چہرہ فق ہوگیا۔ رنگ اُڑگیا۔ پاؤں میں تھرتھراہٹ پیدا ہوگئی۔ دل ہلنے لگا۔ سوچنے لگا کہ ایک گھنٹہ کی دیر ہے۔ تو کیا انھوں نے جلسازی بھانپ لی اب کیا تھا کاٹو تو بدن میں خون نہیں۔ کسے معلوم کہ مقدر میں کیا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اب یہاں سے گھر لوٹنا ہوگا۔ یا حوالات کی ہوا کھانی ہوگی۔ اسکے بعد اخبارون مین میرے قصہ درج ہوکر تمام دنیا مین مشتہر ہونگے۔ بدنصیب یاسمن کے لیے موت سے علاوہ کوئی دوسرا چارہ نہ ہوگا۔

دلدار کی حالت کو دیکھ کر خزانچی کا شک اور بھی زیادہ ہوگیا۔ وہ فوراً کرایہ کی گاڑی کرکے انارکلی بیگم کے مکان پر جا پہونچا۔ کاغذ کے ایک ٹکڑے پر لکھا۔ مین لورپول کے بنک سے آیا ہون۔ آپ سے ایک ضروری بات دریافت کرنا چاہتا ہون۔ براہ مہربانی آپ تھوڑی سی تکلیف گوارا فرمائین۔

کاغذ لیکر ایک ملازم انارکلی بیگم کے پاس گیا۔ کاغذ پڑھکر بیگم صاحبہ نے کہا بابو کو یہین بلالو۔ خزانچی نے آکر نہایت عاجزی سے عرض کیا۔ آپکو تکلیف دی معاف فرمائیے گا۔ بات ذرا پیچیدہ تھی اسلیے ٹالی نہین گئی۔ چک دیکھ‌‌ئیے۔ دیکھیے کیا یہ چک ٹھیک ہے؟

انارکلی بیگم چک کو دیکھتے ہی تھرا اُٹھی۔ مگر اُسیوقت سنبھل کے بولی آپ کے بنک مین یہ چک کون آدمی لایا ہے؟

خزانچی۔ ایک جنٹلمین آدمی ہین عمر تقریباً تیس۳۰ سال ہوگی۔ رنگ صاف ہے۔ سونے کی کمانی کا چشمہ لگائے ہوے ہین۔ فرنچ کٹ داڑھی ہے صورت سے شریف آدمی معلوم ہوتے ہین۔

انارکلی بیگم نے کہا ہان سمجھ گئی۔ یہ چک ٹھیک ہے کوئی کسر نہین ہے آپ اب عرصہ نہ کرین روپیہ انھین دیدین۔ انھین روپیون کی اشد ضرورت ہے۔ اُن کی بیوی علیل ہے۔ آج اسکا آپریشن ہے۔

خزانچی نے کسیقدر شرمندہ ہوکر کہا مجھے معاف فرمائیگا۔ پنجزار کا

آخری صفر مشکوک دیکھکر ہملوگون کو شبہ ہوا۔ اس کے علاوہ لفظون مین پانچہزار نہین تھا۔ لہذا ایسی مشکوک حالت مین ہم لوگون کا فرض منصبی تھا کہ آپکی صلاح لین۔

انار کلی بیگم نے تجاہل عارفانہ سے کہا۔ آپ نے اچھا کیا۔ معلوم ہوتا ہے آخری صفر لکھتے وقت میرا ہاتھ کانپ گیا مین اب ٹھیک کرکے لکھے دیتی ہون۔

انار کلی بیگم نے صاف صاف چک پر لکھدیا پانچہزار

خزانچی بنک مین واپس آئے۔

ایک گھنٹہ کے بعد دلدار بھی وحشی کیطرح چک بھنانے والے کمرہ کے سامنے آکر کھڑا ہوا۔ خوف سے زبان اینٹھی جاتی تھی۔ لیکن سنبھل کر بولا۔

میرے روپیے۔

خزانچی نے اٹھکر جلدی سے کہا۔ اپنے روپیے لیجیے۔ ہزار ہزار کے یہ چار نوٹ ہین اور یہ ایک ہزار کا خوردہ اسکے بعد اُسنے اپنی صفائی پیش کرنیکی غرض سے کہا۔ آپ جانتے ہین کہ اصل بات کیا ہوئی؟ آپکے چک مین پانچہزار آخری صفر مشکوک دیکھکر ہم لوگون کو شک پیدا ہوا۔ اسلیے چک دکھانے کی غرض سے انار کلی بیگم کے مکان پر گیا تھا۔ اسی وجہ سے آپکے روپیہ ملنے مین اسقدر عرصہ ہوا۔ نہین تو ہمارے بنک مین روپیہ کے ملنے مین ذرا بھی عرصہ نہین ہوتا۔

دلدار نے صفائی سے پوچھا۔ اُنھون نے کیا کہا۔

خزانچی۔ اُنھون نے کہا چک صحیح ہے۔ اسکے بعد چک پر اُنھون نے اچھی طرح پانچہزار روپیہ لکھدیا۔ لیکن ہم لوگون کا شک بیجا نہ تھا۔ اُنھین یہ بات آخرکار تسلیم کرنی پڑی کہ آخری صفر کے لکھتے وقت شاید میرا ہاتھ کانپ گیا۔ کسیطرح کا شک پیدا ہونے پر ہم لوگون کا فرض ہے کہ اسکی جانچ کرلین۔ اس دیری کے لیے آپ ہمیں معاف فرمائین گے۔

نوٹون کو جیب مین رکھکر دلدار کرایہ کی گاڑی پر گھر لوٹا۔ اُسوقت اسکے دل مین ایک خاص قسم کی الفت پیدا ہوئی۔ اور وہ اسی دھن مین کہنے لگا پروردگار!

یہ تیرا ہی کام تھا۔ تیری ہی روشنی انارکلی کے دل میں جلوہ افروز ہوکر میری رہنما ہوئی۔ انارکلی کا دل تیرے نور سے معمور ہے۔ دنیا میں سب لوگ مجھ جیسے ناکارہ و روسیاہ ہی نہیں ہیں۔ بلکہ انارکلی بیگم جیسے رحیم۔ فیاض اور سخی انسان بھی تو ہی نے پیدا کیے ہیں گو اُسکی ظاہری صورت اچھی نہیں۔ مگر سیرت اُسکی دنیا پر بالا ہے۔

گھر پہونچکر دلدار نے دیکھا۔ یاسمن سو رہی ہے۔ لبوں پر کسقدر مسرت کے آثار نمایاں ہیں۔ دل ہی دل میں خیال کرنے لگا۔ اب میں مطمئن ہوں۔ یاسمن پیاری پانچہزار روپیہ میں تمھارے لیے خرچ کر سکتا ہوں۔ اب مجھے نہ شرم ہے نہ حیا۔ نہ فکر ہے نہ تردد۔ یہ خدائی دین ہے۔ اُسکی مہربانی ہے۔ اسکا شکریہ ادا کرنا گناہ ہے

دلدار نے فرط محبت سے مغلوب یاسمن کے کئی بوسے لیے لیکن بیان کیا۔ یاسمن کے لب نازک تو برف ہو رہے ہیں۔ دلدار نے حیرت انگیز ہوکر یاسمن کی چھاتی پر ہاتھ رکھا۔ دیکھا۔ دھڑکن نہیں ہے۔ ناک پر ہاتھ لیجاکر دیکھا۔ سانس بند ہے۔ دلدار نے بیچین ہوکر آواز دی یاسمن۔ یاسمن! جواب ندارد۔ صرف لب نازک ذرا سا اور کھل گئے!

(ترجمہ سرسوتی)

منیر حیدر قریشی ماہلی۔

کلام اکبر

نتائج فکر لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی

اِتنے ساتھی اُٹھ گئے اِس بزم غم انجام سے
دل کو شرم آنے لگی اب خواہش آرام سے

میرا مسلک کچھ جدا ہے شیخ کے اسلام سے
یاں خدا سے کام ہے اُسکو خدا کے نام سے

یاں نگاہِ خاص ہوتا ہے دل کو انبساط
اس کو راحت ملتی ہے فطرت کے فیض عام سے

عشوۂ ساقی کا یاں طالب ہوں نہیں ہوں سرور
اخذ کر لیتا ہے وہ مستی کو دور جام سے

ہے کفیل کار میرا یاں جنون صلح خیز
واسطہ رہتا ہے اسکو عقل جنگ انجام سے

عالم نے یہاں قبول و رد کو جانا
دیکھا دنیا کو نیک و بد کو جانا

عاقل وہ ہے کہ جسنے ہنگام عمل
اپنی قوت کو اپنی حد کو جانا

(ہم)

انتہاے اقبال یو انتہاے ادبار

راجہ ٹکیت راے نواب سعادت علیخان کے زمانہ مین دیوان تھے۔ انکا نام لکھنؤ مین آجتک مشہور ہے۔ ٹکیت گنج انھین کا آباد کیا ہوا ہے۔ اِن کا تعمیر کردہ تالاب اور دیگر عمارات ابتک موجود ہین۔ راجہ ٹکیت راے ابتدا مین نہایت غریب اور تنگ حال تھے۔ کوئی صورت معاش کی نہ تھی۔ جب فاقہ کشی پر نوبت پہونچی تو مزدوری کرکے بسر اوقات کرنے لگے۔ ایک مرتبہ نواب کوئی عمارت بنوا رہے تھے۔ منجملہ اور مزدورون کے ٹکیت راے بھی وہان کام کرتے تھے ایک روز مٹی کھودنے مین اِن کی نظر ایک قلم پر پڑگئی جو گرد آلود پڑا تھا۔ اُسے اُنھون نے اُٹھا لیا اور صاف کرکے اپنے کان مین لگا لیا۔ حسن اتفاق سے نواب بھی وہان موجود تھے اور دیکھ رہے تھے۔ سمجھ گئے کہ یہ شخص پڑھا لکھا ضرور ہے ورنہ کوئی ناخواندہ مزدور قلم کو اس احتیاط سے نہ رکھتا۔ ٹکیت راے کو بلوایا اور جملہ حالات دریافت کیے معلوم ہوا کہ بیچارے شریف خاندان کے آدمی ہین لیکن زمانہ کی کجروی نے کچھ ایسا حال ابتر کردیا کہ مصیبت مین پڑگئے اور نان شبینہ کو محتاج ہوگئے۔ نواب اہلِ ہنر کے قدردان تھے فوراً دربارشاہی مین جگہ دیدی اور اُسی دن سے تنخواہ مقرر ہوگئی۔ ٹکیت راے نے اپنی مدبرانہ کاربردازی سے ایسا رسوخ حاصل کیا کہ تھوڑے ہی عرصہ مین قلمدان پیش ہوا اور راجہ کا خطاب عطا ہوا۔ قسمت نے یاوری کی دن دونی رات چوگنی ترقی ہوتی گئی۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ ٹکیت راے گھوڑے پر سوار جارہے تھے راستہ مین ایک مقام پر کیچڑ اُچھٹ کر اُنکے دامن پر آپڑی۔ چھٹانے لگے تو کیا دیکھا کہ کیچڑ مین زمرد کے ریزے ہین۔ حیران ہوگئے اور کہا کہ "کیا شان الٰہی ہے یا تو وہ وقت تھا کہ سونا چھوتے مٹی ہوجاتا تھا یا اقبال نے یہ زور پکڑا کہ کیچڑ زمرد ہوگئی۔ بس اب ستارۂ اقبال بلندی پر پہونچ چکا۔ عروج کی حد ہوگئی"

اب اوبار شروع ہوگا" نہایت قوی اعتقاد تھے۔ گھر جاتے ہی حکم دیا کہ اب بُرے دن آنیوالے
ہین اِس مال و دولت پر مین قابض نہین رہ سکتا لہذا تمام جائداد خیرات کردیجائے چنانچہ
اُسیوقت خزانہ کھل گیا اور جتنا مال ومتاع اور سیم وزر تھا مفلسون کو تقسیم ہونے لگا یہانتک
کہ کڑوڑون کی جائداد جو برسون مین دستیاب ہوئی تھی چند گھنٹون مین کافور ہوگئی۔ نواب کے
پاس پرچہ× لگا کہ " جہان پناہ۔ دیوان ٹکیت رائے نے خزانہ شاہی کا زرکثیر غبن کرلیا
اور آج بیدردی سے کوڑیون کے مول لُٹائے دیتا ہے۔ نواب سُنکر برافروختہ ہوگئے۔ عتاب
شاہی نازل ہوا۔ حکم ہوا کہ فوراً قید کردو۔ گردش لیل ونہار نے رنگ دکھلایا۔ زمانہ کی کجروی
نے موقع پایا۔ راجہ ٹکیت رائے، دولت وحشمت اور عیش وعشرت سے بے بہرہ ہوکر ایک
ادنےٰ قیدی کیطرح محبوس ہوگئے۔ کہان ایوان شاہی اور ناز ونعمت کے سامان۔ کہان
قیدخانہ کی تنگ اور تاریک کوٹھری۔ نار دوزخ کا سمان پیش نظر ہوگیا۔ انتہائے مصیبت
مین دن کٹنے لگے مگر مشیت ایزدی مین کیا چارہ تھا۔ قہر درویش بر جان درویش جون
تون کرکے کاٹنے لگے۔ اُٹھنا بیٹھنا عذاب جان کھانا پینا حرام۔ گوشۂ تنہائی مین شام وسحر
کو یاد کیا کرتے۔ کھانا سامنے آتا تو آنسو نکل آتے اور ایک آہ سرد بھر کر اُسے سامنے سے
ہٹا دیتے۔ داروغہ روز اِسبات کو دیکھتا۔ ایک دن ٹکیت رائے سے اسکا سبب
دریافت کیا اور بہت مُصر ہوا۔ ٹکیت رائے نے کہا کہ میری ایک چھوٹی لڑکی ہے جو مجھ سے
بہت ہلی تھی جب مین کھانا کھانے بیٹھتا تھا وہ میری گود مین بیٹھکر روز میرے ساتھ کھانا
کھاتی تھی۔ جب میرے سامنے کھانا آتا ہے مجھے اُسکی یاد بیقرار کردیتی ہے۔ دل بھر آتا
ہے اور کھانے سے دل بیزار ہوجاتا ہے۔ داروغہ نے کہا "دیوان جی یہ کون سی

× نوٹ۔ عہد شاہی مین بادشاہون اور حکامون کو رعایا کی ادنےٰ ادنےٰ باتون کی خبر ملا کرتی تھی۔ دستور تھا
کہ جب کبھی کوئی خبر خفیہ طور سے بادشاہ کو دینا ہوتی تھی تو ایک پرچہ پر لکھ کر پیش کردیا کرتے تھے اور اُسے
پرچہ لگانا کہتے تھے۔ عموماً پرچہ لگانیوالے وہ ملازمین شاہی ہوا کرتے تھے جنھین بہت رسوخ حاصل ہوتا تھا
اُس زمانہ مین گویا پرچہ لگانیوالونکا کام اور اثر وہی تھا جو اب C I D (خفیہ پولیس) کا ہے

بڑی بات ہے آپ کی لڑکی کھانے کے وقت یہاں بلوائی جائے گی" چنانچہ دوسرے دن جب نکمیت رائے کھانا کھانے بیٹھے تو لڑکی بُلا لی گئی۔ نکمیت رائے۔ اُسکو دیکھکر باغ باغ ہوگئے اور نہایت التفات سے اُسے گود میں بٹھا لیا۔ آج بہت عرصہ کے بعد نکمیت رائے اپنی عزیز لڑکی کو گود میں لے کر مطمئن ہوکر کھانا کھانے بیٹھے۔ پہلا نوالہ اُٹھایا ہی تھا کہ یکایک ایک چھپکلی چھت پر سے کھانے پر گر پڑی۔ کئی دن کے فاقے کے بعد آج اطمینان سے کھانا نصیب ہوا تھا مگر اسپر یہ واقعہ ہوا۔ مصیبت کی حد ہوگئی۔ کھانا ہٹا دیا مگر نکمیت رائے کا رنگ بدل گیا معلوم ہوا کہ کسی نے روح تازہ پھونک دی۔ کھڑے ہوگئے اور زبان سے نکل گیا "بس آج ادبار کی بھی انتہا ہوچکی اب عروج کے دن پھر شروع ہونگے" لڑکی کو گھر واپس کر دیا اور کہدیا کہ اپنی والدہ سے کہدینا کہ میں بہت جلد رہا ہوجاؤنگا چنانچہ ایسا ہی ہوا نواب کا غصہ رفتہ رفتہ فرد ہوگیا تھا اور بہت اُمور مُلکی و مالی میں راجہ نکمیت رائے کی مدبرانہ صلاح کی ضرورت محسوس ہونے لگی تھی۔ دوسرے ہی دن حکم صادر ہوا کہ دیوان کو کافی تنبیہ ہوچکی اب رہا کردو۔ پھر راجہ نکمیت رائے کے دن پھرے اور اپنے عہدہ پر دوبارہ معمور ہوگئے۔ اقبال نے پھر یاوری کی اور آیندہ زندگی کمال مسرت و شادمانی سے گذری۔ زرکثیر فلاح قوم میں صرف کیا اور دنیا میں نام روشن ہوا۔ جس کسی نے سُنا حیرت میں ہوا اور کہا کہ ہر کمالے را زوالے و ہر زوالے را کمالے کا مسئلہ مدتوں سے سُنتے آئے مگر راجہ نکمیت رائے کی سرگذشت نے اسکی پوری تصدیق کر دی

ب ۔ ک ۔ م

اِسقدر گستاخ دل پر شدتِ غم ہو گئی — آپ اپنے ساتھ ہمدردی مری کم ہو گئی
شاہد نام ازل کے فیض کا کیا پوچھنا — خاک نے اِتنی ترقی کی کہ آدم ہو گئی
دل تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ کچھ سمجھا نہیں — اب زبان بھی قائلِ واللہ اعلم ہو گئی
سرکشی عقولی کی جب سمجھے بعید اخلاق ہے — گردنِ مینا ہمارے سامنے خم ہو گئی
جو مسلمانوں کو شاید اب بھی عقبیٰ کا خیال — آخرت ہے لیکن اب دنیا مقدم ہو گئی
دیکھ اکبر عالمِ فانی کی یہ نیرنگیاں — دم ہی بھر میں بزم عشرت بزم ماتم ہو گئی

(ہمدم)

فلسفۂ فراق

ہے بہت پُرکیف دورِ جامِ صہبائے فراق — باعثِ لذت ہین تلخیہائے ایذائے فراق
کیونکہ جو شے اپنے ماخذ سے جدا ہوتی نہین — وہ نہین پہچان سکتی رازِ شبہائے فراق

دامنِ ہجران مین پوشیدہ ہین وہ کیفیتین — اہلِ باطن جنکے احساسات سے مسرور تھا
اِسکی ایذا مین ہو راحت اِسکی راحت مین الم — اُنسے پوچھو ہجر کی لذت کو جو مہجور ہین

ذہن سے ہوتا ہو شاعر کا تخیل جب جُدا — اور ہو جاتا ہے پھر ترکیبِ شعری مین بیان
گو وہی مضمون ہوتا ہے، مگر اُسوقت وہ — کچھ نئے انداز سے لیتا ہے دل مین چٹکیان

دُرِ مکنونِ صدف رہتا ہو جبتک بحر مین — ماہیت سے اُسکے واقف کوئی بھی ہوتا نہین
لیکن اپنے مستقر سے جب وہ ہوتا ہے جدا — بنتا ہے آویزۂ گوشِ بتانِ مہ جبین

نیکیان جسوقت ہوتی ہین بُرائی سے الگ — امتیازِ نیک و بد سے اُسکا بڑھتا ہے وقار
اور جسدم روشنی ہوتی ہے ظلمت سے جُدا — ہمپہ کُھل جاتا ہے رازِ طلعتِ لیل و نہار

مختصر یہ ہجر ہے وہ نیرِ چرخِ عروج — جسکی تابانی سے سورج صاف پڑجاتا ہو ماند
کیونکہ جو رکھتا ہے تاجِ ہجر اپنے فرق پر — عزت و شہرت لگا دیتی ہین اُسکو چار چاند

تسکین قریشی (سورولائی)

احساسِ محبّت

کچھ آج خود بخود مرا جی بیقرار ہے — آتا نہین جو صبر تو کیسا اختیار ہے
کوئی تو بات ہر کہ جو یون حال زار ہے — یارب یہ کسطرح کا مجھے انتشار ہے
رہتے نہین بجا مرے ہوش و حواس کیون
اِک دم سے ہوگئی ہے طبیعت اُداس کیون

دو چار روز سے ہے مرا کچھ عجیب حال — ہر وقت ایک فکر ہے ہر وقت اک ملال
آتا ہے بار بار کسیکا مجھے خیال — دل کر رہا ہو جیسے کوئی غم سے پائمال
اللہ کس طرح مرے دل کو سکون ہو
ایسا نہو کہ بڑھ کے مرا غم جنون ہو

گذری ہے دل پہ کیا، یہ مجھے کچھ نہین خبر — لیکن نہ جی ٹھکانے، نہ قابو مین ہے جگر
دامن بھی آستین بھی ہے آنسوؤن سے تر — کوئی تو بات ہر جو مین روتا ہون اِسقدر
کچھ جان کی خبر ہے نہ اب تن کا ہوش ہے
بس مین ہون اور جنونِ محبت کا جوش ہے

جی چاہتا ہے روئیے ہر وقت زار زار — کیجے قبائے صبر و تحمل کو تار تار
ملیے نہ اب کسی سے کسیوقت زینہار — کرتا ہے کوئی بات تو ہوتی ہے ناگوار
بس ایک شکل میری تمنا کی جان ہے
بس رات دن اُسیکا خیال اور دھیان ہے

بس اب مجھے اُسی کی تمنّا ہر روز و شب — آشفتگی دل کا ہے شاید یہی سبب
وابستہ آرزوئین میری ہین اسی سے اب — ہر دم اُسکی یاد مین رہتا ہون جان بلب

بس میری زندگی کا سہارا وہی تو ہے
جس کی نگاہ نے مجھے مارا وہی تو ہے

دل مین اُسیکا درد محبت ہو جاگزین — سب کچھ ہے دلسے محو، وہی اب ہے دلنشین
قد کتنا دلفریب ہے صورت ہو کیا حسین — میرے لیے وہ جانِ مسرت ہے بالیقین

آنکھون مین نور بنکے سمایا وہی تو ہے
جسنے دل و جگر کو مٹایا وہی تو ہے

سمجھا مین اب کہ جذبۂ الفت ہو اسکا نام — رہتا ہے جو خیال شب و روز صبح و شام
رسوا کرے خراب کرے اِسکے مین یہ کام — صدمے وہ دے کہ ہجر مین ہو زندگی حرام

ہین شکوہ سنج اِس کے زمانہ مین اہلِ دل
دیتا ہے ہائے زخم پہ یہ زخم متصل

یہ درد جب اُٹھا ہے نہ زائل ہوا کبھی — یہ غم لگا تو پھر کبھی راحت نہ مل سکی
مجکو بھی ہو گئی ہے وبال اپنی زندگی — پھر بھی یہی ہے لَو مرے دل کو لگی ہوئی

وہ شکل پھر کبھی نظر آئے خدا کرے
جلوہ مجھے پھر اپنا دکھائے خدا کرے

محمد حسین منور صدیقی لکھنوی

گل پژمردہ

بر گلگشت گیا کل جو مین ہنگام سحر — پھول کچھ خاک پہ گلشن مین پڑے آئے نظر
زیر لب مینے تاسف سے کہا اے پھولو — اپنی مٹی نہ تم اس طور سے برباد کرو
تم اگر دامن گلچین کے بھی مہمان ہوتے — زینت دست و گریبانِ حسینان ہوتے
مینے حسرت کی نگاہون سے جو اُنکو دیکھا — اُنھین پھولون مین سے ایک پھول نے مجھسے یہ کہا
ہمکو یون خاک مین ملنے سے ذرا عار نہین — ننگ ہے ہم کو جو ہم طرۂ دستار نہین

جگت موہن لال رواں

رفتارِ زمانہ

اصلاحات اصلاحات کے متعلق مشترکہ کمیٹی کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے وہ بہت حوصلہ افزا ہے شکر ہے کہ اصلاحی تجاویز کی توسیع و ترقی کے ملئے ہمارے لیڈرون کی کوششین بیکار نہین ثابت ہوئین اور لارڈ سلبورن اور اُنکے ہم جلیسون نے ہمارے ملکی مطالبات کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کیا۔ کمیٹی نے جو ترمیمات کہ مسودہ اصلاحات ہند (مرتبہ انڈیا کونسل) مین تجویز کی ہین وہ سب کی سب بہت مفید ہین۔ ابتدائی اسکیم کے خفیف ہوجانے کا جو خوف پیدا ہوگیا تھا وہ بالکل غلط ثابت ہوا اور اسبارہ مین گورنمنٹ ہند کی سرگرم کوششین بھی ناکام رہین۔ ہان اس بات کا ہمکو ضرور افسوس ہے کہ مشترکہ کمیٹی نے گورنمنٹ ہند کے نظام ترکیبی مین رعایا کے قائم مقامون کو اصولی حیثیت سے کوئی دخل نہین دیا۔ حالانکہ ۲۰ اگست ۱۹۱۷ء کے اعلان نے بہ حیثیت مجموعی ہمارے ملکی نظام حکومت مین ذمہ داری کا عنصر داخل کرنے کا وعدہ کیا تھا اور نرم و گرم ہر ایک جماعت نے اس پر یکسان زور دیا تھا۔ تاہم گورنمنٹ ہند کی انتظامی مجلس مین موجودہ ایک اور مجوزہ دو کے بجائے تین ہندوستانی ممبرون کی موجودگی سے اسکی بہت کچھ تلافی ہوجائیگی۔ دوسرے اب کونسل آف اسٹیٹ کے فرائض بھی زیادہ تر نظرثانی کے فرائض تسلیم کرلئے گئے ہین۔ اور مالی معاملات بجز ضروری مستثنیات کے عموماً قانونی مجلس ہند ہی مین طے ہوا کرینگے جہان کثرت رعایا کے ممبران کی ہوگی اور انتخاب براہ راست ہوا کریگا۔ کونسلون کے پریسیڈنٹ بھی اب وائسرائے یا گورنران صوبہ نہ ہونگے۔ بلکہ اسکے لئے انگلستان کے تجربہ کار اہل الرائے اصحاب منتخب کئے جائین گے۔ اور نائب صدر خود کونسل کے منتخب کردہ ہونگے۔ صوبون مین اول چار سال کے بعد صدر و نائب صدر دونون منتخب کردۂ کونسل ہونگے۔ مالی و تجارتی معاملات مین بھی اصولی حیثیت سے یہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ ہندوستان کو بھی دیگر نوآبادیون

کی طرح آزادی ملنا چاہئے۔ فی الحال اس ذیل مین جن امورمین کہ گورنمنٹ اور رعایا کے قائم مقام متفق ہونگے۔ اِن مین وزیر ہند کی منظوری کی کوئی حاجت نہوگی۔ اور اگر صاحب وزیر ہند منجانب پارلیمنٹ دخل بھی دینگے محض اس خیال سے کہ برٹش سلطنت کے بین الاقوامی معاہدون کی خلاف ورزی ہونے پائے سب سے بڑی بات اب جو منظور ہوئی ہے یہ ہے کہ اعلیٰ ابتدائی ہر قسم کی تعلیم اور صنعت اور حرفت کا محکمہ بالکل ہندوستانیون کے ہاتھ مین دیدیا جائیگا دیگر محکہ جات کے انتقال کے بارہ مین لارڈ ساوتھ برو کی کمیٹی کی تجاویز منظور کرلی گئین ہین۔ وزرا کا عزل و نصب گو گورنران کے ہاتھ مین رہیگا۔ لیکن اُنکی حیثیت اور تنخواہ وغیرہ ممبران انتظامی کونسل کے برابر ہوگی یعنی گورنر تمام اُمورمین اِن سے بھی مشورہ لینے کا پابند ہوگا۔ ہر بڑے صوبہ مین کم سے کم دو وزرا رہین گے۔ اور انتظامی کونسل مین بھی ہندوستانی اور انگریز ممبران کی تعداد مساوی ہوگی۔ اس طرح ہندوستانیون کا گورنمنٹ مین کافی دخل رہیگا۔ صوبہ کی کونسلون سے گرانڈ کمیٹی کی علت بھی نکال ڈالی گئی ہے اور اب اِسکے بجائے گورنران کو اختیار دیدیا گیا ہے کہ اگر کسی خاص قانون کو وہ امن وامان یا انتظام گورنمنٹ کے لئے ضروری سمجھین تو اسے بمنظوری صاحب گورنر جنرل بہ اختیار خود نافذ کرسکین گے۔ یہ اختیار ضرور بہت وسیع ہے لیکن اسمین بھی شبہہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اسکا استعمال صرف شاذ و نادر موقعون پر ہوا کریگا۔ بجٹ کی تیاری اور منظوری مین بھی رعایا کے قائم مقام اپنا کافی اثر ڈال سکین گے۔ غرض بہ حیثیت مجموعی جو قانون کہ صاحب وزیر ہند مسٹر مانٹیگو کی کوشش اور لارڈ سلبورن کی کمیٹی کی سفارش سے پاس ہوا ہے وہ بہت حوصلہ افزا ہے اور آیندہ کے لیے ہماری ملکی ترقی کے لئے بالکل نئے راستے کھولتا ہے۔ دس برس کے بعد پارلیمنٹ رعایا کو مزید اختیارات دینے کی غرض سے لازمی طور پر پھر ایک کمیشن قائم کریگی اور اگر ہمنے اس سے پہلے ہی اپنی ترقی کا معقول ثبوت دیدیا اور مزدور پیشہ جماعت کا برٹش پارلیمنٹ مین اقتدار بڑھ گیا تو بلا شبہہ اس سے بہت پہلے ہی ہمارے اختیارات مین مزید اضافہ ہوگا۔ یون بھی اب پارلیمنٹ کی ایک مشترکہ کمیٹی معاملات ہند کی نگران حال رہیگی اور جملہ امورمین صاحب وزیر ہند کو مشورہ دیتی رہیگی۔ انڈیا کونسل گو کہ قائم رہیگی لیکن ایسی صورت مین کہ اس سے کچھ بہت کم نقصان پہونچ سکے گا اور اسمین بھی ہندوستانی ممبرون کی تعداد بہت کافی رہیگی۔ بہرحال جدید قانون اب پارلیمنٹ کے ہردو ایوان سے پاس ہوکر بہت جلد شاہی منظوری حاصل کریگا۔ اور اگلے سال

نومبر تک تمام ملک مین جدید اصول پر کونسلون کے انتخابات ہونگے - ہم آیندہ نمبر مین ان اصلاحات ہند کے متعلق ایک خاص مضمون شایع کر رہے ہین - اسلئے یہان پر مزید اور مفصل بحث غیر ضروری ہے - یہان اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ اب گورنمنٹ نے اہل ہند کو جو موقعے اپنی انتظامی قابلیت دکھانیکے دیئے ہین اُنسے سب کو انتہائی فائدہ اٹھانا چاہیے اور کوشش کرنا چاہیے کہ جو صیغے ہمارے سپرد ہون اُنکا انتظام اس خوبی اور خوش اسلوبی سے کیا جائے کہ اہل برطانیہ بھی ہماری قابلیت کے قائل ہوجائین اور جلد تر ہمارے بقیہ حقوق عطا فرمائین -

---

مشرقی کانفرنس پونا ہمکو افسوس ہے کہ پچھلے نمبر مین ہم پونا کی مشرقی کانفرنس کا ذکر نہین کر سکے - یہ کانفرنس شروع نومبر مین منعقد ہوئی تھی اسکا باضابطہ افتتاح گورنر بمبئی کی تقریر سے ہوا تھا اور سر بھنڈارکر اسکے صدر تھے - ملک کے تمام علمی مرکزون سے قریب تین سو ڈیلی گیٹ آئے تھے - قابل صدر بوجہ علالت شریک نہ ہو سکے لیکن اُنکی تقریر پروفیسر راج وڈے نے پڑھکر سنائی جسمین فاضل پریسیڈنٹ نے یوروپین مستشرقین کی محنت اور علمی تحقیقات کی داد دینے کے ساتھ ساتھ اُنکی لغزشون کو بھی بتایا - جنکے وجہ سے ہندوستان کے قدیم علوم مذہبی اعتقادات و مراسم کے باب مین اہم غلط فہمیان ہوئی ہین ان موصوف نے ہندوستانیون نے مشرقی علوم کی طرف متوجہ ہونے کی اپیل کی اور سنسکرت کے علاوہ عربی فارسی زبانون مین تکمیل تحقیق کی ضرورت ثابت کی - اس کانفرنس کے بارہ شعبے قرار دئے گئے تھے اور ہر ایک شعبے کے لئے علیحدہ علیحدہ صدر منتخب ہوئے تھے - مثلاً شعبہ وید کے پریسیڈنٹ ڈاکٹر زمرمین - شعبہ عربی و فارسی کے صدر ڈاکٹر خدا بخش - اور شعبہ فنون کے ڈاکٹر - جی - کے - رائے - آثار قدیمہ کے پروفیسر بھنڈارکر - فلسفہ و علوم عقلیہ کے ڈاکٹر گنگا ناتھ جھا - تاریخ کے پروفیسر کرشن سوامی آئنگر - اور سنسکرت کے پنڈت لکشمی شنکر شاستری پریسیڈنٹ تھے -

کانفرنس مین سو سے زائد مضامین پڑھنے کے لئے آئے تھے - اور انمین سے بعض بہترین تحقیق و تلاش کے نتیجے تھے - مضامین کی نوعیت دیکھکر اس بات کی ضرور خوشی ہوتی ہے کہ ہندوستان علمی تحقیقات مین بھی پیچھے نہین ہے - ہان متفرق کوششون کو ایک باقاعدہ نظام کے اندر لانے کی ضرورت ہے جو بہت کچھ مشرقی کانفرنس کی بنیاد سے پوری ہوجائیگی - آیندہ اجلاس اس کانفرنس کا کلکتہ مین ہوگا - اور ہمکو اُمید ہے کہ وہ اِس

اجلاس سے بھی زیادہ کامیاب ثابت ہوگا۔

پنجاب کانگریس کانگریس کے آیندہ اجلاس کے صدر آنریبل پنڈت موتی لال صاحب نہرو منتخب ہوئے ہین۔ پنڈت صاحب نے دو سال کے اندر جو نمایان ملکی خدمات انجام دی ہین وہ برائینہ ہمارے لئے باعث فخر ہین بہت سے حضرات نے عمر بھر مین بھی اتنا کام نہ کیا ہوگا۔ اِس سال کا سب سے اہم واقعہ پنجاب مین مارشل لا کا واقعہ ہوا اور اسکے متعلق حصول انصاف کی جس قدر کوشش آنریبل پنڈت موتی لال و پنڈت مدن موہن صاحب مالویہ نے کی ہو کسی سے نہین ہوسکی۔ ایسی صورت مین کیا تعجب ہوسکتا ہو کہ ملک کے ہاتھ مین سب سے بڑی جو عزت تھی وہ نہرو صاحب ہی کو ملی۔ گذشتہ ایام مین ممدوح نے اعتدال پسند جماعت کے نام ایک خط لکھا تھا جسمین واقعات پنجاب کے نام پر آپ نے اتفاق باہمی کی اپیل کی تھی اور جملہ لیڈران کو کانگریس مین شریک ہونیکی دعوت دی تھی۔ اب چونکہ ریفارم اسکیم کے بارے مین پارلیمنٹ کا قطعی فیصلہ ہوچکا ہو اور اسکے بارے مین اختلاف رائے بیکار محض ہو اسلئے ہر دو جماعتون کو اکمرتبہ پھر متفق و متحد ہوکر ملک کے فلاح و بہبود کی فکر کرنا چاہئے۔ جہان تک ہمارا خیال ہے لب ولہجہ او طرز عمل مین فروعی اختلاف کے علاوہ دونون پارٹیون مین اصولی حیثیت سے کوئی نفاق نہین ہو۔ باوجود اسکے بعض اصحاب ضد سے کام لیکر ایک عارضی اختلاف رائے کو مستقل صورت دینا چاہتے ہین تاہم ملک کے اہل الرائے بحیثیت مجموعی کانگریس کی عظمت مین فرق نہ آنے دین گے اور جس جماعت کے ذریعہ ملک کو اسقدر نفع پہونچا ہو اُسے آیندہ بھی اپنا مفید کام جاری رکھنے کا موقع دینگے۔ اِسوقت ملک کے سامنے نئے نئے حل طلب مسائل ہین۔ اصلاح کے ساتھ ہی ہماری ذمہ داریان بہت بڑھ گئی ہین۔ اسلئے اب پہلے سے بھی زیادہ اتفاق و اتحاد کی ضرورت ہو۔ احتیاط و دانشمندی سے اپنے فرائض ادا کرنے کی اب پہلے سے بھی زیادہ حاجت ہے۔ بہرحال قومی مجلسون کی ذمہ داری اب بہت بڑھ گئی ہے اور یہ ذمہ داری اُسی وقت پورے طور پر ادا ہوسکتی ہو جب ملک مین بحیثیت ایک مشترکہ جماعت کے کانگریس کی وقعت قائم رہے۔ ہان اپنے اپنے طرز عمل کے رو سے مختلف پارٹیان اگر اپنی علیحدہ جماعتون کو بھی ترقی دین تو اسمین کوئی مضائقہ نہین ہو۔ لیکن سال مین ایکمرتبہ مختلف الخیال لیڈرون کا یکجا ہوکر قومی معاملات پر غور و فکر کرنا ہمیشہ ملک کے لئے نفع بخش ثابت ہوگا۔

زمانہ اور سالِ نو

اس نمبر کے ساتھ زمانہ کی چونتیسوین جلد ختم ہوتی ہے۔ زمانہ کو جاری ہوئے پورے سترہ سال ہو گئے۔ اس عرصہ مین اس ناچیز رسالہ نے ملک کی کیا خدمت کی۔ اسپر رائے زنی ہمارا کام نہین ہے ہم تو صرف یہ کہہ سکتے ہین کہ جس اعلیٰ معراج کو پیش نظر رکھکر ہمنے سنہ ۱۹۰۳ء مین اس اہم ذمہ واری کو اپنے سر پر لیا تھا اُسکو مد نظر رکھنے کی کوشش مین ہم اپنے طرف سے اب بھی اُسی طرح سرگرم کار ہین جیسے کہ پہلے تھے۔ اِس اثنا مین بیسون اچھے اچھے رسالے اُردو مین جاری ہوئے اور چند روزہ زندگی کے بعد اُردو خوان حضرات کی ناقدری کا شکار ہو گئے۔ زمانہ کے کارکنون کو بھی مالی نقصانات کی کمی نہین رہی۔ درحقیقت اِسکے ابتدائی دس بارہ سال کے نقصانات سے ابھی تک گلو خلاصی نہین ہوئی ہے۔ تاہم جس طرح ہو سکا اِس رسالہ کی ہستی قائم رکھی گئی ہے۔ اور اب جبکہ عنقریب ہی ہمارے ملکی ترقی کا ایک نیا دور شروع ہونیوالا ہے۔ زمانہ کی علمی خدمات کا دائرہ پہلے سے بھی وسیع کرنے کا خیال دامنگیر ہے اور آیندہ سال کے پہلے پرچے ہی سے رسالہ کی خصوصیات مین کئی دلچسپ اضافون کا بندوبست مکمل ہو گیا ہے۔ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء کا پرچہ جو دوسرے ہفتہ جنوری تک ناظرین کے خدمت مین پہونچ جائیگا۔ زمانہ کی آیندہ ترقی کا ایک قابل قدر نمونہ ہوگا۔ اور ہمکو اُمید ہے کہ آیندہ سال کے پرچے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھکر نکلتے رہین گے۔ ہر نمبر مین کئی تصاویر دیجائینگی۔ مشاہیر ملک کے علاوہ قدیم و جدید فن مصوری کے بعض بہترین نمونے بھی پیش کئے جائینگے۔ کئی اعلیٰ درجے کی رنگین تصاویر خاص طور پر تیار کرائی جا رہی ہین۔ مضامین مین بھی غیر معمولی ترقی کا انتظام کیا گیا ہے اور کئی اہم اور ضروری مباحث پر خاص طور پر مضامین حاصل کیے گئے ہین۔ آیندہ ہر نمبر مین ادبی مضامین کے علاوہ روزمرہ مسائل ملکی پر بھی دو ایک عالمانہ مضامین شائع ہوا کرینگے۔ فن تنقید بھی جسکی بنیاد اُردو رسائل مین بہت کچھ اس ناچیز رسالہ کے بدولت قائم ہوئی ہے۔ زمانہ کے فہرست مضامین مین ایک خاص عنوان ہوگا۔ درحقیقت جاری کوشش تو یہ ہے کہ اگلے سال سے زمانہ کے ساتھ ایک "علمی ضمیمہ" شائع کیا جا

جسمین تمام جدید کتب کی بلا رو رعایت تنقید کیجائے اور وقتاً فوقتاً زیر تصنیف کتابون کی اطلاع بھی ہدیۂ ناظرین ہو۔ اس ذیل مین علمی مباحث بھی شروع کرنے کا خیال ہو۔ حصۂ نظم مین موجودہ شعرائے اُردو کی بہترین نظمین چھاپنے کے علاوہ ہم "لطف سخن" کے عنوان سے غزل گو شعرائے اُردو کے بہترین کلام کا اقتباس ہدیۂ ناظرین کرتے رہین گے۔ اسی ذیل مین مُلک کے مشہور شاعرون کی بہترین غزلیات کا خلاصہ بھی پیشکش ناظرین ہوتا رہیگا۔ غرض ہم اپنے طرف سے زمانہ کو پہلے سے بھی زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کا تہیہ کر رہے ہین۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ جس طرح ہمارے قلمی معاونین ہمارا ہاتھ بٹا رہے ہین۔ اُسی طرح ہمارے ناظرین بھی اس علمی خدمت کی قدرشناسی کا ثبوت دین۔ سترہ سالہ خدمات کے بعد بھی اِسوقت خریداران زمانہ کی خالص فہرست مین پندرہ سو نام بھی نہین ہین۔ یوروپ کے پرچون کا ذکر ہی کیا۔ خود ہندوستان کی دیگر زبانون مین ایسی بے بسی نہین ہے۔ انگریزی کے مشہور رسالہ ماڈرن ریویو کی اشاعت اِسوقت پانچ ہزار سے زائد ہے۔ گجراتی اور بنگالی کے بہترین میگزینون کی اشاعت دس دس ہزار تک پہونچ چکی ہے۔ ہندی مین رسالہ سرسوتی کی اشاعت اوسطاً چار ہزار رہی ہے۔ اُردو مین اِسوقت کوئی رسالہ نہین ہے جسکے خریدار پندرہ سو سے زائد ہون۔ پھر ہم اُردو کی ترقی کی کیا امید کر سکتے ہین؟ ہم چاہتے ہین کہ زمانہ ہندی۔ بنگالی۔ گجراتی زبان کے بہترین رسالہ کی نہ صرف ہمسری کر سکے بلکہ اس سے سبقت لیجائے۔ اور یہ بات ہر طرح ممکن ہے۔ ناظرین زمانہ کو اس بارہ مین زیادہ یقین دلانے کی ضرورت نہین ہے۔ اُنکو معلوم ہے کہ مخالف حالات کے باوجود زمانہ نے اُردو کی ترقی مین کیا حصہ لیا ہے؟ مگر اصلی کامیابی ہماری کوششون کو اُسی وقت نصیب ہو سکتی ہے جبکہ ناظرین زمانہ بھی اپنی قدرشناسی کا عملی ثبوت دین۔ جب اُردو خوان اہل ملک زمانہ کی خریداری کو اپنا فرض سمجھین۔ دو ایک خاص احباب سے ایک آدھ دفعہ زمانہ کو ضرور مدد ملی ہے لیکن مالی امداد کے لئے ابتک ہمنے کسی رئیس یا والی ملک کے سامنے دست سوال دراز نہین کیا ہے۔ ہمارے خریدار ہی ہمارے لئے والی ملک ہو سکتے ہین بشرطیکہ وہ ہماری اعانت پر مستعد ہو جائین۔ لیکن پچھلے نقصانات کی (جو بارہ ہزار روپیہ تک ہو چکے ہین) تلافی درکنار آئندہ ترقیون کا سلسلہ زمانہ کی موجودہ آمدنی مین قائم نہین رہ سکتا ہے۔ اور ہمارے ناظرین کو اس حقیقت سے واقف ہو جانا چاہئے کہ جب تک سنہ ۱۹۲۰ء مین ہمکو کم سے کم پندرہ سو نئے خریدار بہم نہ پہونچین گے۔ زمانہ کی ترقی جسکا ہم نے

اوپر ذکر کیا ہے مستقل نہین ہوسکتی ہے - زمانہ کی قیمت بڑھانے سے ہمنے ابھی تک گریز کیا ہے - حالانکہ کاغذ چھپائی اور تمام سامان طبع کا نرخ اسوقت بھی سنہ ۱۹۱۴ء کے مقابلے مین دو چند سے سوا ہے - اور زندگی کی ہر ضروری شئے کا نرخ پہلے سے بہت زیادہ بڑھ گیا ہے لیکن ہم کو خوف ہے کہ آیندہ سال رسالہ کے بڑھے ہوئے اخراجات ہمکو اسکی قیمت کے اضافہ کیلئے کہین مجبور نہ کردین - آخر مین یہ بات بالکل ہمارے قدرشناسون کے ہاتھ مین ہے - اگر رسالہ کی اشاعت مین خاطرخواہ توسیع ہوگئی تو اُمید کرنا چاہئے کہ ہم موجودہ قیمت ہی پر رسالہ کو ترقی دیسکین گے - لیکن اگر ایسا نہوا تو ہمکو زمانہ کی قیمت مین کم سے کم ایک روپیہ کا اضافہ کرنا ہوگا - اسوقت بھی ہندوستان کے اچھے رسالون کی قیمت پانچ اور چھ روپیہ سالانہ سے کم نہین ہے - بہرحال ہم مارچ سنہ ۱۹۲۰ء تک اپنے مہربانون کی توجہ کا انتظار کرین گے - ہمکو اُمید ہو کہ اس عرصہ مین ہمارے قدرشناس زمانہ کی توسیع اشاعت مین ذرا اولوالعزمی سے کام لین گے - یہ بات ہم کسی طرح تسلیم نہین کرسکتے ہین کہ ہمارے معزز ناظرین مین سے ہر ایک کم سے کم دو ایک نئے خریدار نہین دے سکتے - پھر کیون نہ اکثر یہ سب اصحاب ہماری امداد پر کمربستہ ہوجائین اور ہمکو اپنے حوصلہ کے بموجب ملک کی علمی خدمت کرنے کا موقع دین -

نئے سال سے ملک مین نیا دَور شروع ہو رہا ہے - اصلاحی اسکیم کی منظوری نے اہل ملک کے تفخیلات مین ایک اہم تبدیلی کی ضرورت پیدا کردی ہے - اب ملک کے ماہوار رسالون کے فرائض پہلے سے بھی زیادہ اہم اور ضروری ہوگئے ہین - روزانہ اور ہفتہ وار اخبارات کی ترقی بھی ضروری ہے لیکن مختلف مسائل پر بہترین رائے قائم کرنے مین جو خدمات ایک ماہوار ریویو کے ذریعہ انجام دیجا سکتی ہین وہ اور کسی طرح ممکن نہین - پھر کیا وجہ ہے کہ زمانہ کی انتہائی ترقی کی کوشش نہ کی جائے - بہرنوع ہم اپنے طرف سے اِس رسالہ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع کردینے کے لئے ہمہ تن مستعد ہین - ہماری کوشش امداد و اعانت کی مستحق ہے یا نہین - اسکا فیصلہ آپ حضرات کے ذمہ ہے ؟

خدا کرے نیا سال سب کو مُبارک ہو -

"اطلاع ضروری" صفحہ آیندہ پر ملاحظہ ہو -

اِطلاع ضروری

جن صاحبون کا حساب خریداری اس ماہ سے ختم ہوتا ہی وہ براہ کرم آیندہ کے لئے اپنی سالانہ قیمت فوراً بذریعہ منی آنڈر ارسال فرمائین (منی آرڈر کے بھیجتے وقت کوپن مین صاف اور واضح حروف مین اپنا نام اور پورا پتہ معہ نمبر خریداری کے ضرور درج کر دیا جائے) ورنہ جنوری نمبر مبلغ للعہ کے لئے بذریعہ قیمت طلب (ویلیو پی ایل V.P.P) حاضر خدمت ہوگا۔ جو صاحب آیندہ خریداری جاری نہ رکھنا چاہین وہ براہ کرم جلد سے جلد اپنے ارادہ سے مطلع فرمائین تاکہ انکو قیمت طلب پارسل کی واپسی کی زحمت نہ ہو اور دفتر بھی مزید نقصان سے محفوظ رہے۔

منیجر زمانہ

جنوری نمبر کے بعض مضامین اور تصاویر

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء مین فن مصوری کا ایک بہترین نمونہ (رنگین) اور کئی ہاف ٹون عکسی تصاویر اور مرقع ہون گے۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء مین فخر قوم لالہ لاجپت رائے کا زر و زمین پر ایک قابل دید مضمون ہوگا۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء مین نامور مورخ حکیم شمس اللہ صاحب قادری کا ایک نہایت دلچسپ تاریخی مضمون ہوگا۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء مین منشی پریم چند کا ایک دلاویز اوریجنل قصہ ہدیہ ناظرین ہوگا۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء مین مسئلہ "تبادلہ اور کرنسی" پر ایک مشہور پروفیسر کالج کا محققانہ مضمون ہوگا۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء مین "اصلاحات ہند" پر ایک قابل مضمون نگار کا عالمانہ مضمون ہوگا۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء مین اردو شاعری کے متعلق ایک نہایت دلکش مضمون ہوگا۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء مین ملک کے خاص خاص واقعات پر ایک مفصل مضمون ہوگا۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء مین ملک کے نامور شعراء کی چند بہترین نظمین ہونگی۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے علمی ضمیمے مین حال کی کتابون پر تنقید ہوگی۔ قصہ "شب تار" پر معنی بحث ہوگی۔ اور علمی خبرین ہونگی۔

زمانہ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کی صرف چند کاپیان زائد چھاپی جائین گی اور نمونہ مین صرف ایک محدود تعداد بھیجی جائیگی۔ جو صاحب اسکی خریداری کرنا چاہین وہ اپنی درخواست جلد بھیجدین۔ ورنہ بعد کو یہ پرچہ دستیاب نہوگا

قیمت (فی الحال) للعہ سالانہ۔ پرچہ نمونہ ۸ ر

المشتہر منیجر زمانہ کانپور۔

[illegible] کا [illegible]

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزون - میڈیکل کالج کے پروفیسرون نامور ڈاکٹرون والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ یورپین ڈاکٹرون نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے - ضعف بصارت تاریکی چشم - دھند - جالا - پڑوال - غبار - سبل - سرخی - پھولا - ابتدائی موتیا بند - ناخنہ - پانی جانا - خارش وغیرہ - معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھ کے مریضون پر اس سرمہ کا استعمال کرتے ہین - چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کے استعمال کی حاجت نہین رہتی - بچے سے لیکر بوڑھے تک یہ سرمہ یکسان مفید ہے - قیمت اسلئے کم رکھی گئی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اوٹھا سکین - قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے مبلغ دو روپیہ ۲ - ہیرے کا سفید سرمہ اعلی قسم فی تولہ تین روپیہ ۳ - خالص ہیرہ فی ماشہ عہ - خرچ ڈاک بذمہ خریدار -

اس سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہوسکتی ہے

(۱) مین بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہون کہ ہیرے کا سرمہ جو سردار دیا سنگھ اہلو والیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی مفید اور بیش قیمت دوائی ہے بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے تو بمنزلہ اکسیر ہے - آنکھون سے بہت پانی کا جانا - دھند - سوزش ہر قسم جسکو عموماً آنکھ کا آنا کہتے - جلن - کمزوری نظر - ناخن - باہر اور اندر کی جھلی کا زخم اور اسمین پیپ کا پڑنا - چونکہ اس سرمے مین کوئی مضر شیا ملی ہوئی نہین ہے اس لئے ہر شخص کے لئے اسکا استعمال مفید ہے - مضافات مین جہان لائق ڈاکٹر کا ملنا مشکل ہے وہان ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہئے اسلئے مین بلا شک و شبہ شہادت دیتا ہون کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے ہیرے کا سرمہ ضروری ہے -

راقم ڈاکٹر ڈی - ایم سانگلی صاحب بہادر ایم - ڈی ایس - سند یافتہ یونیورسٹی ایڈنبرا - انگلینڈ

(۲) جناب پروفیسر دیا سنگھ صاحب تسلیم! مین نے آپکے ہیرے کے سفید سرمے کو تین مریضون پر استعمال کیا جنکو انگریزی ادویہ کے استعمال کرنے سے فائدہ نہین ہوا تھا - ایک بہن کو جسکی آنکھ کے پردے مین زخم تھا اور دوسرے اشخاص دستانی کو جسکو شروع مین کنٹرکٹ (موتیا بند) تھا - اور تیسرے کو دھند اور ناخونہ تھا - آپ کا سرمہ مثل اکسیر ثابت ہوا جیسی تعریف سُنی تھی ویسا ہی مفید پایا - میری راے مین جہانتک مین جانتا ہون ایک قسم کی دوائی آنکھ کے امراض کے لئے میسر نہین ہو سکتی آپ کا سرمہ مثل پوڑیہ کو مین کے بذریعہ ڈاک خانجات فروخت ہونا چاہیئے - تاکہ ہر ایک امیر و غریب اس نادر سرمہ سے مستفید ہو کر آپ کو یاد کرے - براہ مہربانی دو تولہ سرمہ میرے نام روانہ فرمایئے -

راقم - ڈاکٹر عبد العزیز میڈیکل انچارج شفا خانہ چن بل - اپر برہما

(۳) جناب پروفیسر دیا سنگھ صاحب تسلیم! آپ کا سرمہ ایک مریض پر استعمال کیا جسکو عرصہ سے دھند - ناخونہ تھا - رنگ و شخص رکا شک [illegible] - لیڈ لوشن - بورک لوشن کسی سے اسکو فائدہ نہ ہوا - آپ کے سرمہ کے ایک ہفتہ کے استعمال سے کلی فائدہ ہو گیا -

راقم ڈاکٹر خواجہ حشمت علی منشی
مقام - دیوبند

المشتہر

مہندر سنگھ مینیجر کارخانہ پروفیسر دیا سنگھ اہلو والیہ بمقام بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب

باہتمام منشی دیا نرائن نگم زمانہ پریس کانپور سے شائع ہوا